سراج کی حیات، تصنیفات اور شاعری

مقدمہ

۱

حیات

آج سے ڈھائی سو سال پہلے، جب اردو کے دو اولین مرکز اور دکن کے علم دوست، عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی دو راجدھانیاں، بیجاپور اور گولکنڈہ، اجڑ گئیں، تو انہیں کی اینٹ پتھر سے دکن کا مغلیہ پایۂ تخت "تعمیر ہوا" اور اورنگ آباد[1] کہلایا۔ لیکن اس کی تعمیر اور اس کی تزئین میں جو مسالہ سب سے زیادہ بیش بہا استعمال ہوا تھا، وہ شایستگی، اور علم و ادب کا وہ ذوق تھا

[1] قدیم زمانہ میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، موجودہ شہر ۱۰۱۹ھ میں ملک عنبر نے بسایا۔ عالمگیر نے اسے "اورنگ آباد" کے نام سے موسوم کیا، اور دکن کا دارالحکومت قرار دیا۔ اورنگ زیب کے بعد، جب نظام الملک نے دکن کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی، تو اسی کو اپنا مستقر رکھا۔ نواب نظام علیخاں کے زمانے میں پایۂ تخت یہاں سے حیدر آباد منتقل ہوا۔

جو دوسو سال کے طویل عرصہ میں بیجاپور اور گولکنڈہ میں نشو و نما پاتا رہا تھا۔ یہی سبب ہے کہ ابھی اورنگ آباد کی بنیادیں خشک بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ اس کے علم و فن کا شہرہ اور شعر و سخن کی صحبتوں کا چرچا گجرات، اور دہلی تک پہنچ گیا۔ دہلی اپنی گرتی ہوئی حالت میں بھی اس وقت ہندوستان کا سب سے بڑا فارسی مرکز تھا۔

انسانوں کی زندگی کی طرح، شہروں اور ملکوں کی زندگی کے بھی کارنامے ہوتے ہیں، جو ان کا ماحصل سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے، اورنگ آباد جو اب قلمرو آصفی کا محض ایک صوبہ ہے، اور جو اس وقت دکن کا سب سے بڑا شہر تھا، اپنے عنفوان کی بہاروں پر تھا۔ اپنے عروج کا دور دورہ ختم کرنے سے پہلے پہلے اس نے اردو کی گود میں دو مایۂ ناز اولادیں چھوڑیں، ان میں پہلا قابلِ احترام نام حضرت ولی کا ہے، جن کی عزت، اردو شاعری نہیں تو اردو غزل کے باوا آدمؑ کی حیثیت سے، مدہتی دنیا تک قائم رہیگی۔ دوسری ہستی جو اس خاک پاک سے اٹھی وہ حضرت سید شاہ سراج الدین حسینی اورنگ آبادی کی ہے، جن کی خاموش طبیعت اور دنیوی جاہ و مرتبہ سے نفرت نے،

لہ ملاحظہ ہو "پنجاب میں اردو" ـ صفحہ ۲۵۹

انہیں شایانِ شان شہرت سے محروم رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے زمانے کے لوگ یا بعد کی نسلیں ان کے نام اور کارناموں سے ناواقف رہیں۔ بلکہ خود انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جس طرزِ زندگی کو پسند کیا، اس نے ان کی شاعری کی زندگی کو پس منظر میں ڈال دیا۔ چنانچہ اپنے زمانہ میں اور بعد بھی۔ وہ ایک خدارسیدہ بزرگ ایک صوفی، ایک تارک دنیا بلکہ ایک ولی سمجھے گئے اور اسی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کے زمانے کے بعد سے اولیاء اللہ کے جتنے تذکرے لکھے گئے تقریباً ان سب میں، ان کا ذکر موجود ہے۔ گو شاعری کی حیثیت سے بھی وہ کسی زمانہ میں بھلائے نہیں گئے، لیکن، اُس حیثیت کو ہمیشہ ترجیح حاصل رہی۔

علمی دنیا کی بہت سی ستم ظریفیوں کی طرح، یہ بھی ایک ستم ظریفی ہے کہ سراج کو جس زندگی پر فخر و ناز تھا، اور جس کو وہ پائدار سمجھتے تھے، انہیں کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اور جس زندگی کو وہ ناپائدار سمجھ کر چھوڑ بیٹھے تھے، وہی آج ان کی بقا کا باعث ہے۔ اسی کی آج ہم کو ڈھونڈ ہے اور اس کے معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی ہم گراں قیمت پر لینے تیار ہیں۔ ان کا وہ روحانی کشف اور فیض جس کا تعلق ان کی زندگی سے تھا، وہ اب عام دنیا کے لیے ایک قصہ ماضی

بن گیا ہے، لیکن دوسرا روحانی سرچشمہ جوان کے کلام کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، نہ معلوم کتنے دکھی دلوں کا سہارا، کتنے خوش باشوں کا مہیج اور کتنے بد ذوقوں کے ذوق کو سنوارنے کا باعث ہو چکا ہے اور نہ معلوم آئندہ کتنی نسلیں اس لازوال سرچشمہ سے فیضیاب ہوتی رہینگی۔

سراج کے شاعرانہ کمالات ایسے نہیں تھے، جن کو ایک آدھ غیر اہم تذکرہ نگار کے سوا کوئی تذکرہ نگار بھول سکتا۔ کیونکہ یہ اس کی بڑی بھول ہوتی۔ چنانچہ جس وقت سے اردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا اس وقت سے لے کر آج تک کوئی تذکرہ، سراج کے حالات اور انتخاب اشعار سے خالی نہیں رہا۔

سراج کے حالات میں سب سے پہلے تذکرہ، غالباً میر تقی میر کا "نکات الشعراء" ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا۔ اور یہی اردو شعراء کا اولین اور قابلِ اعتبار تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ میر تقی میر کو، شمالی ہند کے شعراء میں، جس طرح یہ امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے اردو شاعری کو بہ حیثیت ایک مستقل اور خود مکتفی فن کے اختیار کیا اور اسی کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اسی طرح انہیں دکن اور شمالی ہند کے ادیبوں میں یہ فخر

بھی حاصل ہوا کہ انہوں نے اردو شاعری کی پوری اہمیت کو محسوس کر کے، اس کے شعرا کا تذکرہ لکھنے کا خیال پیدا کیا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عالمگیر کی دکنی مہم کی کامیابی کے بعد سے، دکن اور شمالی ہند کے تعلقات میں قربت پیدا ہو گئی تھی، پھر بھی آنے جانے کی پوری سہولتیں مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ کی علمی تحریکوں کا حال دوسری جگہ تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی لیے اس زمانے میں، شمال والوں کو دکن کے شعرا اور ادیبوں کا حال پوری طرح معلوم نہیں تھا۔ صرف سنی سنائی باتوں پر ان کی معلومات کا انحصار تھا۔ میرؔ کی معلومات کا ماخذ بھی، کچھ ایسا ہی تھا۔ دکن کے شعرا کے باب میں وہ اکثر ایک سید صاحب کی بیاض کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس حوالے کی ابتدا، سراج کے تذکرے سے ہوتی ہے۔ سراج سے عین پہلے، میر نے سید عبد الولی عُزلت کا حال لکھا ہے اس لیے، یقین ہے کہ یہ بیاض عزلت ہی کی تھی۔ عُزلتؔ، سورت کے رہنے والے تھے، اور اسی زمانے میں دہلی گئے تھے۔ "نکات الشعرا" کے لکھے جانے کے وقت وہ دہلی ہی میں تھے، اور میر صاحب سے ان کی دوستی تھی۔ بعد میں عُزلت حیدرآباد بھی آگئے تھے، اور انتقال کے وقت تک یہیں رہے۔ انتقال کے

بعد وہ دائرہ میر مومن میں مدفون ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ گجرات اور دکن کے علمی اور ادبی تعلقات بہت قدیم ہیں۔ دونوں جگہ کی علمی تحریکوں کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا رہا۔ اس کے باوجود یہ صاف ظاہر ہے کہ سراج کے متعلق عزلت کی معلومات سنی سنائی تھیں۔ اسی سے میر نے "نکات الشعراء" میں استفادہ کیا۔ اس لیے وہ سراج کے متعلق ان دو سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

"سراج تخلص، در اورنگ آباد شنیدہ می شود۔ شاگرد سید حمزہ ہمیں قدر از بیاض سید سطور مستفاد می گردد۔ سخن او خالی از مزہ نیست۔"[1]

اسی بیاض کا حوالہ میر نے عارف علی خاں عاجز (عارف الدین خاں عاجز) صـ۱۰۳ حبیب مرزا داؤد (صـ۱۱۱) میر عبداللہ تجرد و حکیم یونس (صـ۱۱۲) کے حالات کے سلسلہ میں بھی دیا ہے۔ یہ تقریباً سب کے سب دکنی شعرا ہیں۔ میر نے اپنی عادت کے مطابق اور اپنی حد تک تحقیق کا حق ادا کر دیا لیکن خود عزلت کے ماخذ مبہم ہیں۔

سراج کا حال میر تک ظاہر ہے کہ دو واسطوں سے پہنچا تھا۔ عزلت کو

[1] "نکات الشعراء" مطبوعہ انجمن ترقی اردو صـ۱۰۱۔

نہ معلوم کتنے اشعار ملے تھے۔ ان میں سے میر نے تیرہ اشعار لکھے ہیں۔ اتنے
تھوڑے کلام کی بنا پر، میر جیسا محتاط نقاد ظاہر ہے کہ کیا صحیح رائے قائم کر سکتا تھا
تاہم میر نے سراج کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ایک دو جگہ اور بھی کیا ہے۔ ایک
اپنے تذکرے کی تمہید میں اور دوسرے دکنی شعرا کے حالات کے تعارفی نوٹ میں
اور دونوں جگہ وہ سراج کو قابلِ ذکر شعرا کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ پہلے
حصے کا اقتباس حسبِ ذیل ہے:۔

"اگرچہ ریختہ در دکن است، چوں از آنجا یک شاعر مربوط برنخاستہ،
لہذا شروع بنام آنہا نہ کردہ، وطبع ناقص مصروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا
ملال اندوز گردد مگر بعضے از آنہا نوشتہ خواہد شد۔ انشاء اللہ"[1]

دوسرے موقع پر، وہ ان شعراء کا نام بتلا دیتے ہیں، جن کے حالات لکھنے کا
انہوں نے ابتدا میں وعدہ فرمایا تھا۔ اس کا اقتباس یہ ہے:۔

"مخفی نماند کہ احوال یکے ازیں شاعران سمتِ دکن کہ پر بے رتبہ اند، مگر بعض
چنانچہ ولی، سید عبدالولی عزلت، وسراج و آزاد، کہ معاصر ولی بود شرذمہ
مربوط گوئی بدستِ ایشاں یافتہ می شود"[2]

---

[1] "نکات الشعراء" ص۱۔ [2] ایضاً ص۹۴۔

میر کے بعد شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں میں سید فتح علی حسینی گردیزی نے سراج کا ذکر اپنے "تذکرہ ریختہ گویان" میں کیا ہے، اور کلام کے انتخاب میں میر سے اٹھارہ شعر زیادہ نقل کیے ہیں۔ میر کو نام کا علم نہیں تھا، فتح علی نے پورا نام بھی لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح علی کا ماخذ میر سے مختلف تھا۔ تاہم حالات میں وہ میر سے بھی کم یعنے صرف ڈیڑھ سطر لکھ سکے، جو حسب ذیل ہے:۔

"سراج، میر سراج الدین سراج، نشوونمایش از خاک دکن است، و طبع روشنش شمع بزم سخن"۔

بظاہر جو تذکرے فتح علی کی دسترس میں ہو سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔
(۱) تذکرہ سید امام الدین خان، جو عہد محمد شاہ میں لکھا گیا تھا۔
(۲) تذکرہ سراج الدین علی خاں آرزو (۳) تذکرۂ سودا۔ یہ تینوں تذکرے اس وقت نایاب ہیں۔ (۴) "نکات الشعراء" (۵) معشوق چہل سالہ خود از خاکسار (۱۱۶۵ھ) (۶) "تحفۃ الشعراء" از افضل بیگ خاں قاقشال، اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ) (۷) گلشن گفتار از حمید خاں اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ)
"گلشن گفتار" میں سراج کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور "تحفۃ الشعرا"

ل "تذکرہ ریختہ گویاں" ص۷۶ (انجمن ترقی اردو)

اور "نکات الشعراء" سے گردیزی نے، کم سے کم سراج کی حد تک، استفادہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان دونوں میں سراج کے وطن کا ذکر صراحت سے موجود ہے۔ گردیزی نے صرف "خاک دکن" لکھ دیا ہے۔ نام انہوں نے "میر سراج الدین" بتلایا ہے، اور قاقشال نے "شاہ سراج الدین" لکھا ہے اور واقعات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد یقین ہے کہ گردیزی مذکورۂ بالا مبہم عبارت پر قناعت نہیں کر سکتے تھے۔ خاکسار کا تذہ ہمارے سامنے نہیں ہے، اس لیے مطابقت کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے پہلے تین نایاب تذکروں میں سے کسی میں سراج کے اشعار زیادہ نقل کیے گئے ہوں، جس سے فتح علی فائدہ اٹھا سکے۔

ان اولین تذکروں کے بعد شمالی ہند میں جتنے تذکرے اردو شعرا کے لکھے گئے، وہ بظاہر قدیم شعرا کی حد تک، انہیں دو چار تذکروں پر مبنی ہیں۔ چنانچہ "مخزن نکات" (سنہ ۱۱۶۸ھ) میں، قائم کا بیان بالکل میر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قائم نے تین شعر جو نقل کئے ہیں، وہ سب "نکات الشعراء" میں موجود ہیں[1]۔ صرف کلام کے متعلق کسی قدر

---

[1] "مخزن نکات" از قائم چاندپوری صفحہ ۹ (انجمن ترقی اردو)۔

معین رائے ظاہر کی ہے۔ "از سلیقہ اشعارش معلوم می شود کہ بسیار بدرستی حرف می زند"۔ اسی طرح میر حسن، قدرت اللہ شوق، علی ابراہیم خاں خلیل، مصحفی، اور حکیم قدرت اللہ قاسم کے تذکروں میں، میر اور گردیزی کے مقابلہ میں حالات یا انتخاب اشعار میں کسی قسم کا بھی کچھ اضافہ نہیں کیا گیا۔ میر حسن کا بیان بالکل انہیں دو تذکروں پر مبنی ہے[1]۔ شوق نے بھی اس میں کچھ گھٹایا بڑھایا نہیں علی ابراہیم خاں خلیل کا بیان میر حسن پر مبنی ہے[2]۔ مصحفی کے دو تین تذکروں میں سے ایک یعنی "ریاض الفصحا" میں اگلے تمام تذکروں سے کم، صرف "سراج الدین سراج تخلص"[3] پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ایک ہی شعر تحریف کے ساتھ نقل کر دیا گیا ہے۔ قاسم کا تذکرہ "مجموعہ نغز" (۱۲۲۱ھ) اس سلسلہ کا آخری تذکرہ ہے۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ قاسم نے اگلے تمام تذکروں سے استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ سراج کے نام سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ پورا نوٹ حسب ذیل ہے:-

"سراج تخلص، شاعریست از شعرائے بلدہ نیک بنیاد اورنگ آباد، سیر مشق،

---

[1] ملاحظہ ہو "تذکرہ شعرائے اردو" صفحہ ۱۰۱ (انجمن ترقی اردو) [2] ملاحظہ ہو مخطوطہ "طبقات الشعراء" کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن (۱۸۸۱ھ) ص ۴۰ تذکرہ فارسی۔ [3] "ریاض الفصحا" صفحہ ۱۱۹ (انجمن ترقی اردو)

شہر استاد اگرچہ از نامش اطلاع نہ دارم اما از سخنش بوئے محبت اشتمام می نمائم غالب کہ مرشے درویش نہاد والا نژاد خواہد بود[1]۔"

اس کے بعد گیارہ شعر لکھے ہیں۔ انہیں میں وہ مشہور غزل بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

اس غزل کے پانچ شعر نقل کر کے وہ لکھتے ہیں۔

" این غزل را بعضے بہ سراج الدولہ [والی] بنگالہ نسبت کنند۔ (واللہ اعلم) بحقیقۃ حال"

سراج کی یہ غزل وہ ہے، جو نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان بھر میں مشہور اور مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب ہندوستان کے کئی شعراء کے نام سے منسوب ہو چکی ہے۔

ہم سے قریب تر زمانے میں، شعرائے اردو کے جو تذکرے شمالی ہند میں لکھے گئے ان میں مرور زمانہ کی وجہ سے، حالات اور کلام خلط ملط ہوگیا ہے،

[1] "مجموعہ نغز" مرتبہ پروفیسر محمود شیروانی (مطبوعہ جامعہ پنجاب) صفحہ ۲۹۳ ۔

اور چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ عبد الغفور خاں نساخ نے "سخن شعراء" میں تین شعرا کا ذکر کیا ہے جن کے تخلص سراج ہیں۔ ان میں سے ایک مرتب کے معاصر اور ملاقاتی تھے۔ دوسرے دو ہیں سے پہلے کے متعلق وہ لکھتے ہیں :—

"سراج الدین دکھنی، بعضے تذکرہ والوں نے ان کا نام قمر علی لکھا ہے[1]"

ان کے دو شعر جو نقل کیے ہیں، وہ دراصل سراج اورنگ آبادی کے ہیں۔ دوسرے سراج کے متعلق لکھا ہے :—

"سراج الدین علی شاہ، اورنگ آبادی درویش تھے[2]"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نساخ نے سراج کا حال دو مختلف تذکروں سے اخذ کیا۔ اور "دکھنی" اور "اورنگ آبادی" کے فرق اور اشعار کے اختلاف کی بنا پر دو مختلف اشخاص سمجھ لیے۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے بھی "گلشن بے خار" میں دو مختلف شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کے تخلص سراج تھے لیکن سراج کے حالات اور ان دونوں کے حالات میں بہت کچھ مشابہت ہے۔ پہلے سراج کا نام انھوں نے سراج الدین علی لکھا ہے۔ ان کے حالات سے وہ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور وطن کے بارے میں

[1] و [2] "سخن شعراء" ص ۲۱۳

کچھ نہیں لکھتے، صرف ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بزرگ کسی ہندو لڑکی پر عاشق تھے، اور شعر جو نقل کیا ہے وہ اسی مشہور غزل کا ہے۔ جس کا مطلع ہم نے اوپر لکھا ہے۔ ان کا کسی ہندو لڑکی پر عاشق ہونا "مثنوی بوستان خیال" کے واقعہ کا ہندوستانی نقش معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے سراج کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا، اورنگ آباد کے رہنے والے تھے، اور آبرو کے معاصر۔ دو شعر انتخاب کیے ہیں، جو سراج کے دیوان میں موجود ہیں[1]۔

آزاد جب "آبحیات" کے لکھنے میں مصروف تھے، اسالیب اور لطیفوں نے ان کے تذکرے میں اتنی جگہ لے لی کہ وہ سراج کے لیے کوئی گوشہ نہ نکال سکے۔ حالانکہ انھوں نے سراج کے کمتر درجہ کے معاصرین کو آب و تاب سے پیش کیا ہے۔

اب سے چند سال پہلے تک شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں کی دسترس میں سراج کے متعلق یہی معلومات تھیں۔ ایک سراج ہی پر کیا موقوف ہے، اکثر قدیم شعراء کے حالات سے وہ کم واقف تھے۔ حالانکہ ان کے دکنی اور خاص طور پر اورنگ آبادی معاصرین نے، جو تذکرے لکھے ہیں ان میں سراج کے حالات تفصیل سے دیے گئے ہیں۔

سب سے پہلا تذکرہ جس میں سراج کے حالات صحت کے ساتھ اور

---

[1] "گلشن بے خار" ص ۹۶

کسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں وہ "تحفتہ الشعراء" ہے۔ جس کے مصنف افضل بیگ خاں قاقشال، سراج کے ہم وطن اور معاصر تھے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا۔ اس وقت سراج کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ اس میں سراج کی زندگی کے متعلق جتنی تفصیلات ہیں، وہ اس زمانے کے کسی اور تذکرے میں نہیں ملتیں۔

لیکن اس سلسلہ میں ایک اہم بات وضاحت طلب ہے۔ "تحفتہ الشعراء" کے جو مخطوطے اب تک دستیاب ہو سکے ہیں، ان میں سراج کے حالات دو جُداگانہ انداز سے بیان کیے گئے ہیں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں، اتفاق سے یہ دونوں مخطوطے موجود ہیں جن میں سے ایک عنا (فن تذکرہ فارسی) ۱۱۸۵ھ کا مکتوبہ ہے۔ دوسرے ۱۲۲ پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ پہلا تذکرہ نہایت زشت خط ہے، دوسرا نفیس شکستہ نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے۔ یہ مخطوطہ کسی ایسے نسخہ کی نقل معلوم ہوتی ہے، جو لالہ لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی یا ان کے کسی شاگرد یا معتقد کا مملوکہ تھا۔ اس کی ابتدا میں اردو شعراء کے کلام کا ایک انتخاب درج ہے، جو ردیف وار ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں صاحب کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بعد صاحب کی مثنوی "تصویرِ جاناں" منقول ہے۔ سب سے آخر میں، تذکرہ "تحفتہ الشعراء" ہے۔

سراج تک دونوں نسخوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے' یا ایسے اختلافات ہیں' جو قابل ذکر نہیں ہیں۔ لیکن سراج کے حالات دونوں میں بالکل مختلف ہیں۔ عٹا کی عبارت حسب ذیل ہے:۔

"شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی از ابتداء در مسلک سپاہیاں نوکری می کرد الحال ترک روزگار کردہ از چند سال لباس درویشی پوشیدہ است در فکر ریختۂ ہندی طبع موزونے دارد۔ دیوان ریختۂ ہندی ترتیب دادہ گاہے در فکر اشعار فارسی می گراید" (انتخاب میں ۵ شعر دیے ہیں)

عـ۱۲۲ کی عبارت یہ ہے۔

"شاہ سراج الدین اورنگ آبادی سید صحیح النسب است۔ اجدادش از مشائخین بودہ اند۔ تا عمر دوازدہ سالگی بزرگانِ اورا بقید نوشتن و خواندن داشتند۔ چوں سیزدہ سالہ شد۔ وحشتے در مزاجش راہ یافت تا ہفت سال بروضۂ منورہ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ دیوانہ وحشی ماند۔ شبہا بحالت بے اختیاری' بکوہ وصحرای گشت۔ پدرش سید درویش زنجیر و پابش کرد۔ بعد چندے بافاقت آمد۔ خیال صحبت فقراء در سرش افتاد و از اثر صحبت صاحب کمالے ترک لباس نمودہ بلذت درویشی آشنا گردید۔ وطبع موزوں داشت

درفکر ریختہ ہندی صاحب قدرت بسبب شوق اشعار در ریختہ ہجوم امرداں خوبصورت درکلبہ اش می باشد۔ رسول خاں نامی ازمنظوران او دیوان ریختہ ترتیب دادہ فکراشعار فارسی ہم می نماید۔ ایں چند ابیات فارسی وہندی ازدست۔" آگے ۲۶ شعر فارسی کے اور ۶ شعر اردو کے منقول ہیں)۔

ایک ہی تذکرے کے دو مخطوطوں میں اتنا بین اختلاف بظاہر ناقابل فہم ہے۔ ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ "ا" کی عبارت کو بعد میں مصنف نے یا کسی اور واقف کار نے ۱۲۲ کے مطابق تبدیل کردیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سراج سے عین پہلے میر فخرالدین اورنگ آبادی کے حالات منقول ہیں۔ سراج کی طرح ان کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ آغاز شباب میں وہ سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے، کچھ عرصے کے بعد بحکم "الفقر فخری" مسندفقر پر جاگزیں ہوگئے۔

ممکن ہے کہ بعد میں کسی کاتب کی سہو کی وجہ سے میر فخرالدین کے حالات اور سراج کے حالات خلط ملط ہوگئے ہوں۔ ان دونسخوں میں آگے اور بھی اسی طرح کے اختلافات ہیں۔ مثلاً "علی نقی ایجاد" کے حالات میں دونوں کی عبارتیں بالکل مختلف ہیں۔ اور آگے چل کر بعض شعرا کے ذکر میں تقدیم

و تاخیر اورکمی زیادتی ہوگئی ہے۔

"چمنستان شعرا" کے حاشیہ پر جو "تحفۃ الشعرا" شایع ہوا ہے وہ نسخہ ۱ کے مطابق ہے۔ اور مرتب اوراق ہذا کو جو نسخہ اس تذکرہ کا "سراج سخن" کی ترتیب کے وقت دستیاب ہوا تھا، وہ نسخہ ۱۲۲ کے مطابق تھا، اور جناب شیخ چاند مرحوم ایم۔اے، ریسرچ اسکالر کی مہربانی سے دستیاب ہوا تھا۔

اس اختلاف پر کچھ روشنی ممکن ہے کہ مولوی ظفریاب خانصاحب کے مضمون "سراج اورنگ آبادی" کے حسبِ ذیل اقتباس سے پڑ سکے۔ ان کے پیشِ نظر، نسخہ ۱ کی عبارت تھی وہ لکھتے ہیں ۔

"صاحب تحفۃ الشعرا" مرزا افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی جو سراج کے ہمعصر تھے ..... یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں ۔ "از ابتدا در مسلک ..... الخ" لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قاقشال کو جو عارف الدین خاں عاجز کے ثنا خوانوں میں تھے، سراج کے ساتھ حسن عقیدت نہیں تھی۔ اور نہ تذکرہ لکھتے وقت انھوں نے سراج کے حالات میں تحقیق سے کام لیا۔ ایک سپاہی سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ اپنے پیشہ کی انجام دہی کے بعد، وہ ایسا لاجواب اور پر از معرفت و تصوف دیوان ترتیب دے سکے۔

بیان بالا کی تکذیب اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ شفیق نے اپنے کسی تذکرہ میں سراج کے سپاہی پیشہ ہونے کی نسبت ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے[1]"

بہر حال وجہ جو کچھ بھی ہو، سراج کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد، مذکورہ بالا شبہ کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ اس شبہ کا اظہار، اس وقت کیا گیا تھا، جب دوسرے نسخے کی عبارت کا مضمون نگار کو غالباً علم نہیں تھا۔

قاقشال کے بعد عبدالوہاب افتخار دولت آبادی نے اپنے تذکرے موسوم بہ "تذکرہ بے نظیر" میں چند واقعات کا اضافہ کیا۔ اسد علی خاں تمنا بھی اورنگ آبادہی کے رہنے والے اور سراج کے کم وبیش معاصر تھے۔ لیکن، انہوں نے قاقشال اور افتخار کے مقابلہ میں کوئی نئی بات نہیں لکھی۔

سراج کے انتقال سے دو سال قبل لالہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنا مشہور تذکرہ "چمنستان شعراء" مرتب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنی ادبی مہارت کے جوہر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ پھر بھی یہ تذکرہ سراج کی

---

[1] رسالہ "لسان الملک" حیدر آباد دکن بابتہ ماہ جنوری و فروری ۱۹۲۲ء ص ۵۱۔

زندگی کے واقعات کی حد تک نہایت اہم ہے۔ شفیق کو تمام تذکرہ نگاروں میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ سراج کے دوست اور معتقد بھی تھے۔ اکثر علمی صحبتوں میں ان کا ساتھ رہا تھا۔ وہ بہت کچھ لکھ سکتے تھے اور نہایت صحت کے ساتھ لیکن جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے اس تذکرے کے ذریعہ انہیں اپنے ادبی جوہر بھی دکھانا منظور تھا۔ تاہم ایک اہم کام انہوں نے یہ کیا کہ سراج کی تالیف "منتخب دیوانہا" کے دیباچہ سے ایک اقتباس نقل کر دیا۔ "منتخب" کا کوئی مکمل نسخہ ابتک نہیں مل سکا۔ اس لیے شفیق کے اقتباس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اس کی بدولت سراج کی زندگی کا ایک اہم اور خود نوشت پارہ ہماری دسترس میں آگیا ہے۔

شفیق کا دوسرا تذکرہ "گل رعنا" جو فارسی گو شعراء کے حالات پر مشتمل ہے، سراج کے انتقال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اس میں بھی شفیق نے وہی اقتباس نقل کر دیا ہے۔ اور ایک دو واقعات کے علاوہ سراج کے انتقال کی چند تاریخیں جو ان کے مشہور معاصرین نے لکھی تھیں درج کر دی ہیں۔

سراج کے حالات پر ایک اور ماخذ سے بھی روشنی پڑتی ہے۔

یہ "تذکرہ اولیائے دولت آباد" ہے۔ اس کا مصنف سبزواری ۱۱۸۰ھ میں دولت آباد وارد ہوا تھا، اس نے وہاں کے مشہور بزرگوں کے حالات اس میں قلمبند کیے ہیں۔ اورنگ آباد اپنے عروج کے زمانہ میں اتنے منتخب اور برگزیدہ ہستیوں کا مسکن بن گیا تھا کہ یہ شہر رشک شیراز و دہلی بننے کو تھا لیکن افسوس ہے کہ اس کے ارتقا کا تسلسل مرہٹوں کے آئے دن حملوں کی وجہ سے ہمیشہ خطرہ میں رہا اور بالآخر یہ شہر ۱۲۰۰ھ میں شہر حیدرآباد کی رونق بڑھانے کے کام آیا۔ سبزواری نے سراج کے شعری کمالات کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔ گو اس نے، کوئی نیا واقعہ نہیں بیان کیا۔

سراج کے حالات کی کسی قدر اشاعت سب سے پہلے، عبدالجبار خاں آصفی ملکاپوری کے تذکرے "محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن" کے چھپنے کے بعد ہوئی۔ انھوں نے غالباً "چمنستان شعراء" اور "گل رعنا" کی مدد سے، سراج کے حالات مرتب کیے۔ کچھ سنی سنائی باتیں بھی لکھ دیں۔ کیونکہ ان کے زمانے میں کچھ لوگ ایسے مل سکتے تھے، جو سراج کے تابعین کو دیکھے ہوئے تھے۔ بعد کے تذکروں مثلاً "گل رعنا" مرتبہ مولانا عبدالحی میں، سراج کے حالات کسی قدر تفصیل سے جو پیش کیے جا سکے، وہ اسی تذکرے کی بدولت ہے۔

چند سال پہلے رسالہ "لسان الملک" (بابتہ ماہ جنوری و فروری ۱۹۲۴ء) میں مولوی ظفریاب خاں صاحب کا وہ مضمون شایع ہوا تھا، جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس مضمون میں تمام ماخذوں سے مدد لے کر سراج کی زندگی اور کلام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے دو سال بعد جناب احسن مارہروی سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے سراج کی مثنوی "بوستان خیال" کو ضروری حواشی اور شاعر کے حالات زندگی کے ساتھ مرتب کر کے رسالہ "سہیل" علی گڑھ بابتہ ماہ ۱۹۲۶ء) میں شایع کیا تھا، اس کی وجہ سے شمالی ہند کے ادبی حلقوں میں سراج کے متعلق کافی معلومات فراہم ہو گئیں۔ اور اکثر اصحاب کو ان کے مکمل کارناموں کا مطالعہ کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

اس سلسلہ کی آخری کڑی "ادارۂ ادبیات اردو" (حیدرآباد دکن) کی دو کوششیں ہیں جن میں سے ایک "مرقع سخن" (جلد اول) ہے، جس میں سراج پر ایک مبسوط مضمون شایع ہوا ہے۔ دوسری کوشش "شعرائے دکن کے انتخابات" کے سلسلہ میں "سراج سخن" کی اشاعت کی ہے، جس کی ترتیب کا ذمہ دار راقم الحروف ہی تھا۔

لیکن بہت سا مواد جس سے اس "کلیات" کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے،

اس وقت راقم کی دسترس میں نہیں تھا۔ چنانچہ نئے مواد کی روشنی میں کئی مزید امور واضح ہو سکے۔

سراج کے تذکروں کی اس فراوانی کے باوجود ان کی مکمل زندگی، طرز ماندوبود اور ان کے کارناموں کو مرتب صورت میں دیکھنے کی خواہش کو سیری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تذکرے اکثر تشنہ ہیں۔ ان کے خاندان کے متعلق ہم اب بھی بہت کم جانتے ہیں۔ ان کے اجداد کے حالات دریافت کرنے کا فی الحال کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اسلاف کو سرکاری ملازمتوں سے واسطہ نہیں تھا۔ اکثر مشایخین کی طرح انہیں غالباً کوئی انعام یا مشاہرہ بھی مقرر نہیں تھا۔ تاہم یہ خاندان حسینی سادات کے ایک محترم گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، اور اپنی مذہبیت اور علم و فضل کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ فقر و درویشی اس خاندان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ خود سراج کے والد، سید درویش اسم بامسمیٰ تھے۔ علم و فضل سے انہیں کس قدر لگاؤ تھا، اس کا پتہ قاقشال کے بیان سے چل سکتا ہے۔ وہ ایک متشرع اور ثقہ انسان تھے، اسی لئے بے خودی میں بیٹے کا گھر سے بھاگ کر نکل جانا، خواہ وہ شہر کے سب سے بزرگ کے

مزار پر فروکش ہونے کے لئے ہی کیوں نہ ہو' انہیں گوارا نہیں تھا۔ ان کے اصول کی سختی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ' انہیں اپنے لخت جگر کو تادیب کی خاطر پا بہ زنجیر کرتے بھی پس و پیش نہ ہوتا تھا۔ غالباً وہ سراج کی عمر کا لحاظ کرتے' ان کے جذب کے متعلق بہت زیادہ خوش کن خیال نہیں رکھتے تھے۔ یہی عقیدہ ہر اس شخص کا ہوتا ہے' جو اپنی اولاد کو خواہ وہ کسی فضا کے لئے ہو' زیادہ ساز و سامان کے ساتھ' تیار ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔

سراج کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔ سنہ ولادت کسی تذکرہ میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے' خود سراج نے دیوان کی ترتیب کا سنہ اور اس وقت ان کی جو عمر تھی اس کا ذکر دیوان کی آخری غزل کے اشعار میں کر دیا ہے۔

جب کیا جزو پریشان سخن شیرازہ بند   تھے برس چھبیس میری عمر کے بے بنیاد
سال ہجری تھے ہزار و یکصد و پنجاہ دو   واقف علم لدنی صاحب اسرار کے

بعض نسخوں میں "پنجاہ و یک" بھی لکھا ہوا ہے' لیکن "دو" اس لیے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ "منتخب دیوانہا" کی تکمیل کے وقت یعنی ۱۱۶۹ھ میں انہوں نے بتلایا ہے کہ دیوان کی ترتیب کے بعد سے میں نے شعر

کہنا ترک کر دیا ہے، جس کو اب سترہ سال ہوتے ہیں۔ "پنجاہ و یک" سے اس میں ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سراج کی ولادت ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔

جیسا ماحول انہیں اس وقت اورنگ آباد میں میسر تھا اور جو اہتمام ان کی تعلیم کے لئے ان کے بزرگوں نے کیا تھا[1]۔ اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت پر خاصی توجہ کی گئی تھی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر تک وہ التزام کے ساتھ متداولہ علوم کی تحصیل میں مصروف رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فارسی ادب اور شاعری سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ پانچ سات سال کے اندر اندر، انہوں نے تمام مشہور اساتذۂ فارسی کا کلام پڑھ لیا تھا اور نہ صرف پڑھ لیا تھا، بلکہ اس کی روح کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، چنانچہ بارہویں سال سے جب جذب اور مستی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی، تو اضطراری طور پر، فارسی اشعار ان کی زبان سے جاری ہونے لگے۔ ان اشعار کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ اگر وہ جمع کئے جاتے تو ایک اچھا خاصا ضخیم دیوان تیار ہو جاتا، اور لوگ اس کو

---

[1] "تحفۃ الشعراء" ص ۱۲۲

پڑھتے تو ان کی عمر کا لحاظ کرتے، ان اشعار کو معجزہ سمجھتے۔ ان اشعار میں سے ممکن ہے کچھ باقی رہ گئے ہوں۔

سراج کی زندگی کا یہ زمانہ اس اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ ابھی ان کی طبیعت کے اصلی جوہر بروئے کار نہیں آئے تھے، ان کا بیشتر وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا ہوگا، اور جو وقت اس سے بچ جاتا، اس لحاظ سے کہ وہ فطرتاً یار باش واقع ہوئے تھے، یقین ہے یارانِ ہم مشرب کی صحبتوں میں بسر ہوتا ہوگا۔ اغلب یہ ہے کہ عبدالرسول خاں سے ان کی دوستی اسی زمانے میں ہوئی ہو، کیونکہ اس کے بعد کے ایام میں انہیں ایسی فرصت کا زمانہ بہت کم میسر آیا۔

اگلے زمانے کے بعض صوفیائے کرام کے استعاری یا حقیقی قصوں کی طرح کے چند واقعات سراج کے متعلق بھی مشہور ہیں۔ قاقشال کے قول کے مطابق، ایک تو انہیں عبدالرسول خاں کا واقعہ ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے، جس پر ان کی مثنوی "بوستانِ خیال" بنی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعات کبھی کبھی مبالغے کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں، تاہم ان پر شک کرنے یا ان کی توجیہ کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ صوفیائے کرام کا اس

مسئلہ میں جو کچھ بھی مسلک ہو، ایک بات تو سب کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ بچپن
اور جوانی کے زمانے میں، اپنے ساتھیوں میں سے بعض کے ساتھ ہماری گہری دوستی
ہو جاتی ہے، اور بعض وقت یہ دوستی محبت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ محبت
اگر وہ حقیقی ہو تو ایسی خاص صورت میں وہ بے غرض یا کم سے کم خود غرضانہ ہوگی۔
یہ ہماری زندگی کے روزمرہ واقعات ہیں۔ عام ذہنیتیں جو نازک نفسیاتی مسائل
کی الجھنوں میں نہیں پڑ سکتیں، اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق، ایسے تمام تعلقات کو
وہ فطرتاً اپنی اصطلاحات میں تحویل کر لیتی ہیں۔ اور پھر اپنے عقیدے کے مطابق ایسے
تمام واقعات سے بداخلاقی کے نتائج منسوب کر دیتی ہیں۔ عشق و محبت کے
متعلق ہمارے عمومی تخیلات اس قدر محدود ہیں! قاقشال نے عبدالرسول خاں
کے ساتھ سراج کے لگاؤ کو جس انداز میں پیش کیا ہے، اس سے قاقشال کی ذہنیت
کا پتہ چلانا مشکل نہیں ہے۔ قاقشال، سراج کے معاصر تھے اور معاصرین کی رائیں
بہت زیادہ اثر پذیر ہوتی ہیں یقین ہے کہ اسی طرح کے واقعہ کو وہ دو چار سو
سال پہلے کے کسی بزرگ سے متعلق پیش کرتے تو ان کا لب و لہجہ دوسرا ہوتا۔
زمانے کے گذرنے سے مشاہیر کے اطراف تقدس کا ایک ہالہ سا پیدا ہو جاتا
ہے۔ اس واقعہ کے باوجود، قاقشال، سراج کے کمالات کا اعتراف کرنے

ہیں کسی تذکرہ نگار سے پیچھے نہیں ہیں۔

صوفی مسلک کا ایک مقولہ عام طور پر مشہور ہے کہ "مجازی سے عشقِ حقیقی ملا" ہماری دانست میں یہ مقولہ جہاں کہیں درست ہوا ہے، ان میں سراج بھی شامل ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سراج فطرتاً ایک حسن پسند نظر رکھتے تھے، ایسی حسن پسند نظر جو اطراف کی چیزوں میں، ملنے جلنے والوں میں، بول چال میں خیالات میں، اجساد میں غرض ہر جگہ حسن کی متلاشی رہتی ہو۔ یہی اصول اپنی اپنی حد کے اندر ہر ذی شعور انسان کا ہے، لیکن جہاں اس کی نمود کچھ غیر معمولی ہو جاتی ہے، وہ سراج کی زندگی کے اس معمولی واقعہ کی طرح معرضِ بحث میں آجاتی ہے۔ ہر زید اور بکر کے اسی رویہ پر موافق یا مخالف رائے دینے بلکہ اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ سراج کی زندگی عام سطح سے اونچی تھی اس لئے وہ اپنے زمانے میں نمایاں رہے اور ہر زمانے میں نمایاں رہے۔ عشق و محبت، سوز و ساز کی زندگی اور شعر و سخن کی زندگی میں بے حد قرب ہے۔ چنانچہ خود سراج اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں: —

سراج یوں مجھے استاد مہرباں نے کہا ۔۔۔ کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے اور علوم

ذیل کے اشعار کو پڑھ کر ان کی عشق کی حقیقت کے متعلق شاید کچھ شبہ باقی نہ رہیگا۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش راہِ عشقِ مجاز لازم ہے

اور عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو سب مبتلائے عام ہیں یاں مبتلائے خاص

دنیوی محبت کے متعلق ان کا اعتقاد بھی سننے کے لایق ہے -

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم کہ اصل ہستی بے بود ہے عدم کا عدم

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ سراج نہ صرف حسن پسند نظر رکھتے تھے، بلکہ وہ صاحبِ دل اور صاحبِ باطن بھی تھے - حسن ظاہر کی دلکشیاں، انہیں کبھی اتنا محو نہ کر سکیں کہ وہ حقیقت سے بے خبر ہوگئے ہوں - ان کے کلام سے جگہ جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے -

تیرہویں سال سے سراج کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہونے لگا - جذب اور بے خودی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی - تن بدن کا ہوش نہ رہا - اور اسی حالت میں وہ گھر سے نکل کر چلے جاتے - اس زمانے میں، ان کی منزل زیادہ تر، حضرت شاہ برہان الدین غریب[1] کے مزار پر ہوتی - کبھی کبھی وہ از خود رفتگی

---

[1] حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید اور خلیفہ، جو ۶۵۴ھ میں بمقام ہانسی پیدا ہوئے - اور دہلی جا کر حضرت شاہ نظام الدینؒ سے بیعت کی - اسی زمانے میں امیر خسرو سے اور ان سے دوستی ہوئی - آخری عمر میں آپ مرشد کے امر کے بموجب اورنگ آباد آگئے تھے، یہیں ۷۳۸ھ میں انتقال فرمایا اور خلد آباد میں مدفون ہیں -

کی حالت میں، رات رات بھر صحرا نوردی کیا کرتے۔ یہ حالات خود سراج کے نوشتہ موجود ہیں، اور شفیق کی بدولت محفوظ ہو گئے ہیں۔ منتخب دیوانہا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

"فقیر از سنِ دوازدہ سالگی، بغلبۂ شوق بے جہت ہفت سال جامۂ عریانی در بر داشت و بہ تکلیف نشّاء بے خودی اکثر در سواد روضۂ متبرکہ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ شبہا بروز می آورد، و از جوشش ہماں مستی اشعار شور انگیز و ابیات درد آمیز بزبانِ فارسی از عملِ جاں بعرصۂ زبان می آمد و بہ اقتضائے حال خامہ را بہ تحریر آں آشنائی ساخت، احیاناً شوقمندے حاضر الوقت بود و بجہت حلاوت ذائقہ طبع خود، کاغذ را سیاہ می نمود اگر آں اشعار بتحریر می آمد دیوان ضخیم ترتیب می یافت۔ چوں تقاضائے عمر قابل آن ہمہ سخن سنجیہا نبود، باستماع موزونات حالی عالمے در ورطہ تعجب می افتاد و از جملۂ الہامات بتصور می آورد"[1]

یہ زمانہ ۱۱۴۱ھ سے ۱۱۴۸ھ تک رہا۔ قاقشال کے بیان سے بھی ان واقعات کو توضیح ہوتی ہے۔ وہ اس میں اس کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ بعض وقت

[1] مخطوطہ "گل رعنا" ۱۸۳ (تذکرہ فارسی) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ و "چمنستان شعرا" (انجمن ترقی اُردو) ص ۳۹۹

رات رات بھر وہ کوہ و صحرا میں پھرتے ہوئے گذار دیا کرتے تھے ۔ ان کے والد انہیں پکڑ پکڑ لاتے، لیکن جہاں انہیں موقع ملتا، وہ بھاگ نکلتے۔ آخر مجبور ہو کر پدر بزرگوار نے اس دیوانہ شوق کو طوق و سلاسل تک پہنانا گوارا کرلیا ۔ والد کی تمام کوششوں کے باوجود، یہ حالت سات سال تک برابر قائم رہی ۔

اس عرصہ میں سراج کی طبیعت کے پوشیدہ جوہر ظاہر ہونے لگے ۔ یہ ان کی شعر گوئی کی ابتدا تھی اور فارسی شاعری سے لگاؤ کے سبب بے اختیاری کی حالت میں موزوں فارسی اشعار ان کی زبان پر جاری ہو جاتے تھے ۔ افسوس ہے کہ اس زمانے کا وہ قابلِ قدر سرمایہ، اب ضایع ہو گیا ہے۔۔ ورنہ شاید ہندی فارسی گویوں میں بھی سراج نمایاں جگہ حاصل کر سکتے ۔ جو کچھ فارسی کلام اب تک مل سکا ہے اس کے لحاظ سے ان کی فارسی شاعری کے متعلق صحیح رائے قایم نہیں کی جا سکتی ۔ یہ کلام ادھورا اور پارہ پارہ ہے ۔ اس میں ایک بڑا حصہ بعد کے افکار کا بھی شامل ہو گیا ہے ۔ وہ کیفِ شعر کچھ اور ہوتا جس کو پڑھ کر دنیا دنگ رہ جاتی ۔ اس امر کا پتہ چلانا مشکل ہے کہ اس زمانے میں سراج نے کچھ شعر اُردو میں بھی کہے تھے یا نہیں ۔

اس حالت سے جب انہیں افاقہ ہوا، تو صاحب باطن بزرگوں اور فقیروں کی

صحبت کی خواہش دامنگیر ہوئی۔ اسی تلاش و جستجو میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن
چشتی انہیں مل گئے۔ اُن کی خود نوشت کا اقتباس حسبِ ذیل ہے :۔

"بعد انقضائے مدتِ مذکورہ تلاش لذت تحقیق محرک رگ جاں گردید تا بآں
وساطت بجناب حامیٔ شریعت عزّی، سالک طریقت الاخفیٰ واقف
حقیقت المولیٰ عارف معرفت بکری قبلہ مریدان راسخ الیقین صاحب الایمان
کعبہ مستفیضان کامل الصدق وثابت البرہان حضرت خواجہ سید شاہ
عبدالرحمٰن چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز، کہ وصالِ مقدسش در سنہ
احدی ستین ومایۃ والف اتفاق افتاد۔ مستفدارادت گشتہ، فیض یاب
ارشاد گردید۔ وجرعۂ از بزمِ عنایت آں ساقیٔ شراب ہدایت، موافق حوصلۂ
خود چشید۔"

قاقشال نے سراج کے مرشد کا نام نہیں بتلایا، صرف یہ لکھا ہے کہ ایک
صاحبِ کمال بزرگ کی صحبت کے اثر سے، وہ ترک لباس کر کے لذتِ درویشی
سے آشنا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کے متعلق تذکرے بھی ساکت ہیں
صرف قاقشال ہی کے بیان سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اورنگ آباد
کے صاحبِ کمال بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، اور چشتیہ گھرانے سے تعلق

رکھتے تھے۔ لیکن جس تلاش اور جستجو کے بعد سراج نے انہیں اپنی دنیوی اور دینی رہبری کے لیے منتخب کیا تھا، اور جو اثر ان کے فیضان کا سراج پر پڑا، اس کے لحاظ سے، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی روحانی قوتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت متشرع بزرگ تھے، چنانچہ، اپنے انتقال سے چندسال پہلے، آپ نے سراج کو غالباً ان کی روحانی ضرورت کے مدنظر شاعری سے منع کر دیا تھا، اور سراج نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح مرشد کے احکام کی تعمیل کی۔ حالانکہ شعر ان کی زندگی تھی۔

سراج نے ۱۱۴۶ھ یا ۱۱۴۷ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سے بیعت کی، اور یہی زمانہ ان کی اردو شاعری کے آغاز، اور عروج کا ہے۔ غالباً اسی لیے وہ اپنے شعر کی تاثیر کو مرشد کے فیض کا اثر بتلاتے ہیں۔

مشعل سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمع دل روشن ہے فیض شاہ رحمان کے طفیل

سراج پر، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی صحبت کا کیا اثر ہوا، وہ خود سراج نے تحریر فرما دیا ہے۔ لیکن ان کے کلام سے بھی جگہ جگہ مرشد کے اس احترام کا پتہ چلتا ہے، جو ان کے دل میں جاگزیں تھا۔

سراج جب سلسلہ ارادت میں داخل ہوئے، ان کی عمر انیس بیس سال کی تھی۔ جوانی کا زمانہ تھا، اور قاقشال کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی ان کی طبیعت دنیا سے اکتا نہیں گئی تھی۔ وہ لاابالی طرز کی زندگی گذارتے تھے۔ جب یہ مرشد کی خدمت میں نہ ہوتے، تو ان کا زیادہ وقت شعر و سخن کی صحبتوں میں گزرتا تھا، گھر پر احباب کا مجمع رہتا تھا، ان صحبتوں کو سراج کے بزرگ اور بڑے بوڑھے لوگ غالباً اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن سراج کو دنیا والوں کی تعریف یا مذمت سے کوئی سروکار نہیں تھا، ان کی نظر زندگی کے اس پرآشوب زمانے میں بھی مقصد سے نہیں ہٹی۔ ان چند اشعار سے ان کے مسلک کا پتہ چل سکتا ہے:۔

معتبر نہیں جمال ظاہر کا گردشِ روزگار کی سوگند

جو دل کا آئینہ ہو صاف رنگِ غفلت سیں عیاں ہے معنیٔ ہر شئے میں صورتِ محبوب

دیکھتا ہوں ہر طرف نگہِ امتیاز سیں کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثالِ دوست

اے پاکبازِ گلشنِ آئینہ، سیر کر گر تجھ کوں آرزو ہے کہ پاؤں وصالِ دوست

سراج کی اردو شاعری کی ابتدا اور نشو نما کا یہی زمانہ ہے۔ غالباً عبدالرسول خاں سے ان کی پینگیں اسی زمانے میں بڑھیں، اور ان کی دوستی، رفاقت اور صحبت کے وہ نقش، جو بچپن سے ان کے دل پر مرتسم ہو چکے تھے، اب بہت گہرے ہو گئے۔ سراج

اور بھی کئی دوست، شاگرد اور معتقد تھے، جن سے انہیں محبت تھی، ان میں شاہ ضیاء الدین پروانہ، شاہ تاج الدین، شاہ چراغ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ضیاء الدین کو جو محبت سراج سے تھی، وہ ان کے تخلص سے ظاہر ہے جو "سراج" کی رعایت سے اختیار کیا گیا تھا۔ ان کے نام سراج نے جو خطوط لکھے ہیں، ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سراج ان سے کس درجہ بے تکلفی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"قلم می خواست دریں مقام شوخیہا کند و نا گفتنی ہا نویسد۔ لاکن در ضبط پرداشتہ شد" (خط ۔۷)

ضیاء الدین نے بھی سراج کی بڑی خدمت کی۔ اسی طرح تاج الدین کے موسومہ خطوط سے بھی حد درجہ محبت اور بے تکلفی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن سراج کو جو محبت عبدالرسول خاں سے تھی، وہ ان میں سے کسی اور سے نہیں تھی۔ انہیں کے مجبور کرنے سے سراج اپنا اردو کلام قلمبند کرنے پر مائل ہوئے۔ اور عبدالرسول خاں نے ان منتشر جواہر پاروں کو ردیف وار ترتیب دے کر دیوان مرتب کیا۔ یہ واقعات خود سراج نے اس طرح لکھے ہیں:۔

"دراں ایام بنا بر پاس خاطرِ عزیز، عبدالرسول خاں صاحب کہ برادر

طریق ایں فقیر است اکثر اشعار ریختہ بسلک سطور منسلک گشتہ۔ ایشاں
آں جواہر متفرق را کہ قریب پنج ہزار بیت بود، بہ ترتیب دیوان مروف
نمودہ حصہ مشتاقان خاص گردانیدند و رفتہ رفتہ شہرت تمام گرفتہ،
بعام ہم رسید۔"

اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 'عبدالرسول خاں' سراج
کے برادر طریق بھی تھے۔ چنانچہ وہ آخری زمانے میں شاہ عبدالرسول چشتی مشہور
ہو گئے تھے۔ سراج کی صحبت کے اثر سے وہ شعر بھی کہنے لگے تھے، سراج کے
ایک خط سے اس کا پتہ چلتا ہے[1]۔ لیکن، شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ کہیں
نظر سے نہیں گزرا۔ ایک چیز ان کے متعلق یقینی ہے کہ وہ نفیس ادبی مذاق رکھتے تھے
اور اچھے سخن فہم تھے۔ شاعر کی نظر میں، ایک سخن فہم کیا مرتبہ رکھتا ہے، اس کا کچھ
اندازہ غالب کے ان خیالات سے ہو سکے گا جو انہوں نے، اپنے ایک دوست
منشی نبی بخش حقیر کے متعلق ظاہر کئے ہیں[2]۔ نبی بخش شعر کے بڑے پرکھنے والے تھے،
اسی لئے غالب ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ حالانکہ علمی پایہ میں وہ غالب کے بعض

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۶ کلیات ہذا۔ [2] ملاحظہ ہو "یادگار غالب" مطبوعہ مطبع ریاض ہند صفحہ ۲۹۸۔

اور مشہور دوستوں کے پاسنگ بھی نہ تھے۔ شعر گوئی کی طرح، یہ ملکہ بھی فطری ہوتا ہے، اور شاید شعر لکھنے کی قابلیت کے مقابلے میں زیادہ شاذ بھی ہوتا ہے۔ جس طرح دو بولنے والوں میں باہم آہنگی مشکل ہے.. اسی طرح دو شاعروں میں حقیقی دوستی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ شاعر کے دوست ایسے لوگ خوب ہو سکتے ہیں، جو منفی صفات کے حامل ہوں۔ جس قدر شوق نمود شاعر میں ہوتا ہے، اس میں، اتنی ہی جذب کرنے کی قابلیت کی ضرورت ہے۔ یہ خصوصیات عبدالرسول خاں میں کم و بیش ضرور موجود تھیں۔ چنانچہ سراج کے تمام دوستوں میں، کم سے کم ذکر ان کا کیا گیا ہے۔ پروانہ کا تذکرہ "چمنستان شعرا" اور "گل عجائب" وغیرہ میں موجود ہے، شاہ چراغ، باغی طبیعت کے انسان تھے اور وقت سے پہلے میدان میں کودنا چاہتے تھے، سراج کے خطوط سے ان کی یہ خصوصیت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اس حلقہ میں صرف ایک عبدالرسول خاں ہی ایسے تھے جن کو نمود و نمائش کی خواہش کم سے کم تھی۔ سراج کے وہ خطوط جو ان کے موسومہ ہیں، دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ادبیانہ ہیں۔ یہ بات بھی خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ سراج نے صرف انہیں کے خطوط میں جگہ جگہ اردو اشعار لکھے ہیں۔

سراج کے کلام میں بعض جگہ عبدالرسول خاں کی طرف اشارے بھی موجود ہیں۔
مثلاً سراج کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

صبا میرے جوان لشکری کوں جا خبر کرنا
دل بے درد میں اس یار کے جا کر اثر کرنا

آخری زمانہ میں عبدالرسول خاں لشکر میں منتقل ہو گئے تھے ممکن ہے یہ ملازمت کے سلسلہ میں ہو، سراج کے خطوط سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ انہیں کی وجہ سے سراج بھی کبھی کبھی لشکر میں رہا کرتے تھے "تحفۃ الشعراء" کی اگلی عبارت کا تعلق ممکن ہے کہ اسی سلسلہ میں کسی غلط فہمی پر مبنی ہو۔ کیونکہ سراج کی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اس کی توجیہ کسی اور طرح ممکن نہیں معلوم ہوتی۔

اس قلیل مدت کا اندازہ کرتے، جس کے اندر اندر ان کی اردو شاعری کی ابتدا ہوئی، اور وہ نشو و نما کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچ سکی، سراج کی شاعرانہ قابلیت کے متعلق نہایت بلند رائے قائم ہوتی ہے۔ تھوڑی سی مدت میں انہیں اس فن میں وہ کمال اور شہرت نصیب ہوئی، جو ایک عمر کی سعی کے باوجود بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ۱۱۵۶ھ

سے پہلے پہلے سراج کی شاعری کی شہرت، گجرات اور شمالی ہند کے علمی مرکزوں دہلی وغیرہ تک پہنچ گئی تھی۔ ریختہ میں وہ ولی کے بعد سب سے بڑے استاد تسلیم کئے گئے، اور ولی کے جانشین سمجھے گئے[1]۔

دکن کے آزاد، یعنے عبدالجبار خاں آصفی نے سراج کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے، بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں، جو کسی اور تذکرے میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سراج کی غزلیں عام طور پر محفلوں میں پڑھی جاتیں اور قوال انہیں گا کر سنایا کرتے تھے۔ جب غزل گائی جاتی تو محفل پر ایک وجد کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ خود سراج کے پاس ہفتہ میں ایک روز محفلِ سماع منعقد ہوتی، جس میں شہر کے عمائد اور مشائخ جمع ہوتے تھے[2]۔ سراج کی غزلوں کا اثر کوئی خیالی چیز نہیں ہے، بلکہ آج سے کچھ سال پہلے تک، حیدرآباد میں، ان کی غزلیں محفلِ سماع میں عام طور پر گائی جاتی تھیں۔ اب تک بھی اس فضا کے مٹے مٹے سے نقش موجود ہیں۔ اور آج بھی ان کی غزل سن کر محفل کی محفل سر دھننے لگتی ہے۔ نہ صرف حیدرآباد بلکہ شمالی ہند میں بھی۔ ان کی بعض غزلیں بہت مشہور اور

---

[1] ملاحظہ ہو "چمنستان شعرا" (انجمن ترقی اردو) ص ۲۹۸ [2] "محبوب الزمن" ص ۴۸۵ ۔

مقبول ہیں۔

غرض یہ سب کچھ سراج کو پانچ چھ سال کے اندر اندر حاصل ہوگیا۔ کیونکہ سنہ ۱۱۵۲ھ کے بعد، مرشد کے حکم کی بنا پر انہوں نے شاعری ترک کردی۔ اپنی خود نوشت میں یہ واقعہ بھی انہوں نے لکھا ہے۔ دیوان کی ترتیب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔

"و فقیر بعد چندے بلباس "الفقر فخری" ممتاز گردید و از ہماں روز موافق امر مرشد برحق تا حالت تحریر کہ سال ہفدہم است دست زبان را از دامن سخن موزوں کشید۔"

یہ تحریر سنہ ۱۱۶۹ھ کی ہے، اس سے سترہ سال پہلے، دیوان مرتب ہوا تھا۔ اس طرح گویا دیوان کی ترتیب کے بعد ہی سراج نے شعر کہنا ترک کردیا۔

لیکن "بوستانِ خیال" کا جو نسخہ لٹن لائبریری جامعہ علی گڑھ میں محفوظ ہے اس کے اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ مشرقی کے مخزونہ نسخہ "د" کے ایک شعر سے سنہ تصنیف ۱۱۶۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔ شعر حسب ذیل ہے:۔

"عدد جب کہ اس نام کے آئے ہات مطابق ہوئے سال و ابیات سات"

راقم کے مرتبہ نسخہ میں اشعار کی کل تعداد ۱۱۶۲ ہے، لیکن نسخہ "د" میں

اشعار (۱۱۵۳) اور علی گڑھ کے مخطوطے میں ابیات کی تعداد ۱۱۵۵ ہے۔ کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ کے ناقص نسخے میں تقریباً سات سو اشعار ہیں۔ اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں "بوستان خیال" کا جو دوسرا نسخہ ہے اس میں ابیات کی تعداد (۱۱۶۱) ہے۔ اس طرح راقم کے مرتبہ نسخے میں ان تین نسخوں میں سے کسی سے دو شعر زیادہ ہو گئے ہیں۔" بوستان خیال" تاریخی نام ہے، جس سے سنہ ۱۱۶۰ء برآمد ہوتا ہے۔ مذکورۂ بالا شعر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مثنوی کے اشعار کی تعداد سنہ سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس اعتبار سے اسکا سنہ ۱۱۶۰ ہونا چاہئے کیونکہ عموماً تصنیف کا نام تاریخی رکھتے تھے۔ خود سراج نے "منتخب دیوانہا" کے نام میں سنہ تکمیل کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔" بوستان خیال" میں اتفاق سے ابیات بھی، سنہ کے مطابق ہو گئے ہیں۔ یہ تمام قرائن ایسے ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ" بوستان خیال" سنہ ۱۱۶۰ھ میں لکھی گئی۔

لیکن سراج کی وہ تحریر جو ہم نے اوپر نقل کی ہے، اس کے لحاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۱ھ یا سنہ ۱۱۵۲ھ اور سنہ ۱۱۶۹ھ کے درمیان انہوں نے شعر گوئی ترک کر دی تھی۔ عبدالجبار خاں آصفی نے اپنے تذکرہ میں" چمنستان شعرا" کے حوالے سے اس کی تصنیف کا سنہ ۱۱۷۳ھ لکھا ہے۔ لیکن مطبوعہ" چمنستان" میں

"بوستانِ خیال" کا سنہ تصنیف کہیں درج نہیں ہے، صرف ابیات کی تعداد (۱۱۶۰) بتلائی گئی ہے۔ اقتباس حسبِ ذیل ہے :-

"مثنوی شاہ صاحب مسمّٰی بہ "بوستانِ خیال" کہ جملۂ ابیاتش، یک ہزار و یکصد وشصت باشد بنظر درآمد - حقا کہ خوں از رگِ اندیشہ چکانیدہ است مطلعِ او ایں است"[1]

اس کے علاوہ کوئی بیرونی شہادت ایسی موجود نہیں ہے، جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے۔ "گلِ رعنا" میں شفیق نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ تاہم "منتخب دیوانہا" کی محولہ بالا عبارت کا لحاظ کرتے ہم نے "سراجِ سخن" میں بعد کے سنہ کو ترجیح دی تھی۔ اس کے متعلق جناب احسن مارہروی صاحب نے ایک خط میں حسبِ ذیل بحث فرمائی ہے :—

"چمنستانِ شعرا" کے صفحہ ۴۲ کی ... عبارت کا مدعا یہ ہے کہ سنہ ۱۱۶۹ سے سترہ سال قبل لباسِ فاخرہ "الفقر فخری" پہن کر سخن گوئی سے الگ ہو گئے تھے۔ اور سنہ ۱۱۶۹ میں دیوان کا انتخاب ختم کیا ہے - انتخاب و سخن گوئی میں

---

[1] ملاحظہ ہو "چمنستانِ شعرا" صفحہ ۲۰۰ -

جو فرق ہے ظاہر ہے۔ ...... جب ترک سخن کر چکے تھے تو ۱۱۷۳ھ میں اس
مشغلہ کو بلا وجہ موجہ کیوں اختیار کرتے ..... خلاصہ ...... یہ ہے کہ
"بوستان خیال" "منتخب دیوانہا" سے ۹ برس پہلے ۱۱۶۰ھ میں تصنیف ہوئی"

"بوستان خیال" دوسری مشہور مثنویوں کی طرح، کوئی فرضی اور خیالی
قصہ نہیں ہے، بلکہ یہ سراج کی آپ بیتی ہے۔ اور اس واقعہ کو سراج نے نہایت
درد انگیز انداز میں پیش کیا ہے۔ انہیں ایک لالہ جی کے لڑکے کے ساتھ گہری
دوستی ہو گئی تھی پہلے وہ ان کے پاس پڑھنے آتا تھا، رفتہ رفتہ یہ حالت
ہو گئی کہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹے، سراج ہی کے ساتھ رہنے لگا۔
یہ حال دیکھ کر، اس کی قوم والوں نے ماں باپ کو سکھا پڑھا یا اور در اندازی
کی۔ ایک دفعہ جب وہ اپنے گھر گیا، تو، ماں باپ نے اسے سخت سست کہا،
اور قوم سے نکال باہر کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اس نے ان کی ایک نہ سنی اور
ناراض ہو کر گھر سے چلا آیا۔ جب یہ واقعہ اس نے سراج سے بیان کیا، تو
سراج نے یہ خیال کر کے کہ مبادا درانداز وں کو، لگانے بجھانے کا موقع مل جائے
اور وہ لالہ کو اپنے پاس آنے جانے سے ہمیشہ کے لیے روک دیں۔ انہوں نے
سمجھایا کہ، میاں تمہارے ماں باپ جب خفا ہوتے ہیں، تو انہیں رنجیدہ

کرنا ٹھیک نہیں، تم ان کا دل مت دکھاؤ۔ اور یہاں بھی دن میں ایک بار آتے جاتے رہو۔ لالہ نے یہ سمجھا کہ سراج کی دوستی میں فرق آگیا، اس لیئے آب دیدہ ہو کر کہا۔ "تم میں دوستی کی کمی ہے۔ میں جان و دل سے تمہارا دوستدار ہوں۔ اور مرتے تک تم سے کبھی جُدا نہ ہونگا"

لیکن چند دنوں کے بعد، اس کی طبیعت ایسی بدل گئی کہ آنا جانا تو درکنار اگر کبھی سراج بھی اس طرف جاتے تو، انجان ہو کر گھر میں چھپ جاتا۔ کچھ دن اس طرح بھی گذرے، آخر لالہ کو سراج کی وہ اگلی وفا یاد آئی۔ اور وہ آکر ان سے عذر خواہ ہوا، اور پہلے سے زیادہ دوستی کا دم بھرنے لگا۔ یہ حالت بھی زیادہ قایم نہ رہ سکی۔ پھر چند روز کے بعد وہ ان سے بیگانہ ہو گیا اور ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا۔

سراج جو دوستی اور محبت کے لیئے پیدا ہوئے تھے، یہ واقعہ ان کے لیئے بے حد شاق گذرا۔ وہ نہایت مغموم رہنے لگے۔ ان کے دوست احباب، ملنے جلنے والے انہیں لاکھ سمجھاتے، لیکن کچھ اثر نہ ہوتا۔ آخر ایک سردار زادہ، صاحب جمال، جو سراج کا گہرا دوست تھا، اور نواب نظام الملک بہادر کی فوج میں ملازم تھا، پالکنڈے کی فتح (۱۱۵۹ھ) کے بعد گھر واپس جاتے ہوئے

سراج سے ملا۔ اور انہیں سمجھا بجھا کر اپنے گھر لے گیا۔ وہ ان کی بڑی خاطر مدارات کیا کرتا، اور ان کی دلدہی میں کمی نہ کرتا، لیکن ان کے غمگین دل کو کبھی واشد نصیب نہ ہوتی۔ ایک روز وہ سیر باغ کے لیئے گئے، اور وہاں سراج ایک درخت کی پیڑ پر گر کر رونے چلانے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر سب ساتھی پریشان ہوئے اور انہیں اٹھا کر گھر واپس لے آئے۔ گھر پہنچ کر، سردار زادے نے ان سے شکایت کی کہ تم اب تک اپنی محبت کا حال مجھ سے چھپاتے رہے، تمہاری آج کی بے خودی محبت کا نتیجہ تھی۔ مجھ سے اپنی بپتا بیان کرو۔ اس پر سراج نے، اوپر کا سارا حال سنایا۔ سردار زادے نے ان کا دل بہلانے کے لیئے کہا کہ "وہ تو بڑا ہی سنگدل ہے، جو آپ کو ایسی مصیبت میں گرفتار کر کے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ میں بھی خوبصورت ہوں۔ اگر میرے ساتھ عہد وفا باندھو تو آرام سے گذر جائیگی۔" اس پر سراج کو بہت طیش آیا، رات کی تاریکی اور بارش کا بھی انہوں نے خیال نہ کیا۔ اور اپنی چھڑی اُٹھا کر، وہاں سے چل کھڑے ہوئے، سردار زادے نے بہت معذرت چاہی لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تکلیفیں اٹھاتے گھر لوٹ آئے۔

یہ واقعات بیان کر کے، وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ یارالٰہا اب تو دنیا کی محبت میرے دل سے دُور کر۔ اور اپنی محبت میں ثابت قدم رکھ۔"

اس میں جو تاریخی حوالے آگئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ سے پہلے کا ہے۔ اسی سنہ میں بالکنڈہ فتح ہوا، قاقشال نے، جس زمانے میں اپنا تذکرہ مرتب کیا، اس زمانے میں سراج کی زندگی اسی طرح لاابالی انداز سے بسر ہوتی تھی۔ اس واقعہ اور سراج کی زندگی کا تفصیل سے مطالعہ کرنے کے بعد، روس کے شہرۂ آفاق قصہ نگار انتون چیخوف، کا وہ مثالی کردار جو اس نے "ڈارلنگ" میں پیش کیا ہے، ہمارے ذہنوں میں تازہ ہوجاتا ہے بعض لوگ دنیا میں صرف محبت کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور محبت کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ محبت ہی ان کے لئے "زیست کا مزہ" ہوتی ہے۔ اور محبت کے بغیر ان کی عمر کٹ نہیں سکتی"۔

۱۱۶۱ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی کا وصال ہوگیا۔ سراج کو ان سے جو ارادت تھی اس کے مدنظر یہ جانکاہ صدمہ ان کے لئے یقیناً بہت تھا۔ فقر و درویشی وہ پہلے ہی اختیار کرچکے تھے، اس حادثے کے بعد، وہ اور بھی گوشہ گزیں ہوگئے۔

اس زمانے میں جب انہیں دنیا سے بہت کم سروکار رہ گیا تھا، انہوں نے اپنے شعری ذوق کی تشفی کے لئے ایک مناسب مشغلہ تلاش کرلیا۔ فارسی شاعری جس کا ذوق ان کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا۔ اب پھر ان کے لئے جاذبِ توجہ

ہی لیکن چونکہ وہ شعر کہنا ترک کر چکے تھے، اس لئے اساتذہ فارسی کے دیوانوں کا انتخاب شروع کیا۔ اور ۱۱۶۹ھ میں اسے مکمل کر کے ایک دیباچہ بھی لکھا۔ جس کا اقتباس شفیق نے اپنے دونوں تذکروں میں پیش کیا ہے۔ اس مجموعہ کا تاریخی نام انہوں نے "منتخب دیوانہا" رکھا۔

"منتخب" کا جو نامکمل مخطوطہ، کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے، اس میں کلام ردیف وار ترتیب دیا ہوا ہے۔ اور تقریباً تمام مستند اساتذہ فارسی کے افکار پر مشتمل ہے۔ جو شاعر اس زمانہ میں زندہ تھے ان کے نام کے ساتھ "سلمہ" یا "سلمہ اللہ" وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ سراج کی طبیعت کا انکسار اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک شعر بھی اس میں نہیں لکھا۔ قدیم زمانے میں ایسے "منتخب" بیاضوں سے بنتے تھے اور "منتخب" کی ترقی یافتہ شکل "تذکرہ" تھی۔ بہت کم تذکرہ نگار ایسے ہونگے، جنھوں نے اپنے کلام کو اپنے تذکروں میں جگہ نہ دی ہو۔ بعضوں نے تو صرف اسی لئے یہ سارا کھیل کھڑا کیا تھا۔

"منتخب دیوانہا" کا دیباچہ جس کا حوالہ جا بجا دیا جاتا ہے۔ کتب خانے کے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ عبدالجبار خاں آصفی نے بھی "چمنستان" اور

گل رعنا سے واقعات اخذ کرکے لکھے ہیں۔

منتخب دیوانہا" غالباً سراج کا آخری کارنامہ تھا۔ اس کے بعد سے سوائے خطوط کے، انہوں نے شاید ہی کچھ لکھا ہو۔ بحرِ طویل میں انہوں نے جو خط لکھا ہے وہ ابتدائی جوش کے زمانے کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔

آخری زمانے میں سراج کی ہستی نہایت مقدس اور بزرگ ہوگئی تھی۔ عوام اور خواص ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ تقریباً سارا شہر ان کا معتقد تھا اور ان کی شاعری اور بزرگی کی شہرت دور دور پہنچ گئی تھی۔ ان کے مریدوں کی تعداد بھی کافی ہوگی، ان کے خاص معتقدین میں ضیاء الدین، تاج الدین، شاہ چراغ کے علاوہ صرف دو ایک نام ہم کو معلوم ہوسکے ہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی ان میں سے جو مشہور تھے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

ضیاء الدین پروانہ، لالہ جے کشن بیجان، مرزا مغل کمتر، میر مہدی متین، مرزا محمود خاں نثار، محمد عطا ضیا، محمد رضا بیگ خاں وغیرہ۔

بیجان کا ذکر "چمنستان" میں موجود ہے[1] شفیق نے ان کی شاعری کی بڑی تعریف کی ہے۔ شفیق کو ان کے متعلق سراج سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ نواب صلابت جنگ کے

---

[1] "چمنستان شعرا" صفحہ

لشکر کے ہمراہ گئے تھے، جس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں چلا۔ پروانہ اپنے زمانے کے معتبر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ "چمنستان" اور "گلِ عجائب" مصنفہ اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی دونوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ سراج کے مرید، شاگرد اور حد درجہ معتقد تھے۔ سراج بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا تخلص "پروانہ" سراج ہی کی رعایت سے اختیار کیا تھا۔ وہ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے، اور اچھے شاعر سمجھے جاتے تھے۔ کمتر اور تمکین کا ذکر بھی شفیق نے کیا ہے۔ تمکین برہان پور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد میر محمد امین، مرزا عبدالقادر بیدل سے تلمذ رکھتے تھے۔

مرزا محمد خاں نثار دیانت خاں کے فرزند اور امانت خاں کے پوتے تھے۔ اور ان کا خطاب نوازش خاں تھا۔ اورنگ آباد کے امرا میں شمار ہوتے تھے۔ شاعری میں بھی اچھی دستگاہ تھی چنانچہ شفیق نے انکے کلام اور ان کی سخن فہمی کی داد دی ہے۔ انہوں نے ایک مثنوی بھی لکھی تھی جس میں جگہ جگہ "بوستان خیال" کے اشعار کی تضمین کی گئی تھی۔ شفیق نے ان کے اشعار کا انتخاب ساڑھے چار صفحوں پر دیا ہے۔

ضیا اچھے شاعر تھے، لیکن شفیق نے ان کی انشا کی بہت تعریف لکھی ہے۔ رضا بیگ خاں رضا کے والد شاہجہاں آباد سے آئے تھے۔ رضا اورنگ آباد میں

پیدا ہوئے اور شاہ سراج سے تلمذ حاصل کیا شفیق نے ان کے اشعار تذکرہ کے لیے انتخاب کرنے سے پہلے، سراج کی خدمت میں بھیج دیے تھے، جتنے شعر انہوں نے انتخاب کیے وہی لکھے ہیں۔

شہرت، عزت اور احترام کے لحاظ سے یہ سراج کی زندگی کا بہترین زمانہ ہے۔ انہیں شاعری میں استادی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا، شہر کے بعض نہایت خوش گفتار شاعر ان کی شاگردی کا دم بھرتے تھے، اس کے علاوہ عالموں، ادیبوں اور شاعروں کے ہر حلقہ میں ان کی عزت ہوتی تھی۔ اس وقت اورنگ آباد میں جو سر برآوردہ اہلِ قلم موجود تھے وہ یا تو ان کے دوست تھے یا ان کے معتقد۔ علامہ غلام علی آزاد بھی ان کے ملنے جلنے والوں میں سے تھے شفیق جو پہلے اپنے آپ کو سراج کا دوست سمجھتے تھے، اب ان کا احترام کرنے لگے تھے "چمنستان شعرا" میں انہوں نے لکھا تھا۔ " دریں ایام بار اقم السطور گرم جوشد و دم از دلسوزی می زند " لیکن چند سال بعد "گلِ رعنا"[1] میں اس نسبت کو وہ اس طرح ظاہر کرتے ہیں " باراقم السطور آشنا بود، و شفقت خاص از سائر الناس بر بندہ مبذول می فرمود "

---

[1] مخطوطہ "گلِ رعنا" ۱۸۳ ۔ کتب خانۂ آصفیہ (فن تذکرہ فارسی)

یہی فرق ان دونوں تذکروں کے اس بیان میں بھی ہے، جس میں سراج کی شاعری کی تعریف کی گئی ہے۔ قائمؔ کا تذکرہ اس وقت لکھا گیا تھا، جب سراج کی عمر ابھی ۳۷، ۳۸ سال کی تھی۔ دس بارہ سال کے اندر اندر سراج کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا تھا۔ وہ لوگ بھی، جو ان کی جوانی کی لاابالی زندگی کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، اب ان کے سامنے خود بخود جھک جاتے تھے۔

اس زمانے میں بھی شعر و سخن سے ان کی دلچسپی کم نہیں ہوئی تھی، اکثر شعرا اور علماء ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور بعض وقت شعر و سخن کی بحثیں بھی چھڑ جاتی تھیں۔ "گلِ رعنا" میں شفیق نے اس طرح کا ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لینے کے باوجود، وہ شعر و سخن کی دلچسپیوں سے دامن نہ چھڑا سکے تھے۔ گو یہ صحیح ہے کہ اس زمانے میں ان کی یہ دلچسپیاں عملی نہیں رہی تھیں۔

اس تمام عزت و تقدس کے باوجود سراج کا یہ حال تھا کہ وہ گھر میں تنہا رہا کرتے تھے۔ صرف دو خدمت گار کام کاج کے لئے مامور تھے۔ کوئی دوست دلسوز پاس نہ تھا۔ ضیاء الدین پروانہ ملازمت کے سلسلہ میں بیجاپور میں مقیم تھے،

شاہ چراغ، احمد نگر میں اور شاہ عبدالرسول، لشکر میں رہا کرتے تھے۔ شاہ تاج الدین بھی ان کے نزدیک نہیں تھے۔ آخری عمر میں مرض بواسیر، ضعفِ معدہ اور اسہال جیسے امراض میں وہ مبتلا رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں وہ پروانہ کو تحریر فرماتے ہیں :-

"از ہفدہ ماہ بواسیر بادی و ضعفِ قوائے رئیسہ، خصوصاً ضعفِ معدہ غالب است، اگرچہ مطابق فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ، خود را بمصلحت حکیمِ حقیقی حوالہ کردہ شد، لاکن بحکم داد مراتب و اداے شانِ عبدیت بطبیبانِ شہر، رجوع آوردہ، موافق مزاج اینہا، بدوا و غذا پرداختہ می آید۔ دو روز اگر قدرے آثارِ شفا مرتب می شود، باز بحکم مصلحتِ حقیقی ہماں دوا بمضرت می پردازد، بہرحال ہر دو صورت خالی از حلاوتِ خاص نیست۔ درینولا باز از یک ہفتہ آثارِ شفا است آئندہ باید دید کہ رضا درچہ کار، و مارا دراں چہ بار۔ ضعفِ بدن بمرتبہ ایست کہ بسیر چوک ہم معذور است[1]"

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۱۳۔

ایک اور خط میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں :—

" فقیر تا حال در ہماں بیماری از مدت یک و نیم سال گرفتار است۔ و ہر روز دوائے حکیماں بعمل می آید سیکے بیماری و دویم تنہائی۔ وکسے دلسوز در خدمت نیست۔ [1]

ایک اور خط میں انہیں کو تحریر فرماتے ہیں :—

" در ہیولا بسبب بیماری تا یک ہفتہ زندگانی بالکل نمود۔ بلکہ راستخوبگے دراں وقت حاضر بودند آنچہ لازمۂ دوستی بود بجا آوردند" خط ۱۵

شاہ تاج الدین کو جو خط [2] لکھا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض وقت مرض کے غلبہ کی وجہ سے' وہ کھڑے ہونے سے بھی معذور ہو جاتے تھے۔

انہیں تکلیفوں کے سبب وہ شاہ چراغ کو' جن سے انہیں بہت انس تھا اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے لکھتے ہیں لیکن غالباً وہ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ بار بار بلانے پر بھی جب وہ نہیں آتے تو ایک دفعہ خفا ہو کر لکھتے ہیں :—

" بتوجہ شما بارے حق تعالیٰ فضل کرد۔ بیماری تخفیف یافت۔ والحال

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۱۴

[2] ملاحظہ ہو خط ۱۲

احتیاج آمدن شما نیست۔ اگر قصد سیر شہر باشد بمبارک است" (خط ۱۵)

اصل میں شاہ چراغ، احمد نگر میں، اپنا رنگ جما رہے تھے۔ مرشد کی مرضی کے خلاف انہوں نے اپنے آپ کو رونق شاہ مشہور کر رکھا تھا۔ جب اس کی خبر سراج کو پہنچی تو انہوں نے باز پرس کی تھی۔ ممکن ہے کہ شرم کی وجہ سے وہ نہ آنا چاہتے ہوں۔ اس لئے آخر میں سراج نے ان کی بیوی لالن جیو یا لالن جی کو لکھا کہ تم شاہ چراغ کا انتظار کئے بغیر، فوراً چلی آؤ۔ (خط ۱۸)

غالباً شاہ چراغ کے نہ آنے کے سبب، سراج نے آخر میں شاہ عبدالرسول کے پاس لشکر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ خط ۱۶ میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں۔

"و فقیر لا علاج الحال عزم جزم دارد کہ پیش رسول خاں صاحب بروم......
اگر آمدن نمی شود جواب صاف بنویسند کہ انتظار آمدن یا جواب شما است۔
فقیر پا در رکاب است"

غالباً وہ آخر دم تک یہیں رہے۔ اور اسی مرض میں بتاریخ ۴ شوال ۱۱۷۷ھ یوم جمعہ کو ان کا انتقال کیا۔ تدفین تکیہ ہی میں عمل میں آئی۔ پروانہ نے مرشد کے مزار پر بعد میں گنبد تعمیر کرایا تھا، جو اب نہایت خستہ حالت میں ہے۔ تکیہ کے اس مکان کو بھی جس میں سراج رہا کرتے تھے۔ پروانہ نے پختہ بنوا دیا تھا، لیکن اب

صرف اس کے کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔ یہ مقام اب "تکیہ شاہ چراغ" کے نام سے موسوم ہے، اور اورنگ آباد میں روہیلہ گلی کے شمال میں نالے کے مرتفع حصّے پر واقع ہے۔ مزار کے چاروں جانب مریدوں اور معتقدوں کی قبریں ہیں انتقال کے وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔

شاہ سراج کے انتقال پر تمام شہر میں سوگ منایا گیا۔ مشہور شاعروں نے ان کی وفات کی تاریخیں لکھیں۔ شفیق نے "گل رعنا" میں اور سبزواری نے "تذکرۂ اولیائے دولت آباد" میں ان میں سے اکثر تاریخیں نقل کی ہیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے جو تاریخ کہی تھی وہ حسب ذیل ہے:۔

شمع شعرا، سراج خوش فکر — در ماتم او سخن سیہ پوش
تاریخ وفات او خرد گفت — ہے ہے مصباح ہند خاموش

آزاد کے بھتیجے، میر اولاد محمد خاں ذکا نے حسب ذیل تاریخ کہی تھی۔

چراغ دودۂ آل عبا سراج الدین — کہ بود روشن از و محفل سخندانی
نمود چارم شوال و صبح آدینہ — بشمع انجمن عمر دامن افشانی
زتیرہ بزم جہان فنا بہ دار بقا — فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکا — سراج بزم ارم را نمودہ نورانی

شفیق کی تاریخ یہ ہے :۔

سید حق پرست معنی سنج — کہ ازو یافت شعر حسن رواج

سال فوتش شفیق کرد رقم — رو بر حسماں بمود شاہ سراج

سبزواری نے شفیق کی ایک اور تاریخ "گل گشت سراج حیف اے دل" اپنے تذکرہ میں لکھی ہے۔ اس کے علاوہ شاہ ضیاء الدین پروانہ کی تاریخ بھی درج کی ہے جو حسب ذیل ہے :۔

مہ سپہر سخن در ۹ ابر پنہاں شد — زمین فکر بظلمات صبر پنہاں شد

ندا رسید ز ہاتف بہ ہمت پروانہ — بگو سراج بہ فانوس قبر پنہاں شد

مرشد کے انتقال کے بعد شاہ چراغ ان کے تکیہ میں آکر فروکش ہوگئے تھے۔ سراج نے عبدالرسول خاں کے پاس جاتے ہوئے جو خط انہیں لکھا ہے اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر میرے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ ہو، تو اپنے قبیلے کے ساتھ تکیہ میں آکر رہ جاؤ۔ چنانچہ نواب نظام علی خاں کے عہد میں، یہ اس تکیہ میں رہا کرتے تھے۔ شاہ تجلی نے "تزک آصفیہ" میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے، پتہ چلتا ہے کہ وہ اس زمانے میں اورنگ آباد کے خرقہ پوشوں میں کافی احترام رکھتے تھے اور شاہ سراج کے مرید اور خلیفہ کی حیثیت سے مشہور تھے۔

"تزک آصفیہ" کی عبارت حسب ذیل ہے :-

"راز دار الدولہ بہادر را کہ از مدتے ولولہ شوق خرقہ پوشی گریباں گیر بود۔ از وقت بیعت بدست شاہ چراغ، مرید سید شاہ سراج الدین، ایں راز دل پوشیدہ در پردۂ کتماں داشت۔ اگرچہ الفی زیر قبا و لنگوٹہ زیر پائجامہ بستہ بہ دربار سے رفتے، مع ذالک نشۂ شوق بدماغش زیادہ تر می پیچید لاجرم ترک لباس دنیاداری کردہ، خرقۂ آزادی بشہادت بعضے فقرا در بر کرد و بنام سراج ثانی در جمیع فقرا معروف گردید" (صفحہ ۴۹)

شاہ ضیاء الدین پروانہ اور خاص طور پر شاہ عبد الرسول چشتی کے کچھ حالات سراج کے انتقال کے بعد معلوم نہیں ہوسکتے۔ پروانہ غالباً مرفع الحالی کی زندگی بسر کرتے رہے، چنانچہ "گنبد اور مکان کی تعمیر سے" جو سراج کے انتقال کے بعد عمل میں آئی اس کا پتہ چلتا ہے۔

شاہ چراغ کے بعد "تکیہ کی تولیت" ان کے فرزند مقبول چراغ کے حق میں منتقل ہوئی۔ مقبول چراغ کے فرزند روشن چراغ نے اس خدمت کو اپنے خلیفہ سید کریم شاہ کے حق میں منتقل کر دیا تھا، جن کے پوتے سید اکبر صاحب اس وقت موجود ہیں۔ انہیں کے فرزند ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے پاس کے دستاویزات

سے یہ حالات معلوم ہو سکے۔ شاہ سراج کی کوئی اولاد وغیرہ نہیں تھی، انھوں نے غالباً تمام عمر تجرد کی حالت میں گذاری۔ اس مسئلہ پر کسی تذکرے یا کسی اور طرح کی تحریر سے روشنی نہیں پڑ سکتی۔ گو ولی کی ایک مسلسل غزل سے اُن کے کسی دوست سراج کی شادی کا پتہ چلتا ہے۔ اور جیسا کہ بعض محققین اس طرف راغب معلوم ہوتے ہیں، شاید یہ سراج، شاہ سراج ہی ہونگے۔ اس طرح کے قیاس کی گنجایش بھی ہے، کیونکہ اگر ولی کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں ہوا ہو تو اس وقت سراج کی عمر ۸ اسال ہو گی۔ ولی کی وہ غزل حسب ذیل ہے :—

ہے حُسن کے نگر میں سجن تجھ کوں راج آج خوش دلبری کا تجھ کوں ملا تخت تاج آج

اس ناز ہور ادا کے تجمل کوں دیکھ کر سب دلبراں نے تجھ کوں دیا ہے خراج آج

پروانہ ہو کے کیوں نہ گرے چاند چرخ سوں فانوس دل میں شوق تیرا ہے سراج آج

وہ شوخ مجھ کوں آکے ملا اس سبب ولی شادی میں اسکی صرف کیا ہوں میں لاج آج

لیکن یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ولی کے دوست یہی سراج تھے۔

اس مسئلہ پر اگر کسی طرح کی روشنی پڑ سکتی ہے تو وہ سراج کے خطوط ہیں۔ ان میں وہ اکثر اپنی تنہائی اور بے کسی کا ذکر کرتے ہیں، ایک خط میں جس کا اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے، انہوں نے صاف یہ لکھ دیا ہے کہ میرے ساتھ گھر میں سوائے

وہ ملازمین کے کوئی اور نہیں رہتا۔ عالم جاذب کے ختم ہونے کے بعد جلد ہی وہ تارک دنیا بھی ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ قیاس شاید بے جا نہ ہو کہ انہوں نے تاہل کے مخمصوں میں اپنے آپ کو کبھی نہیں پھنسایا اور آخر تک تجرد کی زندگی بسر کرتے رہے۔

سراج کی زندگی کے اس حصے کو ختم کرنے اور ان کی شاعری پر نظر ڈالنے سے پہلے، ان کے مشہور معاصرین کا ذکر بھی ضروری ہے، تاکہ ان کی شاعری کو اور اس کے صحیح مرتبہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

میر حسن اور شمالی ہند کے بعض اور تذکرہ نگاروں نے سراج کو آبرو کا معاصر بتلایا ہے۔ دہلی میں اردو شاعری کی ترقی در اصل شاہ ظہور الدین حاتم اور شاہ مبارک آبرو سے شروع ہوئی۔ اسی لئے اردو شاعری کے اولین دور کو انہیں کے عہد سے موسوم کیا گیا ہے، جس طرح اس کے بعد کے زمانے کو میر اور سودا کے عہد سے موسوم کرتے ہیں۔

آبرو اس میں شک نہیں کہ بڑے ذہین انسان تھے، اور سراج الدین علیخاں آرزو جیسے نقادوں کی صحبت میں ان کی تربیت ہوئی تھی، پھر بھی شاعری میں ان کی طبیعت کے پورے جوہر نمایاں نہ ہو سکے۔ ان کے زمانے میں شعری حسن کے

مخصوص تخیل کے سبب بعض تکلفات جیسے ایہام یا استعارہ نگاری کا جو ذوق ہمہ گیر تھا اس کی رعایت نے ان کے کلام کو بلند تر رتبہ کو پہنچنے نہ دیا۔ پھر بھی ان کا شمار اپنے زمانے کے اساتذہ میں ہوتا تھا، میر کو ان کی شاعری بہت پسند تھی۔ سراج کی طرح، ان کے ایک دوست، محمد لطف تھے۔ جن کے نام پر ان کے اکثر اشعار معنون ہیں۔ میر نے اپنے تذکرے میں ان کے جو شعر انتخاب کئے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ ان سے نہ صرف خیالات بلکہ انداز بیان اور زبان پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسمسا ہوا جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیاتی کہئے کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا

بوسہ لبوں کا دینے کہا، کہہ کے پھر گیا پیالہ بھرا شراب کا، افسوس گر گیا
قول آبرو کا تھا کہ نہ جاویگا اس گلی ہو کر کہ بیقرار دیکھو آج پھر گیا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا یہ روٹھ روٹھ چلنا، چل چل کے پھر ٹھٹکنا

یار و ڈرو کمر سے مڑوڑو نہ بھر کے انگ　　آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

گریہ ہے مسکرانا تو کس طرح جئیں گے　　تم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا

شاہ ظہور الدین حاتم، اس عہد کے باکمال استاد ہیں، یہ دہلی کے رنگ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں[1]۔ ورنہ ان سے پہلے ریختہ بطرز ولی لکھتے تھے[2]۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی اور خود اپنی زندگی میں دہلی کی شاعری کے رنگ کو بدلتے ہوئے دیکھ لیا، جس کا باعث یہ خود تھے۔ ان کا ابتدائی کلام قدیم یعنے ولی کے رنگ میں ہے، بعد میں یہ دہلی کی عام بول چال کی زبان میں شعر لکھنے لگے تھے، اسی پر "دیوان زادہ" مشتمل ہے۔ ان کے ابتدائی کلام میں بھی ایہام کا وہ رنگ جو ولی کے پاس بہت ہلکا ہے، کافی گہرا ہو گیا ہے۔ آبرو میں اور ان میں چشمک رہا کرتی تھی اور غالباً اسی وجہ سے میر ان سے ناخوش تھے۔ آزاد نے انہیں طبقۂ اول، دوم اور سوم تینوں کے سر برآوردہ شعرا

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ ادب اردو" رام بابو سکسینہ۔ (اردو) صفحہ ۱۰۲ [2] پنجاب میں اردو صفحہ ۱۳۶

میں شمار کیا ہے۔ ان کے چند شعر "آبحیات" کے انتخاب سے اخذ کرکے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

یار کا مجھ کو اس سبب ڈر ہے شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے
دیکھ سرو چمن ترے قد کو خجل ہے، پاکگل ہے، بے بر ہے
حق میں عاشق کے تجھ لباں کا بچن قند ہے، نے شکر ہے، شکر ہے
مارنے کو رقیب کے حاتم شمشیر ہے، بَبَر ہے، دفتر ہے

یہاں طالعوں سے ملتا ہے پیارا عبث دیکھے ہے زاہد استخارا
کئی عالم کئے ہیں قتل ان نے کرے کیا ایکلا حاتم بچارا

ان اساتذہ کے علاوہ اور دوسرے شاعر جو کم و بیش سراج کے ہم زمانہ تھے مرزا مظہر جانجاناں، شرف الدین مضمون، عبدالحی تاباں، محمد شاکر ناجی مصطفےٰ خاں یکرنگ، اشرف علی خاں فغاں سمجھے جاتے ہیں۔

اورنگ آباد میں اس وقت اتنے عالم، فاضل اور شاعر جمع ہو گئے تھے کہ ان کی تفصیل، ایک ضخیم مضمون کی متقاضی ہے۔ "چمنستان شعرا" کے نصف سے زیادہ شاعر ایسے ہیں، جو اس زمانے میں اورنگ آباد میں موجود تھے، شعرا کے علاوہ

جن کا ذکر ان تذکروں میں نہیں ملتا، منتخب علماء و فضلا کی بھی یہاں کمی نہیں تھی۔ اسی لحاظ سے اورنگ آباد کا یہ عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ علماء اور شعراء کی موجودگی کا اثر، کسی مقام کی علمی فضا کے لئے جس قدر مفید ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن شاعروں اور انشاء پردازوں کے اس منتخب اجتماع میں، سوائے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے، کوئی دوسرا سراج کی شہرت کو نہیں پہنچ سکتا۔ شاہ غلام قادر ساحی جو اس میں شک نہیں کہ استاد کا رتبہ اور تلامذہ کی ایک کافی تعداد اپنے اطراف رکھتے تھے، اور اچھے شاعر بھی تھے، کسی حیثیت سے بھی سراج، کے رتبہ کے شاعر نہیں ہیں۔ عارف الدین خاں عاجز، جن کے متعلق بعض بیانات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سراج کی شہرت سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے، معمولی درجہ کے شاعر تھے، ان کی "مثنوی لعل و گوہر" جو یقیناً "بوستان خیال" کے جواب میں لکھی گئی ہے تیسرے درجہ کی نظم ہے۔ غزل میں بھی ان کا پایہ کچھ ایسا بلند نہیں تھا۔ شفیق، جو سراج کی دوستی کا دم بھرتے ہیں، وہ بلاشبہ اپنے علم و فضل اور شعری قابلیتوں کی وجہ سے اپنے زمانے میں قابل توجہ سمجھے جاتے تھے، اور ان کی مثنوی "تصویر جاناں" ایک نفیس شعری کارنامہ ہے۔ تاہم سراج کا اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ عمر میں جس طرح سراج سے چھوٹے تھے اسی طرح

دل دماغ کی سطح میں بھی بہت نیچے تھے۔

میر تقی میر کا زمانہ بھی سراج ہی کا زمانہ ہے۔ لیکن میر نے بڑی عمر پائی۔ اور شاہ حاتم اور انکے بعد کی تحریکات سے متاثر ہوئے۔ اسی لیئے تذکرہ نگاروں نے انہیں بعد کے دور میں رکھا ہے۔ سراج اور میر کی طبیعتوں میں کئی طرح کی مناسبتیں تھیں، جس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر، آگے کیا جائے گا۔

۳۔ شاعری

سراج کا پایہ اُردو شاعری میں کس قدر بلند ہے، اس کو سمجھنے کے لئے نہ صرف ان کے کلام کی خصوصیات کا جاننا کافی ہے۔ بلکہ ان کے معاصرین سے ان کا مقابلہ بھی، اس پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتا ہے۔ اس کلیات کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ ان کی شاعری حسنِ خیال اور لطفِ گفتار کا ایک ایسا دلنواز مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر زمانے میں شوق سے کیا جائیگا سراج، اردو کے ان شعراء میں سے ہیں جو دماغ سے نہیں بلکہ دل سے شاعری کرتے تھے اور یہ شعرا کا وہ برگزیدہ طبقہ ہے، جس میں ولی، میر، درد، میر حسن، میر انیس، نظیر، غالب، اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ حقیقت میں اردو شاعری کی بہترین روایات انہیں شعراء کی بدولت قائم ہیں۔

ورڈزورتھ کے الفاظ میں اردو شاعری سراج کے لئے "جذبات کا از خود

چھلکاؤ" تھا۔ وہ کسی سے داد حاصل کرنے یا شعراء میں اپنی جگہ پیدا کرنے کے لئے
شعر کی طرف رجوع نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ ہوتا تو ایسے وقت وہ شاعری سے
کبھی دست کش نہ ہوتے، جب ان کی شہرت، احترام کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ
گئی تھی۔ شاعری کا ملکہ ان کی فطرت میں اسی طرح ودیعت کیا گیا تھا، جس
طرح ایک خوشنوا پرندے میں نغمہ سرائی کا ذوق ہوتا ہے۔ یہی چیز انہیں شعر کہنے پر
مجبور کرتی تھی۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان سے شعر کہلاتی تھی۔ جتنی قلیل
مدت کے اندر اندر ان کی شاعرانہ قابلیتوں کا نشو ونما ہوا، وہ اس بات کا
ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اکتساب سے جو شاعر اس فن میں مہارت پیدا
کرتے ہیں، وہ کبھی اس قدر جلد نمود پر نہیں آسکتے۔ ایک طرف فطری لگاؤ اور
دوسری طرف شعراء کے کلام کے وسیع مطالعے نے سراج کے شعری مذاق
اور معیار کو بہت بلند کر دیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ سراج نے اسی فطری دباؤ کے تحت شعر کہنا شروع
کیا تھا، لیکن پھر انہوں نے اس کو اپنے مرتبہ سے کم تر چیز سمجھ کر بہت جلد
ترک بھی کر دیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سراج کا انسانی نفس، ان کے شاعر کے
نفس سے کہیں بلند تھا۔ ان کے ترک شعر کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی شاعری کی

شہرت زیادہ تر علما اور شعراء کے حلقوں تک محدود ہو گئی، اور وہ اپنی روحانی زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل کرتے گئے۔

سراج، اپنے فطری رجحان کے لحاظ سے، داخلی شاعری کے جیسی کہ غزل کی شاعری ہوتی ہے، اسی طرح مالک تھے، جس طرح ولی یا میر ہیں۔ اردو شاعری کو مقبول بنانے میں سراج کا رتبہ ولی سے شاید کم ہو۔ لیکن کسی دوسرے شاعر سے وہ کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس کو ہر دلعزیز بنانے میں جو کام سراج نے دکن میں کیا، وہی میر کی شاعری نے شمالی ہند میں انجام دیا۔ سراج کی شاعری ہر حقیقی شاعری کی طرح اپنی انفرادی خصوصیات کی مالک ہے کہ دو ڈھائی سو سال کی وسیع شعری پیداوار کے باوجود، ان کی شاعری کا رنگ آج بھی سب سے الگ اور ممتاز ہے۔

سراج کے متعلق، میر تقی میر کے ایک مشتبہ بیان پر کہ وہ "شاگرد سید حمزہ" تھے، شمالی ہند کے بعض تذکرہ نگاروں نے، انہیں سید حمزہ کا شاگرد بتلایا ہے۔ چند اور تذکرہ نگاروں نے، اس کی تردید کی، تو بعد کے تذکروں میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا کہ شاید سراج نے سید حمزہ سے تعلیم حاصل کی ہو۔ سراج کے ہم وطن اور معاصر تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ، دکن میں اس وقت تک شاگردی کا وہ سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا، جس کی ابتدا دہلی سے ہوئی۔ وجہی، غواصی نصرتی، ابن نشاطی، ولی غرض کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کسی استاد کے شاگرد انہیں معنوں میں تھے، جن معنوں میں یہ اصطلاح اب عام طور پر رائج ہوگئی ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ سراج نے جن بزرگوں سے واقعی یا معنوی استفادہ کیا تھا اس کے ذکر میں وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ چنانچہ شاہ عبدالرحمٰن کے روحانی فیضان کا ذکر انہوں نے اپنے کئی اشعار میں واضح طور پر باکنایتہ کیا ہے، اسی طرح شاعری میں، وہ ولی سے استفادہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس طبیعت کے انسان سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ اگر کسی سے اس نے شاعری میں استفادہ کیا ہو تو شعر لکھتے وقت، اس کو بھلا بیٹھے گا۔ خصوصاً جب اس طرح کے دوسرے تمام استفادوں کا ذکر کرنے کے لئے وہ گنجائش نکالتے ہیں اور جہاں اس کا موقع ملتا ہے، بخل سے کام نہیں لیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ سراج، ویسے ہی فطری شاعر تھے، جیسے کہ ولی، میر تقی میر غالب، میر حسن یا انیس ہیں۔

شعر میں اگر انہوں نے کسی سے حقیقت میں استفادہ کیا ہے تو وہ ولی ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی زندگی ہی میں ولی کے جانشین کی حیثیت سے شہرت حاصل کر چکے تھے اور یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے اردو شاعری میں نہ صرف ولی کی روایات کو برقرار رکھا، بلکہ اس کو نشو و نما بھی دیا۔ اس میں شک نہیں کہ سراج نے اس "جگت گرو" کا اپنے آپ کو کبھی مدمقابل نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ بعد کے درجے پر قناعت کرتے رہے، تاہم یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کی شاعری اپنا خاص طرز رکھتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ولی کے ذاتی اوصاف، ان کی شخصیت اور ان کے کمال فن نے ان کے معاصرین اور متبعین پر جادو سا کر رکھا تھا، اور ان کے ذاتی اوصاف کے باوجود ان کا شاعرانہ کردار کبھی نظر سے اوجھل نہیں ہوا۔ لیکن سراج کی طبیعت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ ایک ایسے خاموش صناع تھے، جس کو اپنے کمالات کا آپ خود علم نہ ہو۔ طبعاً وہ عزلت پسند واقع ہوئے تھے۔ پھر ان کے روحانی میلانات نے، انہیں نہ صرف اس عالم [illegible] اپنے سامنے کمالات کی پائیداری کے متعلق بہت زیادہ رجائی نہیں بننے دیا تھا۔ یہ ایسے اسباب تھے کہ جن کی وجہ سے ان کی شہرت بحیثیت شاعر کے اپنی پوری وسعت تک نہ پہنچ سکی۔ ولی ایک بحرِ زخار تھے۔ ایک سیلاب رواں تھے، جس کے بہاؤ کی رو میں ہر چیز آ جاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں سراج کی طبیعت ایک

معین رفتار آبجو کی سی تھی، جو خاموشی کے ساتھ اپنا نغمہ سناتی ہوئی گذرتی ہے اور جس زمین پر پہنچتی ہے، اسے گلزار بنا دیتی ہے۔ ولی کی ہمہ گیر اور مغلوب کن ذکاوت کے مقابلے میں، ان کی شاعری کی ایک سرایت کرنے والی خصوصیت جسے وہ خود "سوز" سے تعبیر کرتے ہیں، بے حد نمایاں ہے۔ ان دونوں کی شاعری کے صحیح مقابلہ کے لئے اگر ہم کو الفاظ مستعار لینے کی اجازت ہو تو ہم کہینگے کہ ولی کی شاعری "واہ" اور ان کی "آہ" ہے۔

سراج کے زمانے تک، اس میں شک نہیں کہ ولی کی شاعری کے الفاظ، اسالیب، استعاروں اور تلمیحوں میں تھوڑی سی تبدیلی یا وسعت پیدا ہو چکی تھی، تاہم سراج نے مجموعی طور پر، غزل میں ولی کی روایات کو حتی الامکان قائم رکھا۔ اسی لئے ان تبدیلیوں اور سراج کے ذاتی عنصر کو علیحدہ کر کے دیکھئے تو، دونوں کی شاعری میں بہت کم بنیادی فرق نمایاں ہوگا۔

سراج نے ولی سے کس طور پر استفادہ کیا، اس کا تھوڑا بہت اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ، ولی کی شاعری ان کا مطمح نظر ہونے کے باوجود ان کی بہت کم غزلیں ایسی ہیں، جو ولی کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورت سے زیادہ معنیٰ میں ولی سے متاثر تھے۔

چنانچہ سراج کے کلام میں اس طرح کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ سوائے ولی اور حافظ کے سراج نے کسی کے خیال یا کلام کی تضمین بھی کم کی ہے۔ ذیل میں ہم دونوں کے کلام سے ہم ردیف اور ہم وزن غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کرتے ہیں، جس سے، ان کی خصوصیات کا اندازہ ہو سکیگا۔

ولی	سراج
دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا	گر آرزو ہے تجھ کوں گلزار کا تماشا
نہیں دیکھنا سرج کی جھلکار کا تماشا	کشتی میں چشم کی آ دیکھ آب کا تماشا
اے رشک باغ جنت جب سوں جدا ہوا توں	اے قبلۂ دل و جاں تیری بھنووں کے دیکھے
دوزخ ہے تب سوں مجھ کوں گلزار کا تماشا	زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا
نرگس نمن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت	ہر قطرۂ اشک میں ہے ظاہر جمال مہ رو
آ دیکھ اس انکھاں کے بیمار کا تماشا	پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا
تب سوں ولی کا مطلب جا پیچ میں پڑا ہے	تجھ ہجر کی اگن میں اب ہے سراج بے کل
دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا	آتش میں دیکھ آکر سیماب کا تماشا

ولی	سراج
عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بے حجاب اس کا	چراغ سینہ روشن ہے حسن بے مثال اس کا

بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا
ہوا ہے مجھ کوں شمع بزم یک رنگی سوں یوں روشن
کہ ہر ذرّے اوپر تاباں ہے دائم آفتاب اس کا
کرے عشاق کوں جیوں صورت دیوار حیرت سوں
اگر پردے سوں وا ہووے جمال بے حجاب اس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہ مست سوں جس کوں
خراباتِ دو عالم میں سداں ہے وہ خراب اس کا
میرا دل پاک ہے از بس جلی زنگ کدورت سوں
ہوا جیوں جوہر آئینہ مخفی پیچ و تاب اس کا

کہ چوتھی چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا
صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اس عارض گلگوں پہ خال اس کا
عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر
ہوا یوں جلوہ گر آنکھوں میں قد نونہال اس کا
جدا جب سیں ہوا وو دلبر جادو نظر مجھ سیں
جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا
سراج اے شعلہ رو ہے کون سا سوز نہیں واقف
مجھے کیا پوچھنا ہے پوچھ پروانے سیں حال اس کا

گر چمن میں چلے وہ رشکِ بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار
یاد تجھ خطِ سبز کی اے شوخ
زخم دل پہ ہے مرہم زنگار
جن نے دیکھا ہے اس پری رو کوں

تجھ سیں تجھ عشق نے لیا یکبار
طاقت و عقل و صبر و ہوش قرار
دل نے میرے کیا ہے اسے گلرو
یاد تجھ زلف کی گلے کا ہار
رُخ تیرا نسخۂ گلستاں ہے

صورت ہوش سوں ہوا بیزار
تجھ درس کے خیال میں دائم
مثل نیساں ہے چشم گوہر بار
بسکہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست
خانۂ دل ہوا ہے آئینہ دار
اے ولی اس میں حرف ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مست جلوہ دیدار

ہے خطِ سبز جدول زنگار
کھل گئے اس کی زلف کے دیکھے
پیچ دستار واعظِ مکار
پردۂ چشم دل اگر وا ہووے
مظہر دوست ہے در و دیوار
شوخ آئینہ رو کے دیکھے بن
ہو گیا ہے سراج جل کے غبار

اپس گھر میں رقیباں کوں نہ دے بار
چمن میں کام کیا ہے خار و خس کا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں
نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

غرض ولی اور سراج کی شاعری میں زبان، اسلوب بیان، اور خاص طور پر رنگ تغزل، بے تکلفی، بے ساختگی، اور سلاست کی بہت سی خصوصیات جہاں مشترک ہیں، وہیں ان کے اپنے مخصوص لہجے جدا جدا ہیں۔ ولی کے پاس جو چیز رنگینی، قطعیت اور ہمہ گیر ذکاوت کی شان میں ظاہر ہوتی ہے۔۔۔ وہی چیز سراج کے

پاس، درد اور سوز گداز کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ سراج کی معمولی معمولی باتوں میں بھی ایک سوز اور ایک دل کو موہنے والی کیفیت موجود ہے۔ مثلاً ایک شعر میں وہ اپنے محبوب کو اپنا احوال سنانا چاہتے ہیں۔ اس کو مخاطب کرنے کا انداز قابل دید ہے۔

اے جان سراج ایک غزل درد کی سن جا مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا

کہو اس لالہ گلزار جاں کوں کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

چند اور اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔

گھٹا غم، اشک پانی، آہ بجلی برستا ہے عجب برسات تم بن

ایک دن نین جھبرو کے کی طرف سیں گزرو مردم چشم ہے بیتاب میری آنکھوں میں

ارے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی قیامت کل کوں آتی ہے عمل کر لے تو کل جاتا

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

ایک شعر میں اپنی ناکامی کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشانیاں

ان کی شاعری مجسم درد ہے اور اس حقیقت سے وہ بخوبی واقف تھے۔

چنانچہ جا بجا اس کا اظہار کرتے ہیں ۔ مثلاً

ناز ل سیں مجھ کوں دیا درد صانعِ تقدیر   میرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں   آشنا نہیں دوست نہیں ہمدم نہیں

عالمِ دیوانگی کیا خوب ہے   بے کسی کا واں کسی کوں غم نہیں

کسی کوں رازِ نہاں کی خبر نہیں   ہمارے درد کوں کم جانتے ہیں

طبیباں پاس جاناں دردِ سر ہے   جگر کے درد کوں کم جانتے ہیں

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے   وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

یہ درد و سوز میر کے کلام کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے لیکن ان کا مخصوص نغمہ "یاس" ہے ۔ اور وہ اس مضمون کے بادشاہ ہیں ۔ اس کے مقابلے میں سراج کے پاس ایک احساس قناعت، تسلیم و رضا، سپردگی بلکہ درد میں لذت کی چاشنی موجود ہے ۔ شکایت یا انتقام کا جذبہ ان کے دل میں کم پیدا ہوتا ہے ۔ غرض سراج کے کلام کا مطالعہ کرنے والا، سب سے زیادہ جس کیفیت کو محسوس کرتا ہے، وہ ان کا درد آگین انداز ہے اور یہ خصوصیت نہ صرف ان کی غزل میں موجود ہے بلکہ ہر صنف کلام کا بھی نمایاں وصف ہے ۔ جو لوگ نام کے اثرات کے قائل ہیں، وہ اس سوز کو شاید "سراج" کے تخلص کا نتیجہ سمجھیں ۔ ان کی

ایک مثنوی کا عنوان ہی "سوز و گداز" ہے ۔ یہ در اصل سراج کی متصوفانہ اور روحانی زندگی کا مسلک تھا ۔ اور یہی ان کی عین حیات تھی ۔ اس کے ساتھ ساتھ صبر و قناعت کا جو احساس، ان کے کلام میں جاری و ساری نظر آتا ہے ۔ اُس سے اِس کا اثر بہت بڑھ جاتا ہے ۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں ۔

اپنی قسمت کے غم و رنج میں شاکر ہوں سراج　　جو منجم نے ازل کے مری تقویم کیا

اس سلسلہ میں میر کے مشہور شعر بھی پڑھنے کے قابل ہیں

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاروں کی　　چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

یاں کے سفید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے　　رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

واقعہ یہ ہے کہ سراج "سراپا رہن عشق" تھے ، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہستی، محبت کے سوا اور کچھ نہیں ۔ عشق، برق جاں سوز ہے لیکن یہ سوز لذت سے خالی نہیں ۔ اسی لئے انہیں اس سودے میں "حاصل" کا کبھی افسوس نہ ہوا ۔ بلکہ اس برق جگر سوز کی روشنی میں انہیں حقیقت عالم نظر آگئی جیسا کہ ایک شعر میں فرمایا ہے ۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم　　آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

اس ایک حادثہ نے انہیں دنیا کے تمام حادثات سے مصئون کر دیا تھا ۔

اس کوں آفات حوادث سیں نہیں آسیب کچھ — جس کوں تعویذ گلوئے دل ہوا طومار عشق

محبت کے جذبے کے غیر اختیاری ہونے کا بھی انہیں پورا یقین تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے — دل حشر میں کس مونہہ ستی فریاد کرے گا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں — آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا

عشق کی بدولت جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ انہیں وہ عاشق کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ سہ

تڑپناں تلملاناں غم میں جلناں خاک ہو جاناں — یہی ہے افتخار اپنا یہی ہے اعتبار اپناں

لیکن یہ کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک محبت واقعی اور سچی نہ ہو۔

بہت محال ہے ہوناں سراج کے مانند — برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی لاف کرو

میر اور سراج کے کلام کا سرسری طور پر مطالعہ کرنے والا بھی یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اردو کے یہی دو شاعر ایسے ہیں جن کی فکر کے سانچے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ بعض وقت یہ شباہت اتنی قوی ہو گئی ہے کہ ان کے اشعار میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ خیال کا توارد شاید غیر معمولی بات نہیں لیکن جب خیال کے ساتھ الفاظ اور اسالیب بھی ایک سے ہونے لگیں تو پھر یہ بات اتفاقی نہیں رہتی، بلکہ اس کی تہ میں کسی نفسیاتی یکسانیت کا موجود

ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ سراجؔ اور میرؔ کے پاس بعض خاص خاص مضامین ایک طرح پر بندھے ہیں اور کہیں کہیں تو نہ صرف مصرعے، بلکہ اشعار بھی ایک ہو گئے ہیں۔ ذیل میں دونوں کے کلام سے چند ہم ردیف غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کیے جاتے ہیں، ہماری شاعری میں، قافیہ بڑی حد تک شعر کی صورت کو تشکیل دینے والا ہوتا ہے۔ ان اقتباسات سے دونوں کی فکر میں مشابہت کا اندازہ کرنے میں مدد ملے گی۔

میرؔ	سراجؔ
مُنہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا	عشق نے خوں کیا ہے دل جس کا پارہ لعل اشک ہے تس کا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا	چشم ساقی کے وصف لکھتا ہوں نے قلم ہات شاخ نرگس کا
شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے دل ہوا ہے چراغ مفلس کا	تم نے پائے ہو حسن کی دولت پوچھتے کب ہو حال مفلس کا
تاب کس کوں جو حال میرؔ سنے حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا	بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراجؔ نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

تجھ جدائی میں اے بہار مراد
خوب لگتی نہیں چمن کی یاد

نظر آیا ہے قد ترا مجھ کوں
سرو آزاد گلشن ایجاد

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

دل ہمارا ہے مرغ دست آموز
رحم لازم ہے اس پہ اے صیاد

آتش عشق نے صنم کی کیا
خاکساروں کی آبرو برباد

کیا ہوں سیر حسن و دل کی یکرنگی کا گلشن میں
عوض بلبل کے برگ گل پڑے تھے آشیانے میں

ہوئی جوش محبت سیں زباں بند
صنم کا درمیاں جب نام آیا

میرے سنگ مزار پر فرہاد
رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد!

موند آنکھیں سفر عدم کا کر
بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد

ہم سے بن مرگ کیا جدا ہو ملال
جان کے ساتھ ہے دل ناشاد

ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز
باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم
خاک کس دل جلے کی دی برباد

کر سیر جذب الفت گلچیں نے کل چمن میں
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

یہ اقتباسات بہت مختصر ہیں۔ حقیقی مناسبت کا اندازہ وسیع تر مطالعے کے بغیر ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں چند ہم مضمون اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

سراج	میر
دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں کیا خاک میں ملی ہیں مری جانفشانیاں	ظلم و ستم سے خون کیا پھر دبا رہا برباد کیا گئی ہیں مری جانفشانیاں مارا بھی ان نے سان کے غیروں میں مجھکو میر کیا خاک میں ملائیں مری جانفشانیاں
گوہر اشک سب سمائے ہیں آج دامن وسیع میرا ہے	فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا آج دامن وسیع ہے اس کا
جس پھول نے ترے سیں کیا دعوے جمال وو پائمال آفت باد خزاں ہوا	چمن میں گل نے جو کل دعوئے جمال کیا جمالِ یار نے منہ اس کا خوب لال کیا
حالِ دل اشک و آہ سے پوچھو نہیں غلط دو گواہ سے پوچھو	اس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو دل ہی جانے ہے آہ مت پوچھو

دلِ آشفتہ کا مرے احوال	تو گرفتار دامِ زلف اس کا
اپنی زلف سیاہ سیں پوچھو	ہے یہی روسیاہ مت پوچھو
لشکرِ عقل کیوں کیا غارت	ہینگے برگشتہ وے صفِ مژگاں
بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو	پھر گئی ہے سپاہ مت پوچھو
روشنی اس جمالِ روشن کی	کہیں پہنچوگے بے رہی میں بھی
تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھو	گمرہاں یوں یہ راہ مت پوچھو

ان غزلوں کا انداز کس قدر ملتا جلتا ہے، جن کے چند شعر یہاں نقل کئے گئے ہیں۔

سراج	تیر
محراب بیچ سجدہ ریائی ہے زاہدو	شیخ جی آؤ مصلےٰ گرو جام کرو
ان ابروؤں کوں دیکھ کے قامت کوں خم کرو	جنس تقوی کے تئیں صرف مئے خام کرو

نوبہار آمد رفیقان عزم سیرِ گل کنید	صوفیاں خم وا ہوئے ہیں ہاتھ آنکھیں وا کرو
چادرِ مہتاب نذرِ تربتِ بلبل کنید	ابر آیا زورِ غیرت تم بھی کچھ پیدا کرو
نسخہ گر آرزو دارید از زلفِ رخش	مستی و دیوانگی کا نسخہ ہے بازار میں

مسطر جزوِ گل از تار رگ سنبل کنید | پائے کوباں دست افشاں آن کر سودا کرو

خندۂ دنداں نما لازم نہیں اے سحرِ حُسن | مت ڈھلک مژگاں سے اے آتوا بے سرشک آبدار

نہیں تو اب جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب | مفت میں جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب

دیوانے کوں مت شورِ جنوں یاد دلاؤ | مجھ دیوانے کی مت ہلا ا زنجیر

ہرگز نہ سناؤ اسے زنجیر کی آواز | کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

سراج کے اس شعر کا مقابل در اصل میر کا یہ مشہور شعر ہے ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو | ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

سراج	میر
ہم فقیروں پر ستم جیتے رہو	ہم فقیروں سے بے ادائی کیا
خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم	آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

سراج کی شاعری کا دوسرا نمایاں عنصر بے ساختگی اور ادائے مطلب میں بے حد سادگی ہے۔ بعض وقت یہ سادگی ہم کو نامانوس اور غیر رسمی سی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اولین شعرا کے الہام کا ماخذ راست حقائق حیات تھے۔ بعد کے شاعر انہیں سے استفادہ کر کے زبان اور اسالیب سنوارنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ ہماری شاعری کا ارتقا، موضوع شعر اور

خیالات میں اتنا نمایاں نہیں ہے' جتنا زبان اور اسالیب میں ہے۔ اس طرح سادگی کی خصوصیت سراج ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' بلکہ ابتدائی دور کے کم و بیش تمام شعرا کے کلام کا یہ مشترک وصف ہے۔ لیکن غزل میں سادگی جہاں حسن اور لطافت کی حد کو پہنچ گئی ہے' وہ ولی' سراج اور میر کا کلام ہے۔ ولی کے مقابلے میں سراج اور میر کے پاس لطیف صناعی کا اثر بھی کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ میر کو اپنے معیار درست کرنے کے لیے کافی عرصہ میسر آسکا۔ اس لئے ان کا طرز ایک حد تک جدید معلوم ہوتا ہے اسی لئے تذکرہ نگاروں نے میر کو سراج کے بعد کے شعرا میں رکھا ہے۔ ذیل میں سراج کے کلام سے ایسے اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن میں خیال زبان اور اسلوب کی سادگی پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ انہیں میں اکثر اشعار سہل ممتنع بھی ہیں' الفاظ کی سادگی کے باوجود کلام میں جو ترنم ہے وہ بھی اس کے لطف کا بڑی حد تک ضامن ہے۔

یا تو گلزار آپ ہو جاناں　　یا کسی قلب [illegible] کے ہو جاناں

اے دل اس کی دوستی تجھ کو نہ کرنا تھا کیا　　جو کیا اس کا [illegible] اٹھانا تو [illegible] مرے

نازک بدن سیں مست مل کئی بار میں کہا ہوں　　جا سن تری نوشی ہے [illegible] ہونا

یار تھا غمخوار تھا رنج و بلا میں بار ہا　　ہر طرح ناز دل بیتاب کھینچا چاہیے

ترے لعل لب میں ہے آبحیات　　پھر اجستجو میں سکندر عبث

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں　　میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں

یہ عجب ہے کہ دن کوں تاریکی　　رات کوں آفتاب دیکھا ہوں

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن　　کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

اثر اُس کلام کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے، جس میں حسین سادگی اور درد کی کسک موجود ہو۔ اسی اثر کی بدولت سراج کی غزلیں، ان کی زندگی میں اور آج تک بھی صوفیوں کی مجلسوں میں اور سرود و سماع کی محفلوں میں گائی جاتی ہیں۔ ان کے کلام میں کس بلا کا جادو ہے اس کا اندازہ وہ لوگ اچھی طرح کر سکتے ہیں جنہوں نے ان کی غزلوں کو محفلوں میں گاتے سُنا ہے۔ عبدالجبار خاں آصفی کے بیان سے بھی اس پر تھوڑی بہت روشنی پڑ سکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"(سراج) ہفتہ میں ایک روز محفل سماع (منعقد) فرماتے تھے، اس میں شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال اور گویئے آپ کی غزلیں سناتے تھے، کبھی سامعین کو رلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں تڑپتا تھا کوئی وحدت کے دریا میں ڈوبتا اُتھتا تھا۔"[1]

---

[1] محبوب الزمن ص ۴۸۵۔

سراج کا متصوفانہ کلام اور خاص طور پر وہ غزل جس کا مطلع ہے۔

"خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی"

سماع اور سرود کی محفلوں کی جان ہے۔ جب یہ گائی جاتی ہے تو کیا صوفی اور کیا مولوی سبھی پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ غزل ہندوستان بھر میں مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب بعض وقت دوسرے شعرا کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے[1]۔ حالانکہ یہ غزل سراج کے تمام مستند دیوانوں میں موجود ہے اور ان کے زمانے کے تذکروں سے کر آج تک بھی اس کے مختلف شعر انتخاب کئے گئے ہیں۔ لچھمی نارائن شفیق نے اپنے وسیع انتخاب میں ایک شعر اس غزل کا بھی درج کیا ہے۔ شفیق سے بڑھ کر اس کی سند اور کیا ہو سکتی ہے۔

غزل کی شاعری میں ایسے شاعروں کے کلام میں بھی جو اخلاق کا لحاظ کم رکھتے ہیں کچھ نہ کچھ اشعار اخلاق سے متعلق ضرور آ جاتے ہیں۔ خواہ وہ غزلیہ خلاف ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں سراج کی زندگی کا ایک بڑا مقصد ارشاد و ہدایت تھا گو اس وقت یہ چیز نمایاں نہیں تھی لیکن بہر حال یہ ان کی سرشت میں داخل تھی

[1] ملاحظہ ہو مجموعہ نغز اور "گلشن بے خار"۔

اسی لئے ان کی شاعری میں ایسے اشعار ہیں ان کے متصوفانہ رجحانات نے ایک رفعت سی پیدا کر دی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

دو رنگی خوب نہیں یک رنگ ہو جا | سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

اس شعر میں شعری لطف کے علاوہ سادہ بیانی اور عمومیت کی جو خصوصیات موجود ہیں، ان کے سبب یہ شعر بہت مشہور ہو گیا ہے۔

یار جانی تو زمانے میں نپٹ نایاب ہے | کیجئے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجئے
تکیۂ مخملی سرھانے رکھ | لیکن آنکھوں میں اپنے خواب نکال
کام جاہل کا ہے سخن چینی | اے سراج اس کوں توں جواب دے
مینائے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات | جیوں دور جام دور فلک بے درنگ ہے
طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک | خیالات جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کر یاں

اس آخری شعر کا انداز بتلا رہا ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی معمولی دل و دماغ کا انسان نہیں ہو سکتا۔

اخلاقی شاعری در اصل حکیمانہ طبیعت اور فلسفیانہ غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کسی شاعر کی بساط میں جب تک اس کا سرمایہ نہ ہو، نہ تو وہ اچھی اخلاقی شاعری پیش کر سکتا ہے اور نہ اس کی فکر میں گہرائی، اسالیب میں ندرت اور مجموعی

طور پر اس کے کلام میں انفرادیت پیدا ہو سکتی ہے ۔ اس نقطۂ نظر سے سراج کی شاعری، اردو غزل کے بہترین فلسفی شعرا کی مدمقابل ہے ۔ حکیمانہ غور و فکر کا نشو و نما عموماً عزلت پسندی کا لازمی خاصہ ہوتا ہے ۔ اردو شعرا میں سراج کی سی بے تعلق زندگی، بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی ہوگی ۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سراج نے حیات کے اکثر مسائل پر غور کیا تھا، اور اکثر امور کے متعلق اپنی ذاتی رائے رکھتے تھے ۔ غزل گو شعرا میں غالب کا کلام اس خصوصیت کی بدولت ممتاز ہے ۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض حقائق جن پر سراج نے اظہار خیال کیا ہے، غالب نے بھی ان کو باندھا ہے اور اکثر جگہ دونوں کا زاویۂ نظر ایک سا ہے ۔ مثلاً سراج نے ایک شعر میں اس زندگی کو خواہ وہ کیسی ہی کچھ ہو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے، کیونکہ بہت جلد یہ نمود بھی باقی نہیں رہیگی ۔

مینائے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات — جیوں دورِ جام دورِ فلک بے درنگ ہے

غالب فرماتے ہیں ۔

نغمہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے — بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایک دن

گردش زمانہ سے متعلق سراج کا ایک شعر ہے ۔

ہمیشہ دورِ عالم مختلف ہے — کہ ہے گردش میں ہر دم فلکِ اطلس

غالب نے اس خیال کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

عمر کی رواروی کو سراج نے ایک شعر میں باندھا ہے۔

آبِ رواں ہے حاصلِ عمرِ شتاب رو دہرِ فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

غالب اپنے خاص انداز میں اسی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

غالب کا ایک مشہور شعر ہے۔

میں گیا بھی وہاں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب تھی دعائیں یاد جتنی صرفِ درباں ہو گئیں

اس شعر پر تنقید کرتے ہوئے مولانا حالی نے گالیوں کے جواب میں دعائیں دینے کے پرلطف خیال کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ سراج نے اس خیال کو ساٹھ ستر سال پہلے ایک سے زیادہ اشعار میں باندھا ہے۔ مثلاً

عوض نقدِ دعا کے مفت ہے دشنام اس لب سے

ارے دل عشق کے سودے میں پھر نکلا ہے [illegible] کچھ

فارسی میں بھی یہ خیال اس طرح ادا کیا ہے۔

در شہرِ حسن و عشق رواجے دگر بود دشنام می دہی و دعا می کنیم ما

سراج کی ایک فارسی غزل (ردیف ز عـا) اور غالب کے پہلے دونوں قصیدوں میں خیالات اور اسالیب کے لحاظ سے کس قدر مشابہت ہے، اس کا اندازہ ان کو پہلو بہ پہلو رکھ کر مطالعہ کرنے سے ہو سکے گا یہ دونوں حضرت علی کی منقبت میں ہیں ان کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

سراج	غالب
یا علی ذات تو در اصل حقیقت مظہر	نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
مظہر کل عجائب و غرائب بہ مجاز	یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قریں
تابع مرضیٔ تقریر تو حرف تقدیر	جلوہ پرداز ہو نقش قدم اس کا جس جا
بندۂ سحر لب لعل تو شخص اعجاز	وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امیں
بچہارم فلک از نور تو اعجاز مسیح	کف ہر خاک بہ گردوں شدہ قمری پرواز
بسر طور ز نام تو موسیٰ آواز	دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار
ذوالفقار تو بود ابروے پیشانیٔ قدس	برش تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چرچا
نقش در سیرت مردمک دیدہ راز	قطع ہو جائے نہ سررشتۂ ایجاد کہیں

مرتب اوراق ہذا نے سراج کے کلام کا جو انتخاب "سراج سخن" شائع

کہا تھا اس کو پڑھ کر حضرت داغ کے ایک مشہور شاگرد نے جو داغ کے دبستان کے اس وقت باقیات الصالحات سمجھے جاتے ہیں، مرتب سے فرمایا تھا کہ غالب کا رنگ آپ پر مسلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو، لیکن مرتب کو یقین ہے کہ سراج کے کلام کا مطالعہ جو شخص محض اس نقطہ نظر سے کریگا۔ اسے سادگی کے درمیان جگہ جگہ ایسے اشعار ملیں گے جن پر غالب کی طرزِ فکر کا دھوکا ہوگا۔ اور وہ شاید یقین کریگا کہ غالب کی نظر سے سراج کا کلام ضرور گزرا ہوگا۔ تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں، مختصر طور پر جب ہم غالب کے مخصوص انداز کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب، فکر کی ندرت اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے نفیس اور بلیغ ترکیبوں کا وضع کرنا ہوتا ہے اس نقطۂ نظر سے سراج کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکزِ خوبی
ہے نقطہ دہنِ تنگ پرکارِ تبسم

ہے دل مرا گُل رعنائے فصلِ غیر مقرر
کبھی خزانِ تغافل کبھی بہارِ تبسم

عالم آب ہے سیرابیٔ گلزارِ جنوں
خطِ ساغر رگِ برگِ گلِ سودا سمجھو

تپشِ دل ہے مجھے شاہدِ مقصود کا وصل
پیچشِ دودِ جگر زلفِ چلیپا سمجھو

چشمِ عبرت سے تماشائے جہاں کرتا ہو
خاک در خاک ہے یہ انجمن گل در گل

رخسار پر صنم کے جو خال سیاہ ہے دو مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

خیال نرگسِ ساقی سیں دل ہے لرزش میں ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ مدام شراب

اس مشابہت کا ایک سبب مرتب نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک توجیہ یہ ہے کہ سراج اور غالب دونوں نے مرزا بیدل سے الہام حاصل کیا تھا۔ چنانچہ طرزِ فکر کے علاوہ بیسیوں الفاظ اور ترکیبیں سراج کے کلام میں ایسی ملتی ہیں، جو آج غالب کے ساتھ مخصوص سمجھی جاتی ہیں، مثلاً سبک روحانِ معنی، خار گراں جاں، فکر شرر افشانی دل، کاکلِ خم بخم، بلائے جانِ ہر نخچیر، چراغانِ فراق، شکستِ موج، تو ہے افشانی لب پانیا، حسن گل فریب، خانۂ زنجیر، بستۂ زلف گرہ دار وغیرہ ان ترکیبوں میں ادائے مفہوم کی وہی ندرت پوشیدہ ہے جو غالب کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً "فکر شرر افشانی دل" سے سراج کی مراد ہے دل میں آگ کے شعلے جو بھڑک رہے ہیں ان کے فرو کرنے کی تدبیر۔ "چراغانِ فراق" آگ جو جدائی میں بھڑک رہی ہے "شکستِ موج" پانی کی سیدھی لہروں میں جو ایک سی اور ... ہے جو کبھی پیدا ہو جاتی ہے۔

سراج اور غالب کا ایک مشترک رجحان تصوف ہے۔ میر درد کو مستثنیٰ کر کے، حالی نے تمام اردو شاعروں میں، غالب کو حقیقی متصوفانہ ذوق رکھنے

شاعر سمجھا ہے۔ اس میں مبالغہ بھی نہیں ہے کیونکہ غالب کچھ تو فطری میلان طبع کی وجہ سے اور کچھ زمانے کی ستم ظریفیوں سے بد دل ہو کر تصوف کی طرف رجوع ہو گئے تھے اور تصوف مایوس قلوب کا بڑا سہارا ہوتا ہے نہ صرف ذہنی بلکہ حقیقی سہارا۔ ہماری فلسفیانہ ذہنیتیں فطرتاً ہمیشہ اس طرف ڈھلتی رہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ حالی کے پیش نظر ولی اور سراج کا کلام نہیں تھا ورنہ وہ ان کو کبھی نہ بھلا سکتے۔ سراج کے کلام میں ولی سے بھی زیادہ متصوفانہ رجحان کارفرما ہے۔ ولی کی زندگی کا بڑا حصہ صوفیوں کی صحبت میں گذرا تھا۔ لیکن سراج کی یہ عین زندگی تھی، اور اسی پر ان کی شعوری زندگی کی ابتدا، اور انتہا ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری متصوفانہ رنگ میں ایک امتیاز رکھتی ہے۔ ان کی متصوفانہ شاعری میں بھی، عشقیہ اور غنائی شاعری کی پوری گھلاوٹ موجود ہے۔ سراج کا شمار بہ حیثیت مجموعی اردو کے غنائی شاعروں میں ہوتا ہے، لیکن ان کی شاعری کو اس نوع کے دوسرے شعرا مثلاً ایک طرف ولی اور دوسری طرف میر تقی میر سے جو چیز ممیز کرتی ہے، وہ تصوف ہے۔ عام شعرا کے پاس تصوف، شعری مضامین میں سے ایک مضمون ہوتا ہے جس کے متعلق شیخ علی حزیں نے کہا تھا کہ "برائے شعر گفتن خوب است" اس کے برخلاف سراج کے لئے یہ حقیقت تھی۔

سراج کا تصوف، بندِ خانقاہ صوفی، اور طالبِ جنت زاہد سے بالکل جدا ہے، جس میں نفسانیت، خوف یا نفع اور نقصان کے کاروباری احساس کو دخل ہوتا ہے۔ ان کا تصوف صاحبِ دل کا تصوف ہے جس میں مطلوبِ حقیقی حسنِ مجسم ہے۔ جس عبادت میں محبت نہ ہو وہ اُسے "زہد" سے تعبیر کرتے ہیں اور لطیف پیرایہ میں اس کا خاکہ اڑاتے ہیں۔

اے زاہد و تمہیں فردوس کی تمنا ہے   ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے

ایک جگہ کہتے ہیں کہ زاہد خشک محبت کے ناقابل ہے۔

زاہد خشک کوں شراب نہ دے   آب دے خار و خس کوں آگ نہ دے

مذہبِ زاہد اس سے برتر ہے   عاشقِ پاکباز کا مشرب

چاہیے زاہدوں کوں حجرا تنگ   باغ عاشق ہے وسعت مشرب

ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ عشق کے سامنے زہد کے پیر بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔

زلف کافر سیں لگی بہنے نسیم مشک بو   زاہد و باد خزاں ہے گلشن ایمان کا

اگر مسجد میں اے زاہد و دست نسیم خواب آوے   ترے ہر دانہ تسبیح سیں بوئے شراب آوے

سنا ہے جب سیں تیرے عشق کا شور   لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

غرض سراج کی شاعری کی پوری اہمیت کو سمجھنے کے لیے یہ ذہن نشین رکھنا

ضروری ہے کہ انہوں نے تصوف کو بعض دوسرے فارسی اور اردو شعراء کی طرح کبھی تفریح طبع کا ذریعہ نہیں جانا۔ ان کے لیے یہ حقیقت تھی اور یہی وجہ سے ان کی متصوفانہ شاعری میں وہ لطف اور گھلاوٹ پیدا ہو سکی، جو شاید کہیں اور مشکل سے نظر آئے۔ بقول مولانا احسن مارہروی "سراج تمام مظاہر قدرت کے جلوؤں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں"۔

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے سراج اب دیدۂ واسیں صمد دیکھا صنم بھولا

کچھ تو مرشد برحق کی رہبری سے اور زیادہ تر، اپنے ذاتی لگاؤ کی وجہ سے، وہ سلوک کے مراحل جلد جلد طے کرتے گئے اور ہر مقام پر جو نئے مکاشفات ہوتے، شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ ان کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کی شاعری ایسے اشعار سے بھری پڑی ہے، جن میں وہ اپنے مخصوص صوفیانہ عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔ ایک شعر میں خداوند عالم کے اس عالم سے علیحدہ نہ ہونے کے خیال کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

نور جاں فانوس جسمی سے جدا کب ہے سراج شعلہ تار شمع سبب کہتا ہے من حبل الورید

صوفی کی نظر میں یہ عالم اگر کچھ ہے تو وہ محبت کا کرشمہ ہے۔ اس میں رہ کر جو محبت کا ذوق نہ پیدا کرے، وہ کور ہے، بے حس ہے۔ اور اگر وہ مرتاض ہے تو

زاہد خشک ہے۔ یہاں کی ہر محبت، دل و دماغ کی تربیت کرکے حقیقی محبت کے لئے راہ ہموار کردیتی ہے۔ یہ سراج کا غیر متزلزل عقیدہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

ہرگز نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی   جس نے مزہ چکھا نہیں عشق مجاز کا

زندگی کا کمال محبت ہے اور زندگی کی تکمیل محبت سے ہوتی ہے۔

ارے شرابِ خرد کے کیفی نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی
مئے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہے گا

عقل و محبت کے بارے میں یہی عقیدہ اقبال کا بھی تھا، جس کے اظہار کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ سراج کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے ہیں، جن میں عقل کو محبت کے مقابلے میں ادنیٰ تر بتلایا گیا ہے۔ ان دونوں کے بعد کو سراج نے ایک جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اگر خواہش ہے تجھ کوں اے سراج آزاد ہونے کی   کمند عقل کوں اپنے گلے کا ہار مت کیجو

محبت سراج کی نظر میں وہ چیز ہے کہ جس کو حاصل ہو جاتی ہے، کائنات کے سارے راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم   آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جو کیفیات طاری ہوتے ہیں۔ ان کا تھوڑا

اظہار بھی اس عالم میں ایک ہنگامہ برپا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس خیال کو استعارے کے پیرایہ میں کس لطف سے ادا کیا ہے۔

خدا جانے اٹھے کیا دھوم میخانے میں عالم کے　　اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

سراج نے عشق و محبت کے مشرب کو زاہد خشک کی شریعت کے نقطہ نظر سے جگہ جگہ کفر سے بھی تعبیر کیا ہے ؂

کہتے ہیں تری زلف کوں دیکھ اہل شریعت　　قربان ہے اس کفر پر ایمان ہمارا

اگر ثابت ہے اے دل کفر میں توں　　قیامت میں بھی اقرار کر ناں

سالک کی نظر سے جب امتیازات ظاہر کے پردے اٹھ جاتے ہیں تو اس کی نظر میں "من و تو" اور شیخ و برہمن کے فرق ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اس خیال کو کس شاعرانہ لطافت سے ظاہر فرمایا ہے۔

مشرب عشق میں ہے شیخ و برہمن یکساں　　رشتۂ سبحہ زنار کوں کوئی کیا جانے

کفر و ایماں دونوں ہیں عشق کیں　　آخرش دونوں کا سنگم ہوے گا

اسی سلسلہ میں سراج کی عاشقانہ شاعری پر بھی غور کرنا مناسب ہے۔ غزل فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں غنائی شاعری کے لئے مخصوص صنف رہی ہے۔ اس لحاظ سے غزل میں بغیر عشق و محبت کی چاشنی کے لطف ہی نہیں

آ سکتا۔ اسی رعایت کے التزام نے "اکثر" نوآگران نخوردہ گزند" کو بھی عاشقانہ گوئی پر مجبور کر دیا۔ لیکن حقیقی واردات اور فرضی اور رعایتی جذبات میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری شاعری کے مطالعہ سے اس طرح کے جذبات بیان کرنے پر شعرا کو تھوڑی بہت قدرت حاصل ہو جاتی ہے لیکن سچی محبت کی واردات ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ سراج کی محبت کی داستانیں زبان زد ہیں اور ان کی عاشقانہ گوئی میں حقیقت کے جو جلوے موجود ہیں وہ نہایت سرسری مطالعہ کرنے والے پر بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ یہاں خود اختیاری عاشقی کے مبالغہ آمیز جذبات اور غیر فطری آہ و نالہ کا کہیں پتہ نہیں چلے گا۔ محبت ان کی سرشت میں داخل تھی اور یہی ان کے "استاد مہربان" کی "تلقین" بھی۔

"سراج یہ مجھے استاد مہرباں نے کہا　　کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے کوئی علوم"

لیکن سراج کی عاشقانہ شاعری کی دو پہلو ہر جگہ نمایاں ہیں۔ ایک تو اس دنیائے رنگ و بو کی حسین چیزوں کی قدر دانی ہے جس میں ان کے کلام کا وہ سارا حصہ ان کے ذاتی عنصر کے ساتھ آجاتا ہے جو اساتذہ کی ان کی اصطلاحوں میں سرانجام کیا گیا ہے۔ اس میں صداقت اور حقیقت کا جو لطف موجود ہے وہ عام شاعروں کے

کلام میں کم دیکھا جاسکیگا۔ یہ سراج کی حسن پسند طبیعت کا لازمی خاصہ اور ان کا عقیدہ تھا کہ اس جہان فانی کی حسین چیزیں بھی جو دراصل اسی حسنِ ازل کا ایک پرتو ہیں بے اعتنائی سے گزر جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ان سے مذاقِ روح کی تربیت کے لئے وسیلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش	راہ عشقِ مجاز لازم ہے

سراج کی شاعری کا یہ حصہ عام پڑھنے والوں کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اسی میں ان کے حسن فطرت کے مشاہدے، لطف گویائی، ترنم، تشبیہ اور استعارے کی برجستگی، تلمیحوں کی ندرت، علم بدیع کا لطف بے تکلفی اور سادگی کے تمام محاسن بروئے کار آگئے ہیں۔

اس حصے کلام سے انتخاب اس لئے دشوار ہے کہ بہتر سے بہتر غزلیں اور اشعار نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں۔ اور کوئی شعر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ تاہم نمونے کے لئے چند شعر یہاں سرسری طور پر انتخاب کرکے لکھے جاتے ہیں۔

شربتِ دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے	بے رخِ ساقی حیاتِ جاودانی ہیچ ہے

اس کے اس کوں اگر بات لگا دیں عاشق	تند ہو گرد کی مانند جھمکتا جاوے

کہاں ہیں یار کوں دیکھونگا چہرہ	مجھے غصے سیں بولا ملیچھ منہ دیکھ

کب نظر آوے گا یارب وو مرا آرام جان — دوست بیگانے ہوئے حسن دلربا کے واسطے

کاش کے بر میں نہ ہوتا پیرہن — یہ گریباں درد کا غماز ہے

اس سیں بہتر ہے صورت دیوار — جس میں سامان دلربائی نہیں

خوب رو عاشقوں کے عاشق ہیں — حسن اور عشق میں جدائی نہیں

صحن گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر — داغ ہوتے ہیں کلیجے میں کہ وو لالہ نہیں

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج — پوشیدہ راز عشق کوں مشہور مت کرو

اس خط کوں شرح مخزن اسرار مت کہو — ہے سورۂ جمال کی تفسیر ہو بہو

یاد رکھ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمہ لعل — جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی — اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

رنگیں بہار جنت ہے دوزخ ہے مجھ کوں اس بن — دوزخ ہے اس کے ہوتے دار السلام گویا

مجھے نگاہ تغافل رقیب پر الطاف — ادائے مصلحت آمیز نے غلام کیا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی — ہاں کیا ہے بلکہ چشم ہیں اقرار ہووے گا

ادائے دلفریب سرو قامت — قیامت ہے قیامت ہے قیامت

دیکھا ہے جس نے مصرع موزوں قد یار — دیوان حسن کا ہے اسے انتخاب یاد

ہم شہیدوں پر ستم جیتے رہو — خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم

مصحفِ حسن کوں دکھا کہ ہوا　　تری زلفوں سیں دین میں اشکال

طبعِ نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم　　جاں نثاری تجھ قدم پر مجھ کوں دشواری نہیں

حجابِ جلوہ دیدار ہے مجھے مانع　　وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہونا

عاقلوں کوں گرچہ ہے فکر رسا　　بند ہیں تجھ زلف کے جنجال ہیں

ہوا ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں　　تو دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن　　کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

زنجیر بھلی قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں　　پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

وو ظالم کیا قیامت ہے کہ انداز تغافل سیں　　جوابِ گریہ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

نیاز و عجز و ارادت، یہ سب میری تقصیر　　پہ یہ نگاہ تغافل، گناہ کس کا ہے

ان اشعار کے مقابلے میں، ان کے کلام کا وہ عاشقانہ حصہ ہے جس سے صاف طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہاں ان کا مطمحِ نظر اس عالم آب و گل کا حسنِ زوال آمادہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں ان کی نظریں حسن خوبی کے اس سرچشمہ لازوال سرچشمہ کو تاک رہی ہیں، جو روح بخش عالم ہے

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے سراج　　عالم ترے جمال کا امیدوار ہے

لے لئے سب سیں خطِ آزادی　　ہم تو اب ایک کے غلام ہوئے

بیان عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر — نہیں سراج یہ قصہ تمام ہونے کا

موعود الست اس نے فراموش کیا ہے — بھولا ہے جو کوئی وعدۂ جادو نگہاں پر

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم — کہ اصل ہستی بے بود ہے عدم کا عدم

اور عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو — سب مبتلائے عام ہیں ہیں مبتلائے خاص

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار — نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

غیر کا نقش غیر نقش نگار — صفحۂ دل ستی کیا ہوں حک

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ سراج — عشق کی لذت اسے ہے جس نے عالم کوں تجا

جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج — اپنی وانست میں تجبا نہ کیا

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے — سراج اب دیدۂ واسیں صمد دیکھا صنم بھولا

ورد کر اے سراج نام علیؑ — یاد کر عشق حیدری کی طرح

اسی سلسلے میں ان کا مخمس ۳ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ فارسی کا پہلا مخمس بھی ان کے اسی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

سراج کی لفظیات، اسالیب، تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحات میں ولی کی طرح بہت وسعت ہے۔ کم اردو غزل گو شعراء ہونگے، جن کے الفاظ اور اسالیب کے خزانے اتنے وسیع ہوں۔ یہ چیزیں انہیں بروقت سوجھ جاتی ہیں۔ ان کا

سبب یہ ہے کہ وہ سماعی اور ذہنی نقشوں کے مقابلے میں حقیقی مشاہدے یا محسوسات کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف معشوق کے لئے انہوں نے اتنے زیادہ الفاظ اور استعارے استعمال کئے ہیں کہ غزل گو شعرا میں سوائے ولی کے شاید ہی کسی نے استعمال کئے ہونگے۔ جاناں، سجن، من ہرن، موہن، پیو، شوخ، صنم، یار، چاند، دوست، جانی، گلبدن، وغیرہ میں خود کئی لفظ نئے نظر آئینگے ان کے علاوہ انہوں نے کئی نفیس استعارے اور کنائے بھی وضع کئے یا استعمال کئے ہیں۔ جن کی ترکیبیں ذہن میں ایک روشنی سی پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً کانِ حسن، دریائے حسن، دُر دریائے حسن، گلِ گلشنِ خوبی، بہارِ مراد، جانِ سراج، چاہِ نظر، مقصدِ سراج، غزلِ خوانِ مطلعِ حسن و جمال، لالہ گلزارِ جاں، جانِ چشمِ انتظار وغیرہ یہی وسعت ان کے اسالیب میں بھی ہے۔ پڑھنے والوں کو کلیات میں جگہ جگہ ایسے شعر ملیں گے جن کے اسالیب کے متعلق وہ محسوس کرینگے کہ یہ اب ہماری شاعری کے لئے نئے ہو گئے ہیں۔

تشبیہیں اور استعارے، جب وہ سادہ، بے ساختہ اور برجستہ ہوں تو "کلام کی جان ہوتے ہیں"۔ ان سے شعر کے حسن میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو ولی، میر یا سودا، کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے۔ سراج کے کلام سے یہاں چند نمونے پیش ہیں۔

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا　　گر گئی یہ بھری گلابی سب

دل کا استعارہ گلابی سے شاید انوکھا نہ ہو، لیکن خونِ دل کے آنسوؤں کی شکل میں ضائع جانے کو بھری گلابی کے گر جانے سے تعبیر کرنا، ایک ندرت رکھتا ہے۔ چند اور تشبیہوں کی سادگی ملاحظہ ہو۔

یا برگ گل پہ سبزہ سیراب ہے عیاں　　یا لعل لب پہ خط زمرد نگار ہے

باغ نے سرو کی انگلی کوں لب جو نہ رکھا　　حیف کھاتا ہے کہ وو سرو خراماں نہ ہوا

اس کے چہرے پر سویدائے جگر　　نقطۂ مشک ختن ہو دل ہوا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں　　نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

رقیب کو زاغ اور معشوق کی گلی کو بہشت سے تعبیر کرنا ایک انوکھا لطف رکھتا ہے۔ ایک اور جگہ انہوں نے رقیب کو خار گلشن حسن بھی لکھا ہے۔

گلی میں شوخ کی مجھ کوں ہمیشہ مانع ہے　　ہوا رقیب میرے حق خار گلشن حسن

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں　　یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

رخسار پر صنم کی جو خال سیاہ ہے　　وو مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر　　عروس حسن کوں گویا کہ ہے نحافۂ مشک

تلمیحات میں سراج کی فکر لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، رستم و جمشید وغیرہ

تک محدود نہیں ہے۔ وہ ہندی تلمیحات کا بھی بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فارسی اور عربی تلمیحات کے علاوہ ان کے کلام میں ہیر رانجھا، چندر بدن و مہیار، بھیم، ارجن، رام، لچھمن، بید، وغیرہ جیسی ہندوستانی تلمیحوں کی بھی کافی تعداد موجود ہے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

مشتاق ہوں میں تیری فصاحت کا ولیکن
رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز

روح چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر
خوب نہیں تربت مہیار کی سوگند نہ کھا

نین راون ہیں ارجن بال، پلکیں بھنویں دھنک بھیم کی
ہمارے دل کی دکھ نگری کے راجا رام چندر رہو

علم بدیع کی صنعتوں کا استعمال جیسا کہ عام اردو شعرا کے پاس ہوتا ہے، وہ اکثر ایک حسن کی بجائے ایک دماغی کاوش بن کر رہ جاتا ہے۔ لیکن قدیم شعرا، ولی، میر اور سودا کے پاس جہاں ان کا استعمال غیر شعوری طور پر ہو جاتا ہے لطف شعر میں بیش از بیش اضافہ کر دیتا ہے۔ یہی امتیاز سراج کی صنعتوں میں موجود ہے صنعتیں انھوں نے بہت کم استعمال کی ہیں، لیکن جہاں استعمال کی ہیں وہاں ان کی بے ساختگی پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ ذیل میں چند نمونے درج ہیں

طواف کعبۂ معنی کوں جب یار
نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

رحم مجھ پر کر ہم رقیبوں پر
ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے

گھٹا غم، آہ بجلی، اشک پانی — برستا ہے عجب برسات تم بن

ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل — گلشن ہوا، بہار ہوا، بوستاں ہوا

تجھ زلف کی شکن ہے مانند رام گویا — یا صبح پر ہماری آئی ہے شام گویا

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی — نوخط کے خط کتئیں خطِ ریحان ہزار بار

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل — طالع مرے کا نیک ستارا کب آئیگا

ایک غزل (۵۸ ردیف الف) سراج نے پوری صنعت عاطلہ میں لکھی ہے۔

دوسری غزل (۱۷ ردیف نون) صنعت متلون میں ہے جس کا ایک وزن ہزج سالم مثمن ہے اور دوسرا وزن مجتث مثمن مجنون ہے

کیا ہے کشورِ دل کو تمہارے ظلم نے ویراں — کروگے مہر سیں کب لگ ہمارے درد کا درماں

سراج کی لفظیات کا خزانہ بھی بہت وسیع ہے۔ اس کی ایک مثال ان الفاظ اور استعاروں کی تفصیل سے مل سکے گی جو انہوں نے معشوق کے لئے استعمال کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پورے کلام میں جگہ جگہ ایسے الفاظ دستیاب ہوتے ہیں، جو اس زمانے میں عام شعراء کے کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔ اور یہ الفاظ شیرینی اور لطف میں عام اردو شاعری کے کسی لفظ سے کم نہیں ہیں۔ ذیل کے شعر نمونۃً پیش ہیں۔

کیسری جامہ بدن میں اس کے دیکھ — دل ہمارا دھول دھانی ہو گیا

عشق کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا — عشق کے بیراگیوں کوں مرگ چھالا ہو گیا

رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں — یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

صبر کے باغ کے منڈوے سیں جھڑا ہوں جیوں پھول — اب تو لاچار گلے ہار ہوں گن کا ان کا

ایک آخری نمایاں خصوصیت، سراج کی شاعری کی نغمہ زائی اور ترنم ریزی ہے۔ ان کے جذبات کی رقت انگیزی اور الفاظ کا ترنم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر، ان کی غزل کو پڑھنے والے کے قلب جاں میں پیوست کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد ان کی اکثر غزلیں عرصہ تک کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ایسی غزلیں پورے دیوان میں سینکڑوں ہیں؛ ان کا انتخاب کرنا آدھے سے زیادہ دیوان کو یہاں نقل کر دینا ہوگا۔

موجودہ غنائی شاعری میں بھی ترنم پیدا کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن سراج اور دوسرے قدیم شعرا مثلاً ولی، میر وغیرہ کے کلام کی نغمہ زائی اور موجودہ شاعری کے ترنم میں تھوڑا سا فرق ہے۔ موجودہ شاعری میں ترنم کا اصلی ماخذ، بحریں اور خاص طور پر ہندی بحریں ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اُن شعرا کے پاس یہ چیز الفاظ کے انتخاب، اور ان کی نشست اور بندش سے

پیدا ہوتی ہے۔ بحریں اور ردیفیں اور قافیے بھی وہ اکثر نہایت مترنم استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ عام طور پر مقبول بحروں سے ترنم پیدا کرنے کے گر سے بخوبی واقف تھے۔ یہ دراصل ان کے ذوق اور ان کی روح میں ترنم کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ معمولی معمولی الفاظ کا استعمال وہ اس طور پر کرتے ہیں کہ ان سے نغمہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً سراج کا یہ شعر لیجیے۔

نازک بدن سیں مستِ دل کئی بار میں کہا ہوں — جا سن تری خوشی ہے رسوائے نام ہونا

اس میں "سن" کے لفظ میں جو ترنم ہے وہ ہر صاحب ذوق پر واضح ہے۔ یہاں دل کا لفظ بھی وزن کو چھیڑے بغیر آسانی سے بٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن جس شاعر کے ذوق میں نغمہ بسا ہوا ہو وہ کبھی ایسی بد ذوقی سے کام نہیں لے سکتا۔ ذیل کے شعر میں ترنم صرف "لالہ گلزار جاں" سے پیدا ہوتا ہے۔

کہو اس لالہ گلزار جاں کوں — کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

ان مثالوں میں آسانی کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خواہ مخواہ بحث کو طول دینا ہوگا۔

کسی شاعر کے کلام کی خوبی کو جانچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس کے کلام میں اس مقصد اور اس وجہ تحریک کی تلاش کی جائے جو اس کو شعر کہنے پر

مجبور کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ غزل کی شاعری میں، ایسی جستجو بعض وقت "کوہ کندن و کاہ بر آوردن" سے زیادہ مفید نہ ثابت ہوگی، کیونکہ غزل گو شاعر کے مضامین اس قدر وسیع اور ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ انہیں کسی ایک اصول پر جمع کرنا، دشوار ہو جاتا ہے کبھی کبھی اس کے بیانات میں اختلاف اور تضاد بھی موجود ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جتنے خیال ہیں اتنے ہی مقصد ہونگے۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر شاعر کے لئے کوئی نہ کوئی بنیادی جذبہ، ہمیشہ وجہ تحریک کا کام کرتا ہے۔ اور اگر اس کی شاعری کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی پتہ چلے گا کہ اس کی تمام کاوشوں کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے۔ مثلاً یا تو وہ حسن صورت کا دلدادہ ہوگا، یا حسن زبان اور لطف گفتار اس کے شعر کے محرک ہونگے۔ بعض شاعر ایسے بھی ہیں جو اپنے قلب کے اندر درد کی ایک کسک رکھتے ہیں اور جسے اسی بے چین ہوکر وہ بے اختیار کچھ کہہ اٹھتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شاعر کے کلام میں تینوں خصوصیات کم و بیش موجود ہوں۔

اس نقطۂ نظر سے سراج کے کلام کو ٹٹولا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حسن صورت پر فریفتگی سے زیادہ، دل کی بے چینی کی تحریک پر شعر کہتے تھے، اور ان کا مخاطب

بیرونی دنیا کی بجائے، خود ان کا دل ہوتا ہے وہ دوسروں کو متاثر کرنے کی بجائے خود آپ متاثر ہوتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

نہ پوچھو خود بخود کرتا ہوں میں تعریف اس خط کی
کہ یہ مضمون مجھ کوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ان کی فارسی شاعری کا آغاز جس طریقے سے ہوا، وہ اس بات کا بڑا ثبوت ہے۔

سراج کی شاعری کی یہ ایسی خصوصیات ہیں جو اس کو زندہ رکھنے کی ضامن ہیں۔ ان کے زمانے سے لے کر آج تک، شاعری کے عام مذاق میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہی لیکن، ان کے کلام کا مطالعہ لوگ ہر زمانے میں کرتے رہے۔ ان کے بہت سے شعر لوگوں کی زبان پر ہیں۔ گو انہیں ان کے مصنف کا علم نہیں۔ "قبول خاطر" و "لطف سخن" کی یہی علامتیں ہیں۔ علامہ صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں شروانی نے "نکات الشعراء" کے مقدمہ میں، میر کے حسن انتخاب کے ثبوت میں، شعراء کے جو بہترین شعر پیش کئے ہیں، ان میں سراج کے بھی تین شعر انتخاب کئے گئے ہیں اور یہ صرف گیارہ اشعار سے منتخب ہوئے ہیں۔ میر کے سوا اردو کے جتنے بڑے شاعر گذرے ہیں، ان کا کمال کسی ایک صنف میں ظاہر ہوا ہے یوں کہنے کو تو ہر شاعر ہر صنف میں کچھ نہ کچھ کہہ گیا ہے،

ولی سے پہلے کے شاعر، سوائے محمد قلی اور بحری کے سب کے سب مثنوی یعنے بیانیہ شاعری یا مرقع نگاری میں چابک دست تھے۔ ولی کا شہ کار ان کی غزل ہے۔ سودا اور ذوق قصیدے کے استاد ہیں، میر حسن، نسیم اور شوق مثنوی کے ماہر ہیں۔ میر انیس مرثیہ اور اس کے متعلقات میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ غالب فلسفیانہ غزل میں اور داغ عاشقانہ غزل میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ سراج اور میر ہی ایسے سخن سنج ہیں جنھیں داخلی اور غنائی شاعری یعنے غزل اور بیانیہ شاعری اور مرقع نگاری دونوں میں دستگاہ تھی۔ سراج غزل کے بلاشبہ استاد ہیں۔ لیکن مثنوی میں بھی ان کی جگہ صفِ اول میں ہے۔ "بوستانِ خیال" کیا بلحاظ موضوع اور کیا بہ لحاظ شاعرانہ خوبیوں کے اردو مثنویوں میں بلند پایہ رکھتی ہے۔ یہ مثنوی لفظاً ہر ایک داستانِ محبت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ شاعر کے ذاتی واردات کا مرقع ہے۔ اسی لئے اس کے اثر میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں بعض اور مثنویوں کے مقابلے میں شاعرانہ صناعی کم صرف ہوئی ہو، اور شاعر نے اسے مرعوب کن بنانے کی کوشش کم کی ہو۔ لیکن بیان کی سادگی، زبان کی سلاست، مضامین کے ربط اور مجموعی ڈرامائی اثر کے اعتبار سے اردو کی بہترین مثنویوں میں سے یہ کسی سے کم

نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی، اس کا سیدھا سادھا اور راست طریقہ اظہار ہے۔ سراج نے محض شاعرانہ کمال دکھانے کے لئے، اس میں کہیں بھی صناعی سے کام نہیں لیا۔ اس کے باوجود، اس میں جگہ جگہ ایسے ڈرامائی موقعے پیدا ہو گئے ہیں، جو نظم کی جان ہیں۔ پوری نظم، اس کے متصوفانہ اخلاقی اجزا کو چھوڑ کر ایک ڈرامائی زور رکھتی ہے، جو اردو کی طویل نظموں میں کم دیکھا گیا ہے۔ نظم کے موضوع کا ابتدائی تصور ہی ایک نفیس ڈرامائی احساس پر مبنی ہے چنانچہ شاعر، واقعہ نگار کی طرح، اس میں، واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں شروع کرتا، بلکہ اس کا تعارف ایک انوکھے انداز میں، ایسے موقع پر کراتا ہے کہ جس سے اس میں ڈراما کا پورا لطف اور اثر پیدا ہو گیا ہے۔ واقعات کی یہ ترتیب اردو کی عام مثنویوں میں مفقود ہے۔ ہمارے فرضی قصّوں کے مقررہ ضابطوں میں سے کسی ضابطہ کی اس میں پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ اسی لئے "بوستانِ خیال" اردو مثنویوں میں ایک انوکھی مثنوی ہے۔ اس کا فنی پایہ اسی قدر بلند ہے جس قدر اردو کی کسی اور مثنوی کا ہو سکتا ہے۔

اس مثنوی کے مخصوص انداز کے متعلق جناب آ... [illegible] فرماتے ہیں: "ان مثنویوں کے سوا جو عادل شاہی اور قطب شاہی زمانوں میں شعرائے جنوب نے

لکھی ہیں، شمالی ہند میں، اس سے پہلے اس رنگ و انداز میں غالباً کوئی مثنوی نہ ہوگی۔"[1] مثنوی کے موضوع کے متعلق آپ رقمطراز ہیں۔

"سراج کی مثنوی ...... ایک دل ریش درویش کے دلی جذبات ہیں۔ جن کی حقیقت کو مجاز کے پردے میں حفظ مراتب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے..... اس مثنوی کے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ تمام مظاہر قدرت کے جلووں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ ...."

مثنوی کے اسلوب اور زبان کے متعلق بھی آپ کی رائیں بالاستیعاب مطالعہ کا نتیجہ ہیں، چنانچہ مثنوی کے اشعار ۱۶۱ کے بعد کا اقتباس پیش کرکے آپ استدلال کرتے ہیں۔

"یہ دل فریب بیان جس انداز سے کیا گیا ہے، اس سے بہتر عاشقانہ جذبات اور مخصوص حسینان بے تکلف کی سیرت نگاری کا مرقع نہیں کھینچ سکتا ......

معنوی خصوصیات کے بعد لفظی مناسبات پر نظر ڈالی جائے تو اس انجمن میں بھی، سراج، لعل شب چراغ نظر آتے ہیں ...... بالاوسط فی صدی دو چار دکنی محاورات

---

[1] رسالہ "سہیل" ص ۳۵ - ڈسمبر ۱۹۲۶ء

کے سوا بتمامہ وہی روزمرہ، وہی انداز بیان موجود ہے جس کو حاتم، آبرو اور میر و سودا نوک زبان بنائے ہوئے تھے۔ اور اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس مثنوی میں اکثر اہل دہلی کے مقابل میں یہ خصوصیت نمایاں ہوتی ہے کہ ثقیل الفاظ اور ٹھیٹ فارسی ترکیبوں سے سراج نے یک قلم قطع تعلق کیا ہے۔ نہایت سادہ اور آسان زبان میں تمام مطالب ادا کئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ قوافی کی موزونیت اور ترنم کو ملحوظ رکھا ہے۔"

آخر میں مثنوی کی مجموعی اہمیت کا تصفیہ آپ نے اس طرح فرمایا ہے۔

"ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ سراج نے جو واقعہ "بوستان خیال" میں نظم کیا ہے، وہ صحیح ہے یا غلط۔ صرف دیکھنا اور دکھانا یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ واقعی وقوعی ہوسکتی ہیں یا نہیں۔ اگر ہوسکتی ہیں اور شاعر نے ان کے ادائے بیان میں وہ تمام فرائض ادا کئے ہیں، جو ایک مثنوی نویس کے لئے لازم ہیں تو اس سے زیادہ مثنوی کی اور کیا تعریف ہوسکتی ہے۔"

"بوستان خیال" کے فنی پایہ کے متعلق مرتب کا خیال ہے کہ اگر خاکے کی تکمیل، اور روزمرہ کے مانوس ہونے کا لحاظ کیا جائے تو "سحرالبیان" کو اس مثنوی پر فوقیت حاصل ہے، ورنہ حقیقت میں "سحرالبیان" اور "بوستان خیال"

کے آرٹ بالکل مختلف ہیں۔ ایک کا رجحان، صوری تکمیل اور مقررہ ضابطوں کی پابندی کی طرف زیادہ ہے، دوسری حسن فطرت کی سادہ تصویر ہے۔ اور ہر ایک کارنامہ اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہے۔

"بوستان خیال" کے واقعہ کو بعض نقاد، حقیقت سمجھتے ہیں جو مجاز کے پیرایہ میں پیش کی گئی ہے۔ اس میں بعض شخصی اشارے ایسے موجود ہیں کہ اگر اس مجاز کی بنیاد بھی حقیقت ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ اور اس واقعہ کو سراج کی زندگی کے چوکھٹے میں بٹھانا بھی دشوار نہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ کے پہلے کا ہے، یہ وہی زمانہ ہے جب سراج عالم جذب سے باہر نکلے تھے، اور شعر و سخن کی دلچسپیوں اور یاران طریقت کی صحبتوں میں محو تھے۔ گو انہیں آخری زندگی کا تقدس ابھی حاصل نہیں ہوا تھا، پھر بھی ہمدرد دوستوں اور قدردانوں کی ان کے اردگرد کمی نہیں تھی۔ ان قلبی واردات کو انہوں نے جلد ہی سپرد قلم بھی کر دیا اور صرف دو روز اس کو منظوم کرنے میں صرف ہوئے۔ بظاہر اس وقت وہ شاعری ترک کر چکے تھے۔ لیکن مثنوی کا واقعہ شاعری نہیں، حقیقت تھی۔ اور اس کو انہوں نے حقیقت کے انداز ہی میں پیش کر دیا ہے۔

"بوستان خیال" کے علاوہ، سراج کی دوسری مثنویاں، ایسی بیانیہ

نظمیں یا مرقعے ہیں جنھیں قصّوں سے کوئی تعلق نہیں۔ سراج کی شاعری میں مثنویاں ان کے قلبی واردات کے سب سے زیادہ پوست کندہ مرقعے ہیں۔ ان کی تعداد، ترتیب اور ان کے عنوانات مختلف نسخوں میں مختلف ہیں۔ مخطوطہ ۵۸۴ ا اور ح میں صرف ابتدائی چھ مثنویاں ہیں۔ "ح" میں ان کے عنوانات درج نہیں ہیں، ۵۸۴ ا کے عنوانات آگے نقل کیے گئے ہیں۔ آخری پانچ مثنویاں مخطوطہ ۳۹۱ ا اور ب کے سوا کسی میں نہیں مل سکیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں، جن میں گذشتہ مثنویوں کے اشعار بھی شامل ہیں۔ یہ مثنویاں یا کم سے کم ان کے بعض اشعار، اس نسخہ کی بعض غزلوں کی طرح ضرور مشتبہ ہیں۔

پہلی مثنوی ایک مناجات ہے، جس کے ذریعہ شاعر اپنی دلی خواہشوں کو، بارگاہِ رب العزّت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن یہ خواہشات دنیوی یا مادی لوث سے ذلیل نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ایک صاحب دل اور بلند نظر انسان کی خواہشات ہیں۔ وہ مانگتا ہے عشق، لیکن حسن حقیقی کے سرچشمہ کے ساتھ۔ وہ چاہتا ہے درد و غم، آنسوؤں کی روانی لیکن لذت کی چاشنی کے ساتھ اور وہ طلب کرتا ہے راز ہائے حقیقت کو پانے والا دل۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی روح اس عالم میں حسن ازل کا جلوہ دیکھنے کے لئے مضطر ہے، بے قرار ہے۔ اس مثنوی کا آخری اور زیادہ دلچسپ حصّہ وہ ہے جس میں شاعر نے اپنے فن میں وہبی امداد طلب کی ہے۔

دوسری مثنوی، جس کا عنوان "سوز و گداز" ہے، ایک دکھی دل کی کہانی، ایک واسوخت ہے، واسوخت کے پورے لوازم اس میں موجود نہیں ہیں بلکہ صرف محبوب کی جدائی میں، اپنی بے قراری اشکباری، اور تڑپ کا حال بیان کیا ہے اور صبا کو مخاطب کر کے، یہ سارا دکھڑا سنایا گیا ہے پھر اس سے محبوب کی بارگاہ تک اس دکھ کی کہانی کو پہنچانے کی التجا کی ہے۔

تیسری مثنوی بھی تقریباً انہیں خیالات کی حامل ہے۔ بعد کی تین مثنویاں، زیادہ مختصر ہیں۔ ان میں سے پہلی مثنوی "نامۂ شوق" میں شاعر، محبوب کو مخاطب کر کے، خود اپنا دکھڑا سناتا ہے۔ چھٹی مثنوی گویا معشوق کے خط کا جواب ہے۔ "مطلب دل" میں "خط بندگی" کے کچھ شعر آگئے ہیں۔ اور بظاہر یہ اس مثنوی کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ بعد کی مثنویاں، حمد اور منقبت پر مشتمل ہیں۔

قصیدے سے سراج کی طبیعت کو مناسبت نہیں تھی۔ صرف ایک قصیدہ ان کے کلام میں مل سکا ہے، اور وہ بھی قصیدوں کے عام موضوع سے ہٹا ہوا اور خاص ان کے متصوفانہ رنگ میں ہے۔ اس میں بھی وہ کسی کی مدح سرائی کی بجائے اپنی کہانی سناتے ہیں۔ سراج کے مستزاد، خاص چیز ہیں۔ ان میں جو لطف نغمہ موجود ہے، امید ہے کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد عرصہ تک کانوں میں گونجتے رہینگے۔

سراج کا فارسی کلام جو دستیاب ہو سکا ہے وہ زیادہ نہیں ہے۔ جتنا کلام ملا ہے اس میں غزل کے اشعار کی تعداد چار سو کے قریب ہوتی ہے۔ اس میں اگر مخمسات ترکیب بند اور رباعیات کی ابیات بھی جو کم و بیش ایک سو کے قریب ہیں، شامل کرلی جائیں تو پورا کلام کچھ کم پانچ سو ابیات پر مشتمل ہوگا۔ لیکن بعض شہادتوں سے ظاہر ہے کہ عالم جذب کے کہے ہوئے اشعار کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی ان کا فارسی کلام کافی موجود تھا۔ نجیب الدین خاں آصفی کا بیان ہے کہ انہوں نے سراج کا فارسی دیوان دیکھا تھا۔ ممکن ہے یہ درست ہو کیونکہ انہوں نے اپنے تذکرے میں بعض ایسے اشعار بھی نقل کئے ہیں جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔

اس مختصر سے مجموعہ سے، ان کے فارسی ذوق پر روشنی پڑتی ہے۔ فارسی اس زمانے میں بھی نہ صرف علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے مقبول تھی، بلکہ یہ تقریباً مسلمانوں کی مادری زبان اور شائستگی کی زبان تھی۔ ان کی پوری تعلیم اگر عربی میں نہ ہو سکتی تو اسی زبان میں ہوتی تھی۔ سراج نے اس زبان کے ادب اور شاعری کے ذوق سے جس قدر بہرہ حاصل کیا تھا، اس کا تذکرہ ان کی زندگی کے حالات میں گذر چکا ہے۔ "منتخب دیوانہا" اس کا مزید ثبوت ہے۔ اس مختصر سے کلام کی بنا پر ممکن ہے کہ وہ فارسی کے اساتذہ کے صف میں جگہ نہ حاصل کر سکیں، تاہم اس میں جو لطف موجود ہے، وہ بعض وقت اردو کلام میں بھی نہیں نظر آتا۔ اس مجموعے سے صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں آسانی اور روانی کے ساتھ شعر کہتے تھے۔ اور اگر ان کا پورا کلام موجود ہوتا تو یقین ہے کہ ہندوستان کے فارسی گو شعراء میں وہ خاص اہمیت کی جگہ حاصل کر لیتے۔ اب بھی فارسی شعراء کے کم تذکرے ایسے ہیں، جن میں ان کا ذکر موجود نہ ہو۔

اس کلیات کی ترتیب میں جن مخطوطات سے مدد لی گئی ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

(۱) نسخہ ح ۔ نہایت نفیس نستعلیق خط، لوح مطلا مذہب، ہر صفحہ پر سنہری حاشیہ۔ مکتوبہ ۱۱۶۱ھ ۔

یہ مخطوطہ، مرتب کے علم میں، سراج کے کلام کا سب سے قدیم اور نفیس ترین نسخہ ہے، جو جناب پروفیسر حسین علی خاں صاحب پرووسٹ جامعہ عثمانیہ کی مہربانی سے دستیاب ہو سکا۔ سراج کے کلام کا اولین نسخہ شاہ عبدالرسول چشتی نے ۱۱۵۲ھ میں مرتب کیا تھا، جس کا پتہ اب تک نہ چل سکا۔ لیکن اس کے ورق ۱ کی ایک عبارت سے، جو شاہ ضیاء الدین پروانہ کی بتلائی جاتی ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ عبدالرسول خاں کا مرتبہ ہے۔ بہرحال یہ نہایت مستند نسخہ ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا اور سراج کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ تحریر کی نقل حسبِ ذیل ہے :-

"این دیوان ریختہ زبدۃ العارفین عمدۃ السالکین، حضرت پیر و مرشد سید شاہ سراج الدین چشتی قدس سرہ العزیز اورنگ آبادی المتخلص بہ سراج کہ برادر طریقت ایشان، حضرت شاہ عبدالرسول چشتی جمع و ترتیب دادہ اند۔ در حاشیہ این دیوان پیر و مرشد حضرت شاہ سراج بقلم خاص سہ غزل بدست حق پرست خود تحریر فرمودہ اند فقیر حقیر العبد ذلیل ضیاء الدین پروانہ عفی عنہ

اس نسخہ میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے :—

(۱) قصیدہ (۲) مختصر مثنویاں (۳) غزلیات (۴) فردیات (۵) رباعیات (۶) مستزاد (۷) مخمسات (۸) ترکیب بند۔

مخطوطہ ۵۸۴ کے مقابلہ میں اس میں چند غزلیں کم ہیں۔

(۳) نسخہ ۵۸۴ ا ۔ سنہ کتابت ۱۱۸۵ھ ۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ

یہ نسخہ متن اور ترتیب کلام میں ح سے بہت کم مختلف ہے۔ صرف چند غزلیں اس میں زیادہ ہیں۔ قصیدے اور مثنویوں کے عنوانات حسبِ ذیل ہیں :—

(۱) قصیدہ (۲) مثنویاں (۱) مثنوی مناجات بقاضی الحاجات واستدعائے دعا۔ (۲) سوز و گداز پردہ راز مخاطب بہ قاصد پیغام آشنا شرم اشتیاق سوزش فراق (۳) فراق نامہ (۴) طومار ہجر سوز دل کامل (۵) احوال فراق بیار مہربان مخاطب بقاصد آہ جانکاہ (۶) قصیدہ دیدہ پرآب کلمات بے تاب دلی اضطراب وجواب مکتوب مرغوب محبوب۔

(۳) قصیدہ (۴) غزلیات (۵) رباعیات (۶) فردیات (۷) بازگشت (۸) مستزاد (۹) مخمسات (۱۰) ترجیع بند (۱۱) مناجات۔ (۱) یاالٰہی حشر میرا ...... الخ (۲) ہوں سخت بے کسی میں گرفتار یا علی (۳) اے دل شہید عشق ستم زادہ

(۴) عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی۔

(۳) مخطوطہ ک۔ خط زشت نستعلیق۔ سنہ کتابت اور ترقیمہ وغیرہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملک ہے[1] اس میں صرف غزلیں ہیں۔ یہ نسخہ بہت مستعمل ہے۔ جگہ جگہ دوسرے نسخوں کی مدد سے پنسل کے حاشیے چڑھائے گئے ہیں اور بعد میں پنسل ہی سے چند غزلیں اضافہ بھی کی گئی ہیں۔ اس نسخہ کا متن ح سے بہت کم اختلاف رکھتا ہے۔

(۴) نسخہ ۹۹/ا۔ مکتوب ۱۲۶۴ھ۔ مملوکہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن۔ اس نسخے کے اختلافات ح اور ۱۱۸۵ھ کے مقابلے میں کم ہیں۔ کلام کی ترتیب اس طرح ہے:۔ غزلیات۔ فردیات۔ مستزاد۔ مخمسات۔ ترجیع بند۔

ترقیمہ منظوم ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ امان اللہ کے لئے واحد ابن موسیٰ ساکن بالکنڈہ نے لکھا تھا۔ پہلے صفحہ پر "سال ترتیب دیوان سراج ۱۱۵۲ھ" درج ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو توضیحی فہرست اردو مخطوطات کلیہ جامعہ عثمانیہ (۱۹۲۷ء)

(۵) ع ۳۹۱ ا ۔ مکتوبہ ۱۱۸۹ھ ۔

یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا مخزونہ ہے ۔ اس کی ابتدا مثنویوں سے ہوتی ہے ۔ اس میں ح اور ع ۵۸۴ ا کے مقابلہ میں کثیر اختلافات ہیں ۔ اکثر جگہ ردیفیں، مصرعے بلکہ غزلوں کی غزلیں بدلی ہوئی ہیں ۔ اور اکثر غزلوں میں اشعار اضافہ ہیں ۔ رسم خط میں بھی اختلاف ہے ۔ مثلاً "سیں" کو اکثر جگہ "سوں" اور کہیں کہیں "سیں" لکھا گیا ہے ۔ "صنم" کی جگہ "سجن" "اس" کی بجائے "بیو" لکھا ہے ۔ یہ نسخہ کتب خانہ میں داخل ہونے سے پہلے کسی رائے منسکھ رام کی ملک تھا، جن کی مہر ورق ۲ ا، اور ورق ۲۲۲ ب پر ثبت ہے ۔ مہر کا سنہ ۱۲۵۳ھ ہے ۔ اس کا کاتب خواجہ نظیرالدین ہے جو حیدرآباد کا رہنے والا تھا ۔ ترقیمہ سے پہلے یہ شعر درج ہے ؎

اس نسخۂ غلط کو جو کوئی نظر میں لاوے　　لازم ہے حق میں میرے دستِ دعا اٹھائے

ترقیمہ کا آخری جملہ یہ ہے ۔

"نسخہ دیوان سراج سلمہ اللہ تعالیٰ باتمام رسید" ۔

اس نسخے میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے : ۔

(۱) مثنویاں ۔

(۱) حمد (عجب قادر پاک کی ذات ہے الخ) (۲) مناجات (الٰہی مجھے درد بے داغ دے) (۳) در نعت حضرت رسول خدا سید المرسلین۔ (۴) در صفت چار یار (۵) سوز و گداز۔ (۶) فراق نامہ (۷) برہ دکھ (۸) پیم کہانی (۹) عرض احوال (۱۰) مطلب دل۔

(۲) قصیدہ (۳) غزلیات (۴) رباعیات (۵) ابیات (۶) مخمسات (۷) ترجیع بند۔

(۶) نسخہ س۔ ناقص الآخر۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔

یہ نسخہ دیوان ولی کے ساتھ مجلد ہے۔ بعض جگہ سراج کی بجائے ولی تخلص لکھدیا گیا ہے۔ ردیف ن کے درمیانی حصے پر یہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ نسخہ ۲۹۱ ا سے اکثر جگہ مطابقت رکھتا ہے۔

(۷) نسخہ ۱۱۲۶ ا۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے۔

یہ دراصل "منتخب دیوانہا" کا ناکمل نسخہ ہے۔ جو اصل متن میں درج ہے اس کے حاشیہ پر اردو دیوان فارسی کلام اور خطوط منقول ہیں۔ یہ مخطوطہ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ یہ کم و بیش کلیات ہے۔ اور اغلب قیاس یہ ہے کہ یہ شاہ ضیاء الدین پروانہ کا مرتبہ ہے۔ فارسی خطوط اور فارسی کلام سوائے

اس نسخے کے کہیں اور دستیاب نہیں ہوا۔ جو خطوط پروانہ کے موسومہ ہیں ان سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ یہ غالباً پروانہ ہی کا لکھا ہوا بھی ہے۔

(۸) نسخہ ب۔ مکتوبہ ۱۲۷۳ھ۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔ یہ نسخہ ۱۳۹۱ کے مطابق ہے۔

(۹) نسخہ ج۔ مکتوبہ ۱۱۹۴ھ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر مشتمل بر غزلیات، رباعیات، مستزاد، مخمسات، ترکیب بند اور قصیدہ۔

(۱۰) نسخہ د۔ مکتوبہ ۱۲۴۶ھ۔ اس نسخہ میں غزلوں کے علاوہ مثنوی بوستانِ خیال بھی درج ہے۔ سودا، سوز اور چند اور شعراء کا منتخب کلام بھی منقول ہے۔

مثنوی بوستان خیال کی ترتیب میں حسب ذیل مخطوطوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ س۔ مکتوبہ ۱۱۹۵ھ۔ مخزونہ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔

یہ نسخہ کئی اور تحریروں کے ساتھ مجلد ہے۔ جس کے جملہ اوراق ۲۹ ہیں "مثنوی بوستان خیال" ۱ (ب) سے شروع ہو کر ۱۲ (ب) پر ختم ہو جاتی ہے

اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۳۴) ہے۔

(۲) نسخہ ج۔ کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ ہے۔ اس کے آخری اشعار نہایت بے احتیاطی سے لکھے گئے ہیں۔ اکثر اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اشعار کی تعداد سات سو سے زیادہ نہیں ہے۔

(۳) نسخہ ا۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ملک ہے اور جناب سبحان اللہ صاحب کے مجموعہ کے بیش بہا مخطوطات میں شامل ہے۔ جناب احسن مارہروی نے "بوستان خیال" کا جو متن رسالۂ "سہیل" علی گڑھ بابتہ ڈسمبر ۱۹۲۶ء میں شایع کیا تھا وہ اسی نسخہ پر مبنی ہے۔ کلیات ہذا کے لئے اس نسخہ سے مقابلہ کی زحمت عزیزی محمود علی قطبی سابق متعلم جامعہ عثمانیہ حال متعلم بی۔ اے جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے گوارا فرمائی۔

(۴) نسخہ د۔ مکتوبہ ۱۲۰۶ھ مملوکہ نواب سالار جنگ بہادر۔ یہ نسخہ وہی ہے جس کا حوالہ کلیات سراج کے نسخوں کی تفصیل میں، نسخہ د کے تحت دیا گیا ہے۔ اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۵۰) ہے۔

متن غزلیات کی ترتیب میں، نسخہ ح کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرے نسخوں کے اختلافات نیچے حاشیہ میں درج کیے گئے ہیں۔ نسخہ ۲۹۱ ا/ب و س میں اکثر جگہ مطابقت ہے اس لیے نیچے کے حاشیہ میں زیادہ تر ۲۹۱ ا کے حوالے دیے گئے ہیں اور اضافہ اشعار لکھ دیے گئے ہیں۔ ان نسخوں کے درمیان بعض جگہ جو اختلافات ہیں وہ بھی واضح کر دیے گئے ہیں۔ ہر ردیف میں پہلے ح کی غزلیں درج ہیں پھر ۵۸۴ ا/ ۹۹ ا اور ۲۹۱ ا/ب یا س کی غزلیں اگر ح کے مقابلے اضافہ ہوں تو اسی ترتیب سے ہر ردیف کے آخر میں لکھی گئی ہیں۔ اضافہ غزلیں جس نسخے سے لی گئی ہیں اس کا رسم الخط قائم رکھا گیا ہے، اس لیے بعض ردیفوں میں آخری غزلیں خصوصاً وہ جو ۲۹۱ ا اور س سے منقول ہیں، ان کے رسم الخط میں "سیں" کی جگہ "سوں" لکھا ہوا دیکھا جائیگا۔ ۵۸۴ کی اضافہ غزلیں بہت کم ہیں، تاہم ان کے رسم الخط میں ح کے مقابلے میں یہ فرق ہے کہ "کوں" کو "وو" وہ لکھا ہے۔ بعض جگہ نیچے کے حاشیے میں یہ اشارے چھوٹ گئے ہیں، اس لیے ان کا یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

بعض نسخے مرتب کو کلیات کے چھپنے کے دوران میں ملے، ان میں جو غزلیں اضافہ پائی گئیں وہ اور بعض اشعار جو تذکروں کے انتخابات میں دستیاب ہوئے اور جنھیں متن میں داخل کرنے کا موقع نہ مل سکا، وہ ضمیمے میں درج کر دیے گئے ہیں۔

نسخوں کی کثرت، ان کے وقتاً فوقتاً دستیاب ہونے اور خاص طور پر ۲۹۱ ا/ب

اور اس کے کثیر اختلافات کی وجہ سے، جو غزلوں کی ترتیب، رسم الخط، الفاظ کی تبدیلیوں اور بدلی ہوئی ردیفوں، زشت تحریر، بے احتیاطی اور غلطیوں سبھی پر مشتمل ہیں، مرتب کا کام بہت دشوار ہو گیا تھا، اس کے علاوہ طباعت میں بھی ممکنہ احتیاط کے باوجود، کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، جس کا مرتب کو افسوس ہے۔

جامعہ عثمانیہ۔ حیدر آباد دکن
یکم ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ جنوری ۱۹۴۰ء

عبدالقادر سروری

(۸)

مطلبِ دل

شبِ ہجراں کی ہے گھٹا کالی
دل میرا روشنی سیں ہے خالی

مجھ کوں یکدم ہے سو قرن تجھ بن
غم سیں گریاں ہوں اے سجن تجھ بن

لطف کر میں تو جان جاتا ہے
آتشِ غم میں کیوں جلاتا ہے

ٹک دیکھا مجھ پہ مہربانی کر
جان عاشق کی قدردانی کر

نین سیں آب اشک جاری ہے
اب جدائی کا وار کاری ہے

بندگی کا دیا ہوں خط لکھ کر
روزِ اوّل سیں تجھ کوں اے دلبر

سختیِ ہجر دل پہ دھرتا ہوں
وردِ تجھ نام کا میں کرتا ہوں

لاعلاجی سیں سینہ جلتا ہے
خارِ غم کا جگر میں سلتا ہے

---

[1] یہ مثنوی بظاہر اوپر کی مثنوی کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نسخہ ۳۹۱ (کتب خانہ آصفیہ) میں علاحدہ لکھی ہوئی ہے۔ یہ اور بعد کی مثنویاں کسی اور نسخے میں نہیں ہیں۔

صبر کی فوج میں پڑی ہلچل — اب انجھوئین کے چلے ڈھل ڈھل

حال میرے کی لے خبر یک دم — بن ترے کون ہے مرا محرم

سرِ مصرع میں حرف لیکر آج — لاالپس دلمیں مدعائے سراج

(۹)

حمد باری تعالےٰ

عجب قادر پاک کی ذات ہے ۔۔۔ کہ سب ہے نفی اور وو اثبات ہے
آپس کی صفت آپ وو دیکھے نظر ۔۔۔ کیا ہے علیٰ کل شییٔ قدیر
بلندی و پستی کوں پیدا کیا ۔۔۔ ظہورِ تجلّی ہویدا کیا
بنایا زمیں آسماں بے مثال ۔۔۔ کیا غرب و شرق اور جنوب و شمال
دیا چاند سورج کوں نور و ضیا ۔۔۔ فلک پر ستارے کیا خوشنما
عجب واقف عالمِ غیب ہے ۔۔۔ جتے عیب ہیں سب سے بے عیب ہے
عجب صاحبی ہے خداوند کی ۔۔۔ نہیں یہاں رسائی خردمند کی
علیم اور بصیر اس کی ہے شان میں ۔۔۔ قضا اور قدر اس کے فرمان میں
جو چاہا سو یک پل میں پیدا کیا ۔۔۔ جو پیدا نہیں سو ہویدا کیا
کیا جنّت ابرار کے واسطے ۔۔۔ جہنم گنہ گار کے واسطے
ہر ایک کوں ہر ایک کے موافق کیا ۔۔۔ عدم سیں وجود آشکارا کیا

خداوند بے عیب ہے کارساز ‏ — نیا ہر دو عالم سیں ہے بے نیاز

دو جگ کا وو پیدا کرنہار ہے ‏ — اسی کو بزرگی سزاوار ہے

بجز ذات حق نہیں کسی کوں بقا ‏ — وو ہی ہے بقا ماسوا سب فنا

جو واقف نہیں علم تجرید سیں ‏ — اوسے کیا خبر حق کی توحید سیں

ادب کے سبب بول سکتا نہیں ‏ — چھپے رمز کوں کھول سکتا نہیں

وگرنہ حقیقت میں سب ایک ہے ‏ — جو دستا ہے اس ایک کا بھیک ہے

ہو پنہاں اپس کوں دیکھا یا نہیں ‏ — ہو ظاہر اپس کوں چھپا یا نہیں

کہیں آپ دستا ہے محبوب ہو ‏ — کہیں آپ چھپتا ہے محجوب ہو

کہیں آپ معشوق ہو گل ہوا ‏ — کہیں آپ عاشق ہو بلبل ہوا

کہیں ہے کتاں اور کہیں چند ہے ‏ — کہیں بے غرض کہیں غرضمند ہے

کہیں ہیں پری او کہیں حور ہے ‏ — کہیں ہے تجلی کہیں طور ہے

کہیں یوسف شہر کنعان ہے ‏ — کہیں ہو زلیخا پریشان ہے

کہیں ہو کے لیلیٰ ہوا جلوہ گر ‏ — کہیں آپ آیا ہے مجنوں ہو کر

کہیں آپ شیریں ہو پیدا ہوا ‏ — کہیں ہو کے فرہاد شیدا ہوا

کہیں جا ہوا آپ سیندربدن ‏ — کہیں ہو کے مہیار بدلا برن

کہیں پھول ہے اور کہیں خار ہے　　کہیں گنج ہے اور کہیں مار ہے

کہیں چیند رہے اور کہیں سور ہے　　کہیں نار ہے اور کہیں نور ہے

کہیں روح ہو کر دکھایا جمال　　کہیں ہو کے پتلی بتایا مثال

کہیں گنج مخفی ہو پنہاں ہوا　　کہیں ہو کہ ظاہر درخشاں ہوا

اگرچہ دو جا نہیں کوئی اس کے بلج　　نہیں غیر کوں یہاں محل اے سراج

ولیکن یہ سب کچھ ہے ذات خدا　　بقا کون بقا ہے فنا کوں فنا

ازل میں کیا نیست جس رو ہست　　پلایا ہے ہم کوں شراب الست

کہ تا اوس کوں بوجھیں کہ کیا ذات ہے　　جو ہے بات کی بات کیا بات ہے

ولیکن عقل کوں نہیں ہے مجال　　کہ پاوے رسائی سیں اوس کا کمال

کہ احمد حقیقت کے میدان میں　　کہا ماعرفناک اس شان میں

وو ذات مبارک نے یوں جب کہے　　کسے ہے مجال اہمیں کچھ اب کہے

عجب عشق کی راہ پر پیچ ہے　　کہ جس بیچ میں پیچ در پیچ ہے

جو عاشق ہمہ رمز پاوے سو ہی　　وو ہی ہے وو ہی ہے وو ہی ہے، وو ہی

سراج اب نہ کر گفتگو کا بیاں

بغیر از خموشی نہیں یہاں اماں

(۱۰)

مناجات

الہی مجھے درد بے داغ دے　　مرے چشم میں کحل مازاغ دے

صف عاشقاں میں نکر منفعل　　رواں کر مرے چشم سیں خون دل

عطا کر مجھے اشک گرم آہ سرد　　غم عشق میں تجھ کوں بے رنگ زرد

توہی ہے مرے درد کا آشنا　　اپس مدعا الف بیان کر دوا

مرے دل کی امید بر لا شتاب　　کہ ذرے کا ہے مدعا آفتاب

شراب محبت سیں سرشار کر　　اپس درد کا تجھ کوں بیمار کر

مجھے شمع مانند غم میں گلا　　پرت آگ میں جیوں سمندر جلا

چکھا مجھ کوں لذت اپس درد کی　　دے نعمت مجھے چہرۂ زرد کی

محبت میں اپنی مرے دل کوں کھینچ　　اپس عشق کے جام میں مجھ کوں اینچ

ہمیشہ مری چشم خونبار رکھ　　لگن میں اپس کی سدا زار رکھ

اپس دوستی میں جلا خاک کر　　یہ آلودگی سیں مجھے پاک کر

اگرچہ گنہ گار ہوں رحم کر　　گناہوں پہ میرے نکر توں نظر

کہ بولا ہے توں آپ لا تقنطو　　بجز وصل تیرے نہیں آرزو
مرے دل پو ہے زنگ غفلت کا کال　　اوسے صاف کر آرسی کی مثال
الٰہی مجھے محرم راز کر　　خزانے حقیقت کے سب باز کر
عطا کر مجھے قفل دل کی کلید　　جتے گنج مخفی ہیں سب کر پدید
شریعت کے مذہب کی منزل دکھا　　طریقت کے مشرب کی محفل دکھا
حقیقت کے دریا میں غواص کر　　اپس معرفت میں مجھے خاص کر
تماشا دکھا باغ عرفان کا　　کروں سیر وحدت کے میدان کا
اپس راہ وحدت سیں آگاہ کر　　مجھے کشور عشق کا شاہ کر
طلب مثل موسیٰ ہے تجھ نور کی　　تجلّی دکھا شعلۂ طور کی
سراج آرزو میں تری ہے سدا　　دکھا خلوت معنی بے فنا
جمال حقیقی دکھا یک بیک　　کہ یکبارگی دل سیں اٹھ جا شک
قیامت کا وعدہ مجھے دور ہے　　مرا دل ترے غم سیں رنجور ہے
مجھے یہاں نپٹ درس دکھا تو خوب　　یہ بے تاب دیدار پاوے تو خوب
دکھا مجھ کو دیدار بے ہوش کر　　یہ بہوده گوئی سیں خاموش کر
تمنا میں اپنی مجھے رکھ مدام　　بحق محمد علیہ السلام

(۱۱)
در نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ خدا سیّد المرسلین / قیامت کے دن شافع المذنبین

نبوت کی مسند کا ہے جانشین / کیا جس کی تعظیم روح الامیں

عجب روزِ محشر کا سردار ہے / صفِ اصفیا میں وو سالار ہے

حکمت میں او ہے سلطنت ہی مدام / جماعت میں ہے انبیا کی امام

رہِ شرع کا ہادیِ مستقیم / شریعت کے دریا کا دُرِّ یتیم

حبیبِ خدا والیِ روزگار / دو عالم کی اقلیم کا تاجدار

شہِ انس و جاں سب کا مقبول ہے / نبوت کے گلزار کا پھول ہے

کہ جس واسطے خلق پیدا کیا / زمیں آسماں سب ہویدا کیا

کہا حق نے لولاک جس شان میں / شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں

سدا گم رہوں کا وہی رہنما / ہے خیر الورا آں محمد عربی

عجب ذاتِ مقبولِ کونین ہے / کہ کونین کا قرۃ العین ہے

بنایا ہے عالم کوں اوشاد وو / ہے علمِ لدنی کا استاد وو

عجب ذاتِ احمد بلا میسم ہے — کہ قرآں میں جس کی تعظیم ہے

نہ لاتے تھے کافر اول اپہ دیں — پچھے معجزے دیکھ لائے یقیں

شہادت کی انگلی دیکھا یک بیک — کیا چاند جب شق کیا اون کا شک

زباں کوں کہاں تابِ گفت و شنید — ہے جس کی صفت میں کلام مجید

ہے سب سروراں ہیں اسے سروری — اسی پر ہوا ختم پیغمبری

نہ ویسا ہوا کوئی بھی ابتدا — نہ اس باج ہو ویگا اب کوئی دوجا

اوّل بھی وہی تھا اور آخر وہی — ہے باطن وہی اور ظاہر وہی

سراج اب نہ کر گفتگو بیشتر — ادب کے محل میں نہ جا پیشتر

کہ دم مارنے کی یہاں نہیں ہے بات — اگرچہ وہی ذات یہاں ہے نفی صفات

وہی نور یہاں آ کہ ظاہر ہوا — آپس آپ قدرت پو قادر ہوا

ولیکن ادب تجھ کوں درکار ہے — شریعت کی یہ راہ دشوار ہے

(١٢)

در صفت چار یار

پس از نعتِ ذاتِ رسولِ خدا　　کروں چار اصحاب کی میں ثنا

تجھے اول ابابکر صدیق یار　　رفیق وفاکیش تجھ غمگسار

عجب گلشنِ صدق کے پھول تجھے　　صداقت میں سب جگ کے مقبول تجھے

دوجے تجھے عمر صاحب عدل و داد　　کہ احمد سیں رکھتے تجھے انی اتحاد

شہنشاہ عادل عدالت پناہ　　دو عالم میں منظورِ لطفِ الٰہ

تیجے دوست حضرت کے عثمان تھے　　کہ وہ جامع جملہ قرآن تھے

انھے صاحب حلم و مہر و وفا　　منور مہ آسمان حیا

تھے چوتھے علی صاحب ذوالفقار　　گل باغ دیں شاہ دلدل سوار

شجاعت کے میدان میں جگ کے بن　　ہوئے لشکر کفر پر صف شکن

جو شک لاوے کوئی حق میں ان چار کے　　وہ لایق ہے اپنے سنگسار کے

پچھے دختر احمد پاک ذات　　کروں کیا میں اس ذات کی کچھ صفات

مجھے کیا لیاقت کہ کھولوں زبان
ہیں اون کی صفت کا کروں کچھ بیاں

تھی عصمت کے گلزار کی نونہال
حیا کے چمن کی گلی بے مثال

دو ہیں قرۃ العین عین رسول
ہیں بر حق وو خاتون جنت بتول

حسین و حسن ان کے فرزند تھے
نہ فرزند تھے بلکہ دلبند تھے

جگت کوں شفاعت کی ہے ان سیں آس
عجب پھول تھے باغ دین کے سو باس

امام دو عالم حسین و حسن
شہادت کے دریا کے در عدن

عجب نور چشم محمد تھے
شہیدوں کی صف میں وو شہدا تھے

ستمگر کیا ان پو کیا کیا ستم
گنوایا حرامی سوں اپنا جنم

انگے بولنے کا یہاں نہیں ہے کام
زبان کو مری نہیں مجال کلام

غزلیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

۱

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا — ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا

جی سیں[1] بقی وجہ ربک کی سدا سمرن کوں پھیر — دور کر من سیں خیال من علیہا فان کا

یا محمد تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوار — جلوۂ[2] ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

نوں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے — زیب پایا تجھ صفت سیں ہر ورق قرآن کا

کر شراب شوق سیں بے ہوش مجھ کوں یا حبیب — دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا

جان جانے بن نہیں ہے جانِ جاناں کا وصال — سر کوں دے[3] پایا جو سر غازی ہے اس میدان کا

اے سراج اپنی خودی کوں بیخودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر ایک دم میں ہو الرحمٰن کا

۱؎ دل ۹۹ ا

۲؎ مکھ دیکھا ایسان ۔ س و ۳۹۱ ا

۳؎ دی لایا سر ۔ ۹۹ ا

۲

یارب[1] کہاں گیا ہے وو سرو شوخ رعنا — ہے چوب خشک جس بن میری نظر میں طوبا

دیدار[2] دے شتابی جلنے کی تاب نیں ہے — اس ہجر کی اگن سیں دوزخ کی آگ اولا

طوقِ گلوئے دل ہے زلفِ صنم[3] کا ہر خم — مشہور یہ[4] مثل ہے یک سر ہزار سودا

ہے ختم یار[5] جانی تیرے دہن کی تنگی — کہنے کی بات نہیں[6] ہے باریک ہے معمّا

اے گلبدن نظر کر داغِ جگر کوں میرے — گر آرزو ہے تجھ[7] کوں گلزار کا تماشا

مسکن[8] ہوا ہے میرا جب سیں تری گلی میں — اے گلعذار تب سیں جنت کی نہیں تمنا

ہے اے سراج ہر شب مہتاب رُو کے غم میں[9]
آنسو[10] کا میرے جھمکا جیوں خوشۂ ثریا

۳

کہاں ہے گلبدن[11] موہن پیارا — کہ جیوں[12] بلبل ہے نالاں دل ہمارا

بساطِ عشق بازی میں مرا دل — متاعِ صبر و نقد و ہوش ہارا

[1] گلزار دلبری کا کاں۔ س و ۳۹۱ ر۔ وو سرو خوب رعنا۔ ۹۹ ر۔ [2] دکھلا درس۔ س
[3] تجہ زلف کا ہر یک۔ س [4] یو۔ س [5] اے سر تجن۔ س [6] نیں۔ س [7] مجکوں ۹۹ ر
[8] مشتاق ہو کے آیا جب تے۔ ۹۹ ر [9] سوں۔ س سیں۔ ک و ۹۹ ر [10] جھمکا میرے انجھو کا۔ س
[11] من ہرن پیارا ہمارا۔ س [12] کہ دل بے تاب ہے جس بن۔ س و ۳۹۱ ر۔

تغافل ترک کر اے شوخ بے باک — تلطف کر، نوازش کر، مدارا

ہزارے کا نہیں ہے ذوق[1] مجکوں — کیا ہوں جب سیں تجھ مکھ[2] کا نظارا

سنا ہے جب سیں تیرے حسن کا شور[3] — لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

شب ہجرت میں اس مہتاب رو[4] کی — ہر اک آنسو[5] ہوا روشن ستارا

سراج[6] اس شمع[7] رو نے ان دنوں میں
لیا ہے سب پتنگوں کا اجارا

۴

تجھ قبا پر ہے نرگسی بوٹا — گویا نرگس کا پھول ابھی[8] ٹوٹا

لعل تیرے لبوں[8] کے سچے ہیں — کیوں[9] نہ یاقوت کوں کہوں جھوٹا

نیزہ آہ سیں غنیم جنوں — گلشن آباد عقل کوں[10] لوٹا

اب تقید نہیں صنم[11] پر شکر — چاند میرا گہن ستی چھوٹا

---

[1] شوق۔ س و ۵۸۴ ا۔ [2] گلرو کا۔ ک و ۹۹ ا و ۵۸۴ ا [3] وصف۔ س۔ نور۔ ۹۹ ا۔ پور۔ ح و ۵۸۴ ا
[4] انجھو۔ س۔ [5] س میں مقطع یہ ہے۔ اسے وارا ہے اس سوداگری یں ؎ سراج اس واسطے جیو ہیو یہ وارا [6] شعلہ۔ ح
[7] ابی۔ ح [8] لباں۔ س [9] درکنوں ہے جس انگے جھوٹا۔ س و ۹۹ ا [10] کا۔ س [11] ہجن۔ س۔

عشق میں شوخ سنگ دل کے سراج
شیشہ نا ہوں وننگ کا پھوٹا

۵

چہرہ بل دار اُس[1] خوں خوار نے سر پر سجا — کیوں نہ پیچ[2] و تاب ہوویں میرے جگر میں جا بجا
باغ کی گلگشت کا گر ذوق ہے اے[3] سرو قد — آرسی نے دیکھ صورت سبز گلشن کوں نہ جا
قطرہ شبنم نہیں شرمندگی[4] کا ہے عرق — دیکھ[5] تجھ چہرے کی خوبی پھول گلشن میں لجا
دست[6] بستہ ہو کھڑا ہے سرو تجھ قد کے حضور — گر غلامی خط تجھے دیوے تو ہے اس کوں بجا

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ سراج[7]
عشق کی لذت اسے ہے جس نے عالم کوں تجا

۶

میرے جگر کے درد کا چارا کب آئیگا — یک بار ہو گیا ہے دوبارا کب آئیگا
پتلی[8] ہماری نین کے جھروکے میں بیٹھ کر — بیکل ہو جھانکتی ہے پیارا کب آئیگا

---

۱ جب سوں سر پہ ساجن نے سجا۔ س ۲ تب سوں پیچ و تاب ہیں۔ س ۳ تجھ کوں سجن۔ س
۴ یو ہے خجالت کا۔ س ۵ دیکھ کر تجھ مکھ۔ س ۶ ایک یک اوپر۔ س
۷ کا دعویٰ کرے وو۔ س ۸ پتلیاں میرے۔ س

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل　　طالع میرے کا نیک ستارا کب آئیگا

مرجھا رہی ہے دل کی کلی غم کی دھوپ میں　　گلزار دلبری کا ہزارا کب آئیگا

ہے شاد اپنے پھول سیں[1] ہر بلبل اے سراج

وو یار[2] نو بہار ہمارا کب آئیگا

۷

گر آرزو ہے تجکوں تالاب کا تماشا　　کشتی میں چشم[3] کی آ دیکھ آب کا تماشا

ہر شب ترا تصور آرام جانِ دل ہے　　آنکھوں کوں خوش لگے[4] ہے جیوں خواب کا تماشا

اے[5] قبلۂ دل و جاں تیری بھنووں کے دیکھے　　زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا

ہر[6] قطرۂ اشک میں ہے ظاہر پری کی صورت　　پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا

تجھ ہجر کی اگن میں ہے اب سراج بے کل

آتش میں دیکھ آکر سیماب کا تماشا

۸

بسکہ دل ہجر کی آتش ستی بے تاب ہوا　　اشک[7] آنکھوں ستی فوارۂ سیماب ہوا

---

[1] سوں۔ س۔ سیتی بلبل۔ ک [2] وہ رشک۔ ۲؎ ۵۰۸ ا۔ [3] چشم کی دیکھ آ آب کا ۹۹ ا۔ مجھ نین کی۔ س
[4] لگتا ہے خوش انکھاں میں جوں۔ س [5] اے قبلہ گاہِ عاشق دیکھے سیں تجھ بھنووں کے۔ س [6] ہر یک انجھو میں میرے۔ س
[7] ہر انجھو چشم سوں۔ س

دیکھ کر چشم گہر ریز میری کی بارش
ابر نیساں عرق شرم ستی گل آب ہوا

صورت خواب سیں بیزار ہے تصویر مثال
جو تیرے ہجر میں جیوں آئینہ بے خواب ہوا

مست دیدار کوں درکار نہیں شیشہ و جام
گردش چشم صنم جائے مے ناب ہوا

دل میرا زلف ستی چھوٹ پھنسا ابرو میں
کفر کوں ترک کیا مائل محراب ہوا

شعلہ خو ظالم خوں خوار تن تنہا سیں
لشکر قلب یہ عاشق کے ظفریاب ہوا

وصل کی رات میں درکار نہیں شمع سراج
جلوۂ حسن صنم ماہ جہاں تاب ہوا

۹

جس کوں مزا لگا ہے تیرے لب کی بات کا
ہرگز نہیں ہے ذوق اسے پھر نبات کا

دیکھے سے اون لبوں کے جیسے عمر خضر ہے
پیاسا نہیں ہے چشمۂ آب حیات کا

اے شوخ بزم ہجر میں روشن ہے شمع آہ
قصہ نہ پوچھ مجھ سیں جدائی کی رات کا

یارب بلب ہے داغ محبت کی مہر کی
مدت سے کام بند ہے دل کی برات کا

۱۔ کوں لا - س ۲۔ [illegible] ۳۔ شوق - س

۴۔ س میں یہ مقطع ہے اور اس طرح دیتا ہے [illegible] لشکر قلب یہ عاشق کے ظفریاب ہوا

۵۔ س میں [illegible] شعر ہے اور [illegible] وصل کی رات میں [illegible] قطرۂ اشک [illegible] جہاں تاب ہوا

۶۔ تجھ لباں - س [illegible]

جو ہے شہیدِ یارؔ[۱] وو ہے زندہ مدام | ہر زخم روح بخش ہے ظالم کے ہات کا
آبِ رواں ہے حاصلِ عمرِ شتاب رو | لوحِ[۲] فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا
اے بت پرست دیدۂ بینا سیں دیکھ توں | یک ذات میں ظہور ہوا ئی صفات کا
میرے[۳] بغل میں خواہشِ دنیا کا بت نہیں | کچلا ہوں میں نے لات سے سر اِس منات کا

رخسارِ[۴] یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں
یا[۵] چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

۱۰۷

جانا[۶] پہ جی نثار ہوا، کیا عجب ہوا | اُس راہ میں غبار ہوا، کیا عجب ہوا
مدت سے رازِ عشق میرے[۷] پہ عیاں نہ تھا | یہ بھید[۸] آشکار ہوا، کیا عجب ہوا
تازے کھلے ہیں داغ کے گُل دل کے باغ میں | پھر موسمِ بہار ہوا، کیا عجب ہوا
دل تجھ پری کی آگ میں سیماب کی مثال[۹] | آخر کوں بیقرار رہا، کیا عجب ہوا

---

۱ ناز۔ ک ۲ جگ کے صفحے پہ۔ س۔ ۳ ح وس۔ ندار

۴ س میں یہ مقطع یوں ہے۔ ظاہر میں گرچہ سبز ہوں پر خوں ہے دل مرا / ہم رنگ ہوں سراج میں مہندی کے پات کا

۵ ہے چاند اے۔ ک ۶ جیو ہوا اوپر۔ س ۷ نہ تھا مجھ اوپر عیاں۔ س ۸ بارے اب۔ ک ۹ مثن۔ س۔

کشور میں دل کے تھا عملِ صوبہ دار عیش — اب غم کا اختیار ہوا کیا عجب ہوا
آہوئے دل کہ وحشیِ صحرائے عقل تھا — تجھ زلف کا شکار ہوا کیا عجب ہوا

وو آفتاب آج میرے قتل پر سراج
شب دیز پر سوار ہوا کیا عجب ہوا

۱۱

اس پھول سے چہرے کوں جو کوئی یاد کریگا — ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کریگا
جس بیت میں تعریف لکھوں سکی بھنووں کی — البتہ ہلالی بھی اسے صاد کریگا
ہیں صف میں شہیدوں کی اسے نامِ شہادت — جو کوئی نگہ خنجرِ جلاد کریگا
ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے — دل حشر میں کس منہ ستی فریاد کریگا
ہے جس کوں خراشِ جگری شربتِ شیریں — ناخن کوں دمِ تیشۂ فرہاد کریگا
مغرور نہ ہو صافیِ رخسار پر اپنے — پھر نہیں تو میری بات کوں توں یاد کریگا
البتہ سر آنکھوں سے کرونگا اسے منظور — جو عشق کا ہادی تجھے ارشاد کریگا

۱؎ دل کے نگر میں ۲؎ تجھ ۳؎ ۹۹ ۴؎ بھنوں ۹۹
۶؎ حیف ۹۹ ۷؎ جو کوئی کہ ۹۹ ۸؎ خراش جگر شربت ۹۹ ۹؎ یہ شعر نہیں ہے۔
قبول اس کو کرونگا۔ ۹۹

معلوم[1] ہوا عشق کے اطوار سیں یوں کر مجھ عقل کی بنیاد کوں برباد کریگا

جلتا ہے سراج آتش ہجراں میں صنم کی
کس دن دل غمگیں کوں میرے شاد کریگا

۱۲

کیا خوب ہوا آج کہ دو مو کمر آیا تھا جس کے بنا شور وو ہی[2] لب شکر آیا
رونے[3] میں تجھے دیکھ کے حیران ہوا ہوں کیا وجہ کہ اس ابر میں سورج نظر آیا
جوشش سیں ترے شوق کی جاتا ہے میرا ہوش پرواز کوں اس مرغ کے شاید کہ پر آیا
میں عقل کی فریاد کیا حاکم غم پاس دروازۂ دل سیں اسے حکم بدر آیا
مے خانۂ وحدت کا جو کوئی جام پیا ہے آرام کے کوچے سے نکل بے خبر آیا
بے خطرہ اسے روضۂ رضواں ہے میسر تجھ عشق کی آتش میں جو کوئی بے خطر آیا

تھا[4] ذوق سراج آتش دیدار میں جلنا
صد شکر کہ پروانہ کا مقصود بر آیا

---

[1] ح - ندارد [2] وہی - س [3] روتے - ح دک - س میں یہ شعر یوں ہے: بیٹھا تھا اوسی یاد میں میں باندھ تصور ؛ آنکھیاں کوں دیا کھول اچانک نظر آیا -
[4] س میں مقطع اس طرح ہے: - بے خود ہو سراج اس کی گلی بیچ کہا تھا ؛ صد شکر کہ دیدار کوں پا یہرہ ور آیا -

۱۴۳

خانۂ[1] زیں میں جب سوار ہوا — صیدِ[2] دل خود بخود شکار ہوا

جس کوں ہے آرزوئے دامنِ یار — غم[3] کی آتش میں جل غبار ہوا

دامِ زلفِ ستمگرِ صیاد — عاشقوں[4] کے گلے کا ہار ہوا

لذتِ[5] ہجرِ گلبدن ہے جسے — رگِ گل اس کے دل[6] میں خار ہوا

دیکھ کر حسنِ گل فریب ترا — عندلیبِ چمن نثار ہوا

اس کوں[7] ہے نوکِ خار تارِ کفن — جو شہیدِ نگاہِ یار ہوا

دل کوں[8] لازم ہے مرہمِ دیدار — زخمیٔ تیغِ انتظار ہوا

سیر[9] ہے ہم کوں باغِ حسرت کا — داغِ دل رشکِ لالہ زار ہوا

کیوں نہ[10] جل جاوے گھر خرد کا سراج
عشق و دل پنبہ[11] و شرار ہوا

---

[1] یا رجب ناز سوں۔ س۔ زیں میں وہ۔ ۹۹ ا [2] دلِ مشتاق تب۔ س۔ [3] غم سے ۹۹ ا و جل کر اس شوق میں یں
[4] گردنِ عاشقاں میں تار۔ س [5] بس کہ نازک ہے گلبدن میرا۔ س۔ [6] پگ۔ س۔ [7] صرف ح
[8] صد چاک کیوں نہ ہوئے حیراں س [9] اشکِ رنگیں آب بازی ہوں۔ س اشکِ رنگیں آب داری میں ۳۹۱ ا
[10] س و ۳۹۱ ا میں مقطع یہ ہے:۔ کیوں نہ تڑپے گا ناک خوں میں سراج ÷ زخمِ الفت سوں دل فگار ہوا۔
[11] شیشہ۔ ک۔

۱۴

جان و دل سیں میں گرفتار ہوں کِن کا، اُن کا
بندۂ بے زر و دینار ہوں، کِن کا، اُن کا

صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ہوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ہار ہوں، کِن کا، اُن کا

حوضِ کوثر کی نہیں، چاہ زنخداں کی قسم
تشنۂ شربتِ دیدار ہوں، کِن کا، اُن کا

لب و رخسار کے گل قند سیں لازم ہے علاج
دل کے آزار سیں بیمار ہوں، کِن کا، اُن کا

مدتیں ہویں کہ ہوا خانۂ زنجیر خراب
بستۂ زلفِ گرہ دار ہوں، کِن کا، اُن کا

تشنۂ مرگ کوں ہے آبِ صُراحی دمِ تیغ
بسملِ ابروئے خمدار ہوں، کِن کا، اُن کا

تاحق اس سنگدلی سیں مجھے دیتے ہیں[۱] شکست
میں تو آئینۂ سرکار ہوں، کِن کا، اُن کا

---

۱ ہو۔ک۔

گلشنِ وصل[1] میں رہتا ہوں غزل خوانِ فراق

عندلیبِ گل رخسار ہوں، کن کا، اُن کا

میں کہا رحم پتنگوں پہ کرائے جانِ تدارج

تب کہا، شمع شبِ تار ہوں، کن کا؟ اُن کا

۱۵

ہے دل میں خیالِ گل رخسار کسی کا　داغوں[2] سیں محبت کے ہے گلزار کسی کا

جاتا ہے مرا جان، نپٹ پیاس لگی ہے　منگتا ہوں ذرہ شربتِ دیدار کسی کا

سب پر ہے کرم مجھ پہ ستم کیا ہی دو رنگی　دلدار کسی کا ہے دل آزار کسی کا

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں نہ ہو　پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

میں[3] ہوں تو دیوانہ پہ کسی زلف کا نہیں ہوں　واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا

یک دم تو ہم آغوش کرو اے گل خوبی　ہو جاؤ نگا اب نہیں تو گلے ہار کسی کا

جھکتا ہے ذرا باو کے چلنے میں زمیں پر　نرگس ہے مگر باغ ہے بیمار کسی کا

لاتی ہے خبر یار کی موج دم شمشیر　کاری ہے مگر دل میں مرے وار کسی کا

---

[1] عشق۔ک۔ [2] سے۔ک۔ [3] ک وس۔ ندارد۔ میں ہوں تو پہ کسی [illegible]

ہر رات سراج آتش غم میں نہ جلے کیوں
پروانۂ جاں سوز ہے بلہار کسی کا

۱۶

کل سیں بے کل ہے میرا جی[1] یار کوں دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہووے بیتاب دل[2] دلدار کوں دیکھا نہ تھا

ہے بجا گر ہووے غزل خواں مثل بلبل دل مرا
نو بہار گلشن دیدار کوں دیکھا نہ تھا

کیونکہ ہووے زاہد خود بیں مرید زلف یار
اس نے ساری عمر میں زنار کوں دیکھا نہ تھا

اب[3] مشبک ہو گیا اس تیر مژگاں کے طفیل
جس دل نازک نے نوک خار کوں دیکھا نہ تھا

ابروئے پرچیں کوں تیرے دیکھ دل حیراں ہوا
کیا مگر شمشیر جوہر دار کوں دیکھا نہ تھا

---

[1] دل ـ س [2] غم ـ س ـ [3] ک میں ذیل کے چار شعر نہیں ہیں ـ

سینۂ گل[1] دار میرا اس کوں آیا ہے پسند
یار نے شاید کبھی گلزار کوں دیکھا نہ تھا

دیکھ اشک گرم کوں[2] میرے کہا اس نے سراج
ہیں کبھی اس ابر آتش بار کوں دیکھا نہ تھا

۱۷

چراغ مہ سیں روشن تر ہے حسنِ بے مثال اس کا
کہ چوتھے چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا

صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اس عارض گلگوں پہ خال اس کا

عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر
ہوا یوں جلوہ گر آنکھوں میں قدِ نو نہال اس کا

جُدا جب سیں ہوا وو دلبر جادو نظر مجہ سیں
جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا

---

[1] گلزار ۔ س و م ۱۴۸ ر　[2] میرا بہو نے بولا اسے ۔ س ۔

مجھے ہے آرزو دل میں تری چاہِ زنخداں کی
نہیں درکار حوضِ کوثر و آبِ زلال اُس کا

گرفتارِ ہوس کیا لذتِ دیدار کوں پاوے
جدا جو کوئی ہوا ہے آپ سیں پایا وصال اُس کا

سراجؔ اے شعلہ رُو ہے کونسا سو یں نہیں واقف
مجھے کیا پوچھتا ہے پوچھ پروانے سیں حال اُس کا

۱۸

تھا بہانہ مجھے زنجیر کے ہل جانے کا
چھوڑ دیو اب تو ہوا شوق نکل جانے کا

سنگ دل نے دلِ نازک کوں مرے چور کیا
کیا ارادہ تھا اُسے شیشہ محل جانے کا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں
آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا

آفریں دل کوں مرے خوب بجا کام آیا
سچ سپاہی کو بڑا ننگ ہے ٹل جانے کا

شعلہ رُو جام بکف بزم میں آتا ہے سراجؔ
گردنِ شمع کوں کیا باک ہے ڈھل جانے کا

لے آیا - ۳۲-۵۸ - ا

۱۹

۱۲۷ جو دیکھے اس کے کاکل کا تماشا — نہ دیکھے پھر وو سنبل کا تماشا

ہوا[۱] ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں — توں دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

جو دیکھے یک نظر بلبل ترا رُخ[۲] — نہ آوے خوش اُسے گل کا تماشا

نہیں ہے اور خوباں[۳] میں جہاں کے — ترے ناز و تجمل کا تماشا

سراج اس چشم کا مائل جو کوئی ہے
نہ دیکھے شیشۂ[۴] مُل کا تماشا

۲۰

۱۳۲ جو کچھ کہ تم[۵] سیں مجھے بولناں تھا بول چکا — بیانِ عشق کیے[۶] دلدار کوں ہیں کھول چکا

ازل سیں مجھ کوں دیا درد صانعِ تقدیر — مرے نصیب کے[۷] شربت میں زہر گھول چکا

جنوں کے شہر میں نہیں[۸] کم عیار کوں حرمت — ہیں نقدِ قلب کی[۹] کانٹے میں دل کے تول چکا

مجھے خرید کیے تم[۱۰] نے کم نگاہی سیں — کمینہ بندہ بے زر کا آج مول چکا

---

۱ شہید گوشۂ ابرو کیا مجھ ۔ س ۲ کھد ۔ س ۳ خوبوں ۔ ک ۴ بام پر ل ۔ س ۵ پیو سیں ۔ س ۶ شوق ۔ س ۷ پرست نگر ۔ س ۸ ہے یک نگاہ کا سودا ۔ ک ۹ ل، ب، ا، س کی بجائے تیج کے شعر کا دوسرا مصرع درج ہے ۔ ۱۰ پیو ۔ س ۔

نہیں رہا[1] سخنِ آبدار کا موتی
سراج طبع کے سب جوہروں کوں رول چکا

۲۱

ہوا ہوں ان دنوں مائل کسی کا　　نہ تھا میں اس قدر گھائل کسی کا
دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن　　کہاں لگ ہوئے کوئی حائل کسی کا
ہوا ہے دل دہی کا تم پہ تاوان　　نہیں آسان لینا دل کسی کا
خمِ گیسو[2] سیں اپنے تو گرہ کھول　　کھلے تا عقدۂ مشکل کسی کا
کیا یک وار میں کئی دل کی پھانکیں[3]　　لگا ہے ہات کیا کامل کسی کا
حنا سیں تم نے نہیں[4] باندھے ہو مٹھی　　لیئے ہو ہات شاید دل کسی کا
گلی میں جس کی شورِ کربلا ہے　　سلونا شوخ ہے قاتل کسی کا
کہو اس لالۂ گلزار جاں کوں　　کبھی تو دیکھ داغِ دل کسی کا
سراج اب سوزِ دل میرا[5] وو جانے
جو ہے پروانۂ محفل کسی کا

---

[1] رہا ہے۔ ک　[2] اپنے گیسو کی لٹ کی ٹکہ۔ س　[3] پھاکیں۔ ک　[4] تم نہیں۔ ۹۹ ر　[5] تیرا۔ س۔

۲۲

۱۴۶ جو برہ کا وار کھا بسمل ہوا — تشنۂ زخم کفِ قاتل ہوا

ماہ رو کا درس دیکھا ہے جو کوئی — عقل کھو کر عشق کا عاقل ہوا

پردۂ ستری کھلا ہے جس اوپر — عالمِ ظاہر کا وو غافل ہوا

مصرعہ ابرو کسی[۱] کا یاد کر — رفتہ رفتہ ماہِ نو کامل ہوا

جب ہوا جل کر جگر سب کیمیا — نقدِ خالص عشق کا حاصل ہوا

اس[۲] کے چہرہ پر سویدائے جگر — نقطۂ مہتابِ خنن ہو تل ہوا

یار کا دیدار پا کر اے سراج
شکر رحمٰن کر کہ توں واصل ہوا

۲۳

۱۵۲ تری نگاہ تلطف نے فیضِ عام کیا — خرد کے شہر کے سب وحشیوں کوں رام کیا

اگرچہ تیرِ پلک نے کیا تھا دل[۳] برما — ولے نگاہ کے خنجر نے خوب کام کیا

تیرے سلام کے وضع دیکھ کر میرے دل نے — شتاب آ کے تجھے رخصتی سلام کیا

---

[۱] اہ پیا۔ مس [۲] جا کے پیو کے مکھ اوپر یہ دل مرا۔ ک [۳] ہر خاص و عام کوں احسان کا غلام کیا۔ مس

[۴] دل پر نقش۔ ک — دل بریاں۔ مس

نجانوں عشق کی بجلی کدھر سیں[1] آئی ہے　　کہ مجھ جگر کے کھلے کوں جلا تمام کیا
اسی کے ہاتھ میں ہے خاتمِ سلیمانی　　نگینِ دل پہ جو نقش[2] اس صنم کا نام کیا
مجھے نگاہِ تغافل رقیب پر الطاف　　ادائے مصلحت آمیز[3] نے غلام کیا

اے آفتاب تیری ظلمتِ جدائی میں
سراجؔ آہِ سحر کوں چراغِ شام کیا

۲۴

ہماری آنکھوں کی پتلیوں میں تیرا مبارک مقام[4] ہیگا
پلک کے پٹ ہم نے کھول دیکھے تو عین ماہِ تمام ہیگا
ارے شرابِ خرد کے کیفی نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی
ہے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہیگا
خیال ابروئے قبلہ رویاں ہوا ہے محراب سجدہ دل
نماز شرطِ نیاز کی پڑھ[5] صفِ جنوں کا امام ہیگا
اگرچہ ہر سرو راست قامت چمن میں مغرور سرکشی ہے
مقابل اس قدِ خوش ادا کے میری نظر میں غلام ہیگا

[1] سوں۔ک [2] منقش۔س [3] جیوکا دام ہیں [4] ۵۸۴ کی ردیف "ہوئیگا" ہے [5] پہڑ۔ک۔

سراج اس شعلہ رو سیں ہرگز گلہ روا نہیں ہے عاشقوں کوں
تمام جلتی ہے شمع ہر شب عبث پتنگوں کا نام ہیگا

۲۵

۱۶۵ اگرچہ بار ہے میرے[1] سلام ہونے کا — کہاں ہے تاب[2] مجھے ہم کلام ہونے کا
ہوا[3] ہے حلقہ بگوش اسکا طوق[4] قمری سیں — کیا ہے سرو نے دعویٰ غلام ہونے کا
نگہ کی سیف کوں کیوں چھنکتے[5] ہو بے وسواس — نہیں ہے خوف مگر قتل عام ہونے کا
نگین دل پہ جسے نقش خاکساری ہے — کہاں ہے ذوق[6] اسے اپنے نام ہونے کا
بیان عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر
نہیں سراج یہ[7] قصہ تمام ہونے کا

۲۶

۱۷۰ تجھ زلف کی شکن ہے مانند دام گویا — یا صبح[8] پر بہاری آئی ہے شام گویا
ہیں صاد اسکی[9] آنکھیں اور قد الف کے مانند — ابرو[10] ہے نون نادر گیسو ہے لام گویا
مسجد میں تجھ بھنووں کی اے قبلۂ دل و جاں — پلکیں[11] ہیں مقتدی اور پتلی امام گویا

[1] پو ہیں۔ س [2] روش۔ س [3] ہے پیو کا حلقہ بگوش۔ س [4] طوف۔ ج [5] اینچتے۔ س [6] شوق۔ ن
[7] یو۔ س [8] روز عاشقاں پر۔ س [9] پیو کی انکھیاں۔ س [10] تجھ مکھ ہے نون ابرو کاکل ہے لام گویا (۲۹۱ اورن)
[11] پلکھاں ہیں مقتدیاں ہور۔ س

رنگیں بہارِ جنت دوزخ ہے مجھ کوں اُس بن　　　دوزخ ہے اسکے ہوتے دارالسلام گویا

ٹک ماہِ نو کی جانب اے ماہ رو نظر کر　　　خم ہو تیری بھنوؤں کوں کرتا سلام گویا

گل رو کے قد مقابل ہو با ادب کھڑا ہے　　　شمشاد ہے چمن میں اُس کا غلام گویا

شعرِ سراج از بس عالم میں ہیں زباں زد

دیوان کی زمیں ہے دیوانِ عام گویا

۲۷

ہمارا دل بر گلفام آیا　　　قرار جان بے آرام آیا

کمند پیچ و تاب زلف کوں کھول　　　شکار دل کوں لیکر دام آیا

شتابی ہوش کوں سر سیں بدر کر　　　جنوں کا مجھ طرف پیغام آیا

کرے نا بلبل دل کوں غزل خواں　　　بہار عشق کا ہنگام آیا

اے زاہد بھاگ اس زلف سیتی　　　یہ کافر دشمنِ اسلام آیا

برہ کے مجکے سیں قتل دل پر　　　پیا داغ غم کا لے اعلام آیا

ہوئی جوشِ محبت سیں زباں بند　　　صنم کا درمیاں جب نام آیا

---

[۱] پیو۔ س [۲] پیو۔ س [۳] بھنواں۔ س [۴] گلشن میں تجھ قداں کے ہے سرنگوں ہمیشہ۔ س
[۵] تیرا۔ س [۶] اب ہے سراج نے خود دیکھے سول تجھ نگہ کے پکھرنے کوں ہوش ماختق انکھیاں میں جام گویا۔ س
[۷] ہے۔ ک [۸] ہزاراں شکر و گلفام آیا۔ ع ۱۹۱ ۔ و [۹] کا۔ ک [۱۰] کرے گا۔ ک۔

بلا ہے تجھ نگہ کی سیف کا وار دلِ بے تاب آخر کام آیا
سراج آنے ہیں اس جادو نظر کے
شکیب و طاقت و آرام آیا

۴۸

۱۸۶

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا
یا تو تھا ویسا کرم یا[1] یہ ستم ہونے لگا
سچ کہو تقصیر کیا ہے عاشقِ مظلوم کی[2]
نیمچا ترچھی نگہ کا کیوں علم ہونے لگا
تیغ ابرو کوں نپٹ کسنے ہو پن حیراں ہوں میں
کون سے بیمار پر یہ آیہ دم ہونے لگا
شکر للہ سرو رعنا کے تصور کے طفیل
رفتہ رفتہ دل مرا باغِ ارم ہونے لگا
بس کرو اے شاہ فوجِ حسن قتلِ عام کوں
عاشقوں[3] کی آہ کا نیزہ علم ہونے لگا

---

[1] پھر۔ س۔ اب۔ ک [2] اس شعر کے بعد "س" میں بعد کی غزل کا چھٹا شعر درج ہے۔
[3] عاشقاں۔ س۔

تجھ کوں اے آہو نگہ کس نے سکھایا[1] یہ طرح

یا تو تھا اور دل سیں رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ہجر کی[2] راتوں میں یہ مصرع ہوا ورد سراج

دن بہ دن اب لطف تیرا ہم پہ[3] کم ہونے لگا

۲۹

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا ۔۔۔ شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

کیا مگر قمری نے تجھ قد کی صفت جا کر کہی ۔۔۔ باغ میں شرمندگی سیں سرو خم ہونے لگا

صلح کا پیغام بھیجا اب غنیم ہجر نے ۔۔۔ لشکر غم بر طرف سب یک قلم ہونے لگا

جب گیا توں سیر کوں بے خود ہوئے اہل چمن ۔۔۔ سب طرف سیں سجدۂ نقش قدم ہونے لگا

قطرۂ شبنم نہیں اس[4] عارض گلگوں کوں دیکھ ۔۔۔ گل عرق شرمندگی کا لاکے نم ہونے لگا

شاید اب کے سال ہوئے وصل گل با مراد ۔۔۔ آہ کے آرے سیں نخل دل قلم ہونے لگا

کیوں سراج اوپر نوازش کی نظر کرتے نہیں

دن بدن اب خانہ زاد بے درم ہونے لگا

---

[1] سکھائی ۔ س [2] ہجر ہر رات ۔ س [3] سوں ۔ س [4] دیکھ تجھ مکھ کی بہار ۔ س

۳۴

۲۱

قد تیرا سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا
گلشن[1] دل میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

دھوپ میں غم کی عبث جی کوں جلایا افسوس
اس[2] کے سایہ میں اماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار نے ابرو[3] و مژگاں سیں مجھے صید کیا
صاحب[4] تیر و کماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

سب[5] جگت ڈھونڈ پھرا یار نہ پایا لیکن
دل کے گوشہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

خاک تیرے قدمِ پاک کی اے نورِ[6] نگاہ
سرمۂ دیدۂ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں[7] سمجھتا تھا کہ اس یار کا ہے نام و نشاں
یار بے نام و نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

[1] دل کے گلشن میں۔ س [2] پیو۔ س [3] ابروئے۔ ک [4] اس کنے۔ س و ع ۳۹۱ ا
[5] ح ندارد۔ ع ۳۹۱ ا [6] نورِ نین۔ س [7] ح ندارد

روزہ دارانِ جدائی کوں خمِ ابروئے[1] یار
ماہِ عیدِ رمضان تھا مجھے معلوم نہ تھا

نگہِ شوخ نے[2] دل ایک کرشمہ میں لیا
کیا بلا سیفِ زباں تھا مجھے معلوم نہ تھا

شدّتِ[3] ہجراں کی نہ تھی تاب مجھے مثلِ سراج
رُخ تیرا نور فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

۳۴

ہمدرد نہیں کوئی میرے اس دردِ نہاں کا
کس پاس کہوں جا کہ بیاں[4] آہ و فغاں کا

ہوتا ہے قلم سوز سیں فوارۂ سیماب
جب حال لکھوں ہیں جگرِ شعلہ فشاں کا

مجھ[5] رشک کی آتش سیں سدا باغ ہے سوزاں
ہے دل میں میرے داغ مگر لالہ رخاں کا

بے جلوۂ مہرو میرے دل کے ہوئے ٹکڑے
حیران ہوں میں زور کلیجا ہے کتاں کا

سودائی[6] بازارِ محبت جو ہوا ہے
زنہار خیال اس کوں نہیں سود و زیاں کا

---

[1] ابرو یار۔ ح [2] ۱۳۹۱ ر و س میں یہ مقطع ہے۔ "دل بیدل نے کہا تھا سو ہوا آج سراج" الخ

[3] شبِ ہجراں کے اندھارے سوں نت تک آیا تھا۔ س [4] یوصال۔ ۱۳۹۱ ر (دل ۱۳۹۱) [5] ح ندارد (ہجرت ۱۳۹۱)

[6] جو عشق کے بازار کا بے پار کیا ہے ؛ عالم میں خیال اس کو نہیں سود و زیاں کا۔ س ۱۳۹۱ ر

جو داغ ہوا تازہ، گل باغ محبت — ہرگز اُسے وسواس نہیں بادِ خزاں کا

ہوئے بحر خیاباں و ہر ایک موج صنوبر — گر عکس پڑے آب میں اس سرو رواں کا

اے جانِ سراج اب تو تیرا سورۂ صورت

ہر رات[۱] وظیفہ ہے دلِ شعلہ زباں کا

۳۵

۲۳۶ جو بسملِ کرشمۂ نازِ بتاں ہوا — بے تابی جگر سیتی وو نیم جاں ہوا

عشاق اس کے زخم سیں مقتول کیوں نہ ہوویں — خنجر کوں تجھ ادا کے تغافل فشاں ہوا

سینہ میں راز عشق کا پوشیدہ کیوں رہے — [۳]یہ آہ و نالہ پردہ درِ عاشقاں ہو

مجھ چشم اشکبار کی جس[۴] نے لکھا ہے شرح — ہر نقطہ اس کے کلک سیں گوہر فشاں ہوا

جس[۵] پھول نے تیرے سیں کیا دعویٰ بہا — وو پائمالِ آفتِ بادِ خزاں ہوا

ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل — گلشن ہوا، بہار ہوا، بوستاں ہوا

ہنستا ہے مجکوں دیکھ کہ وو شوخ اے سراج

شاید کہ رنگ زرد مرا زعفراں ہوا

۱ہ آج میرے حال پہ کر مہر۔ س ۲ہ یو جور و ستم بول کہ ہے رسم کہاں کا ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۳ہ یو۔ س ۴ہ جس نے لکھا شرح ۔ ع ۹۹ ا ۵ہ جس گل نے تجھ سیتی کیا دعوائے ہم سری ۔ س

۳۶

بجا ہے بلبل و قمری جو نغمہ خواں آیا | کہ یار گلبدن و سرو نوجواں آیا ۲۴۳
نپٹ عجب میں ہوں سورج کدھر کوں نکلا ہے | وہ مہر ماہ رُخ و ماہ مہرباں آیا
بدن خوشی سیں سماتا نہیں ہے جامے میں | کہ راحت دل و آرام بخش جاں آیا
ہر ایک مرغ چمن نے نثار کرنے کوں | چمن سیں لے کہ طبق گل کا زرفشاں آیا
خیال عکس رُخ یار شیشۂ دل میں | مری نظر سیں مثال پری نہاں آیا
اگرچہ وصل میں ہوں نیم ہجر باقی ہے | قرار خاطر بے صبر کوں کہاں آیا

مری زبان خموشی کوں جو سمجھتا ہے
سراج آج وہی یار رمزداں آیا

۳۷

مجھ سیں غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا | چاک سینہ کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا ۲۵۳
اب تلک مجکوں[1] کسی شخص کے چہرہ کا خیال | صورت آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا
صف عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا | وحشی کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا
اشک[2] اولے ہو برستے ہیں مرے دامن میں | یہ ورق نقرۂ افشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

---

[1] مجکوں سیں ک   [2] اب برسنے لگے دامن میں انجو کے اولے ۔ ر ۳۹۱ ا د س

خنجر عشق نے احسان کیا سر[1] پہ مرے — جاں کندن کبھی آساں نہ ہوا تھا سو ہوا

قبلہ رو رحم کیا مجھ[2] پہ خط آغازی ہیں — کافر ہند مسلماں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہ سوزاں سیں مرے دامن صحرا میں سراج

قبر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

۳۸

۲۵۷ جس کا دل شوق میں جیوں آئینہ حیراں نہ ہوا — سب ہوا لایق ہم چشمی جاناں نہ ہوا

زلفِ جمعیتِ دل کیونکہ لگے ہاتھ اُسے — سلسلہ میں جو محبت کے پریشاں نہ ہوا

یار آتا ہے میرے قتل پہ[3] اور میں ہوں خجل — حیف اس وقت پہ میرا دل بے جاں نہ ہوا

صحنِ گلزار میں کیا کام ہے صحرائی کا — جائے گل حیف یہاں خار بیاباں نہ ہوا

کیا سبب دیکھ رہا آئینہ اے شوخ تجھے — کیوں پشیماں نہ ہوا سر بہ گریباں نہ ہوا

لذتِ نعمتِ دیدار نہ پاوے ہرگز — مجلس غم میں جگر جس کا نمکداں نہ ہوا

اپنے مقصود کی بالقیس کوں کیوں جا پہنچے — طپش دل سیں جسے تخت سلیماں نہ ہوا

باغ[4] نے سرو کی انگلی کوں لب جو[5] نہ رکھا — حیف کھاتا ہے کہ وہ سرو خراماں نہ ہوا

---

[1] پو ۔ ۳۹۱ ر [2] ہیگا ۔ ۵۸۴ ر [3] سو کوں ۔ ک [4] ح نذار [5] پ ۔ ۵۸۴ ر ۔

اس طرف یار کوں کب میلِ تماشا ہے سراج
ریزشِ اشک سیں جس گھر میں چراغاں نہ ہوا

۳۹

رشتے ہیں تیری زلف کے ت جان ہمارا — بیجا نہیں سنبل کے اوپر مان ہمارا
سرمایۂ آشفتہ دلی جمع ہوا ہے — آ دیکھ صنم[1] حال پریشان ہمارا
جیوں صورتِ دیوار ہوا محوِ تمنا — مشتاق ترا ہے دلِ حیران ہمارا
درپیش ہے ہم کوں سفرِ منزلِ مقصود — بس آہ سحرگاہ ہے سامان ہمارا
تیرے لبِ شیریں کی سنا جب سیں حکایت — کاشانۂ زنبور ہوا کان ہمارا
مجنوں کی طرح[2] وحشی صحرائے جنوں نہیں — ہے وسعتِ مشرب سینی میدان ہمارا
کہتے ہیں تیری زلف کوں دیکھ اہلِ شریعت — قربان ہے اس کفر پہ ایمان ہمارا
آزاد کیے قید سیں تسبیح کی اس کوں — ہے گردنِ زنار پہ احسان ہمارا
سینے کے طبق میں ہے کبابِ دلِ پرسوز — جس دن سے غمِ ہجر ہے مہمان ہمارا
اے شوخ کشش سیں تیرے ابرو کی کماں کی — دل ہاتھ سیں جاتا ہے ہر ایک آن ہمارا

---

[1] سجن - س [2] یو - س - جیسے - ک و ع ۵۸۴ [3] نس - س

اے[1] جانِ سراج ایک غزل درد کی سن جا
مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا

۴۰

۲۷ ہمارے[2] پاس جاناں آن پہنچا — دلِ بے جان کوں اب جان پہنچا
نہ ہوئے کیوں شورِ دل کی بانسلی ہیں — ملاحت کا سلونا کان[3] پہنچا
کماں ابرو کی ہر ترچھی[4] نگہ سیں — جگر کے توڑنے کوں بان پہنچا
دکھایا مصحفِ رخسار اپناں[5] — ہمارا دین اور[6] ایمان پہنچا
مجھے کہہ کا گریزی[7] چہرے[8] والے — کہ وقت سیر نا فرمان پہنچا
مے و جام و گل مطرب ہے موجود — بہارِ وصل کا سامان پہنچا
دل[9] مفلس نے پایا وصل کا گنج — بھکاری کوں درس کا دان پہنچا

سراج اب گھر ترا روشن ہوا ہے
مگر وو شمع رو مہمان پہنچا

---

[1] اے جان سراج آج لیجا تحفہ مجلس۔ س و ع ۳۹۱ ا [2] میرے کن۔ س [3] آن۔ ک ندارد
[4] تیر۔ ع ۱۵۲ ا [5] پیوں۔ س [6] ہور۔ س [7] کانگریزی۔ ج [8] چیرہ۔ ک۔ [9] ح و ع ۱۵۲ ا

۱۴

ماجرا سُن کر ہمارے اشک بے پایان کا
آب ہو جاتا ہے زہرا نوح کے طوفان کا
دیکھ کر دریا میں اس مہندی بھرے ہاتھوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لوہو پنجۂ مرجان کا
اس بنفشئی پوش سیں مت مل رقیبِ زرد رو
کیا توں شاخ زعفراں ہے باغِ نافرمان کا
سبزۂ خط سیں زنخداں نے تری پایا ہے رنگ
ان دنوں آیا ہے تحفہ سیب ہندوستان کا
ہے ہمارے نالۂ پرسوز کا مطلب بلند
سرو قد کوں ہوئے گر معلوم حال اس تان کا
ہے بیانِ سوزِ بے تابی مری ہر بیت میں
برق کے سونے سیں جدول چاہیے دیوان کا

لہ بنفشہ۔ ک ؎ شور۔ ۱۸۵۴ ا۔

خوف میں ہوں سن کہ شاہِ حسن کے خط کی خبر
دیکھئے کیا ہوئے گا مضمون اس فرمان کا

زلفِ کافر سیں لگی بہنے نسیمِ مشک بو
زاہدو! بادِ خزاں ہے گلشنِ ایمان کا

جاں سپاری داغ کتھا چونا ہے چشمِ انتظار
واسطے مہمانِ غم کے دل سے ہے بیڑا پان کا

گوشۂ محرابِ ابرو میں ترے خالِ سیاہ
تابعِ اسلام ہے سردار کفرستان کا

اے سراجؔ آیا نہیں وہ نورِ چشمِ انتظار
خانہ ویراں ہوگیا ہے دیدۂ حیران کا

۴۳

۲۹ دلدار کی کشش نے اینچا ہے من[1] ہمارا — ہے خاک اس قلم[2] کی شاید وطن ہمارا
اے دوستان جانی دل سیں کرو توجہ — تا جان پاس اپنے پہنچے بدن ہمارا
گر زندگی ہے باقی پھر تم سیں آملینگے — دیدار آخری ہے جو ہے مرن[3] ہمارا

[1] دل ۳۹۱ ر [2] چرن۔ س [3] جیون۔ س

دریائے[1] مدعا کا لائے ہیں تھاہ جب سیں　　ہر بوند اشک[2] کا ہے دُرِّ عدن ہمارا

درکار نہیں ہے پہریں بریں قبائے زینت　　یہ بس[3] ہے خاکساری خاکی بدن[4] ہمارا

سب[5] چھوڑ خانماں کوں ہیں اس کی جستجو میں　　ہے دشت اور[6] بیاباں باغ و چمن ہمارا

مانند[7] کوہ کن ہے بے کل سراج کا دل
شاید کہ مان لیوے شیریں سخن ہمارا

۴۳

تصور تجھ بھواں کا اے صنم سمرن ہوا من کا
سدا دیول کی پوجا کام ہے ہر یک برہمن کا

ہوا ہے سرنگوں ہر سرو تجھ قد کی خجالت سیں
گھٹا یا حُسن روز افزوں نے تیرے مان گلشن کا

نزے دیکھے چکوروں کی نہ ہووے کیوں آرزو حاصل
ہوا عالم میں روشن چاند پورا حسن کے کہن کا

۳۰۲

---

[1] مقصود کے دریا۔ س　[2] ہے انجھو کا دُرِّ عدن۔ س و ۳۹۱ ا　[3] یو۔ س　[4] بدن۔ ک

[5] سب خانماں کوں تج کر ہیں پیو کی جستجو میں۔ س و ۳۹۱ ا　[6] ہور۔ س　[7] فرہاد کی نمط۔ س و ۳۹۱ ا

کیا ہے حق[1] نے تجکوں بادشاہ کشورِ خوبی
غریبوں کی صدا کوں مان لے دے دان درسن کا

بجا ہے گر مرا رتبہ سریر عرش پر ہوئے
صفائے دل سیں خاک راہ ہوں یتیم کے دامن کا

عجب آتا ہے مجکوں خوبرویوں کے تغافل پر
اگرچہ دوست ہیں، کرتے ہیں لیکن کام دشمن کا

برہ کے تیر باراں کوں سہا ہے بے جگر ہوکر
دلِ مجبور میرا سور ہے تجھ عشق کے رن کا

کرے گر سیر و دریا سینۂ ناصاف سیں زاہد
تو ہووے عکس پانی میں نہاں خورشید روشن کا

سراج اس آتشیں رو کی جھلک درکار ہے مجکوں
کمال ناتوانی سیں ہوا تنکا مرے تن کا

۴۴

۲۱۲ دیکھ کر تجھ حسن کی لیلیٰ کوں جیوں[2] مجنوں ہوا		بے خودی کے دشت میں دیوانہ و مفتوں ہوا

---

[1] ہم - ک		[2] دل - س، ج - ۱۸۸۶ء - ا -

نہیں ہے مجکوں احتیاجِ جامِ لبریز شرا
غم کی مجلس میں مرا دل ساغرِ پُر خوں ہوا

دیکھ کر تیرا قدِ طوبا صفت اے خوش ادا
تھا قدِ سروِ سہی اول الف اب نوں ہوا

سر خوشی[1] ہے یاد میں تیری مجھے ہر روز و شب
شوق تیرا حق میں میرے نشۂ معجوں ہوا

جو دل مفلس کہ منگتا تھا گدائی در بدر
دولتِ دیدار پا کر وقت کا قاروں ہوا

سرو کی ہمسر جو ہووے آ ہ اسکی کیا عجب
رات دن[2] جس کوں خیالِ قامتِ موزوں ہوا

کام میرا نغمہ خوانی ہے جُدائی میں سراج
بزمِ غم میں مجکوں تارِ آہ کا قانوں ہوا

(۴۵)

تیری بھنوؤں کی تیغ کے جو روبرو ہوا
سب عاشقوں کی صف میں وہی سرخرو ہوا ۳۱۹

تجھ زلف کے خیال سیں کیونکر نکل سکوں
ہر پیچ و خم نمونۂ طوق گلو ہوا

تیرے نگہ کا تیر ہے از بس کہ مو شگاف
مضموں ہر ایک زخم سیں میں مو بمو ہوا

رشتے سیں موجِ گل کی ہوائے بہار میں
سب بلبلوں کا چاک گریباں رفو ہوا

سورج کا رنگ چاند سر نکلا ہوا سفید
جس صبح کوں سوار وو خورشید رو ہوا

[1] دل خوشی ۔ س [2] جس کے ہر شب ۔ س

جس کی زباں میں عشق کے افسوں کا ہے اثر — ہر حرف اس کا موجِ پری ہُو بہُو ہوا

برجا ہے گر کہوں میں اسے شیشۂ آتشی
چشمِ سراج آئینۂ شعلہ رو ہوا

۴۶

۳۲۶ عشق جب آیا تو ترکِ آبرو کرناں لگا — گوشہ گیری چھوڑ سیر کو بکو کرناں لگا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر — اب دمِ خنجر کے پانی سیں وضو کرناں لگا

دل میرا بے دل ہو کیا جانے کدھر جاتا رہا — یار نہتا کیا کیجئے اب جستجو کرناں لگا

دلبرِ نوخط نے دل لے کر کیا انکار صاف — آرسی شاہد ہے اسکوں روبرو کرناں لگا

دل کی اب دیوانگی کا اور کچھ نہیں ہے علاج[2] — حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

یاد ہیں وہ دن کہ تھی ہر رات ہم کوں[1] چاندرات — عید کی سی چاند کی اب آرزو کرناں لگا

وحشتِ[3] دل کا نظر آتا نہیں ہرگز علاج — حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

دل ہوا چاک آفتابِ حسن کے شوقوں سراج
سوزنِ خطِ شعاعی سیں رفو کرناں لگا

[1] مجھ کوں — ک [2] اور کچھ نہیں علاج [3] ۳۲۱ اور ۳۲۵ شعر — ح ندارد

۴۷

۴۳۴
وحشی ہوا ہوں دلبر نگرو کی چشم کا — کیا[1] کام میرے سامنے آہو کی چشم کا
اب شیشۂ شراب کوں لا طاق میں[2] رکھو — بس ہے خیال مجھ کوں خوش ابرو کی چشم کا
رخسار پر صنم کے جو خالِ سیاہ[3] ہے — وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا
اس کی نظر میں ہے گُل[4] نرگس سفید داغ — جو مبتلا ہے شوخ سمن بو کی چشم کا

توں مقصدِ سراج غزل خواں ہے جیوں کہ گل
جان نظر[5] ہے بلبل خوشگو کی چشم کا

۴۸

۴۳۹
جس نے تجھ حسن پر نگاہ کیا — نور خورشید فرش راہ کیا
حق نے اپنے کرم ستی مجھ کوں — ملک خوبی کا پادشاہ کیا
مشق غفلت سے تیرہ[6] باطن نے — صفحۂ زندگی سیاہ کیا
حوض کوثر کا تشنہ لب کب[7] ہے — اس[8] زنخداں کی جن نے چاہ کیا
کوچۂ زلف میں گیا جب دل — برگ سنبل کوں زاد راہ کیا

[1] مت نام لیجو مجھ آگے آہو کی چشم کا ۔ م ۲۹۱ ۔ ا [2] پہ ۔ م ۹۹ ۔ ا [3] جو خال ہے سیاہ ہے ۔ ک [4] نرگس ہے ۔ ک
[5] بدر ۔ ک [6] تیرے ۔ م ۵۸۲ و [7] نیں ۔ م ۵۸۲ ا [8] تجھ ۔ ک

برق خرمن ہے جان دشمن کا درد سیں جس نے ایک آہ کیا

مت جلا اب سراج کوں ظالم
شعلۂ غم کوں عذر خواہ کیا

۴۹

۳۴۶

نقش قدم ہوا ہوں محبت کی راہ کا کیا دلکشا مکاں ہے مری سجدہ گاہ کا

گرمی سیں آفتابِ قیامت کی کیوں ڈروں سایہ ہے مجھ کوں سروِ قیامت پناہ کا

ناسور ہو کہ روزِ قیامت تلک بہے جس کے جگر میں تیر لگے تجھ نگاہ کا

پیو کا جمال دیکھ ہوا چاک چاک دل جیوں کہ کتاں پہ عکس پڑے نور ماہ کا

پیارا یا پیاری

ڈورے نہیں ہیں سرخ تیری چشم مست میں شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

دل تجھ برہ کی آگ سیں کیونکر نکل سکے شعلہ سیں کیا چلے گا کہو برگ کاہ کا

سنبل ہے جیوں کہ جلوہ نما جوئبار پر آنکھوں میں میری عکس دو زلفِ سیاہ کا

جتنا رو کے رخ پہ سبہ خط نہیں سراج
جا کر کھلا ہوا ہے میرے دودہ آہ کا

۱۳۹۱

۱؎ سرورِ عالم ک ۲؎ رہے ۹۶ ا ۳؎ ح و ۴؎ ۸۵ ندارد ۵؎ میرے نین میں عکس بس د

۶؎ چندر مکھی کے مکھ پہ نہیں سبزہ خط لے سراج ۲۹۱ ا و اس

۵۰

۳۵۴

سونے راتوں کوں گر جنگل میں میرے غم کی واویلا
تو مجنوں قبر سیں اٹھ کر پکارے "آہ یا لیلا"

ہمارا خونِ ناحق نہیں ہوا ضایع ارے قاتل
زمیں سے گل ہو نکلا آسماں پر ہو شفق پھیلا

ہرن سب ہیں برانی اور دیوانا بن کا دولہا ہے
پہیر خلعت کوں عریانی کی پھرتا ہے بنا چھیلا

شراب صاف دے تا صاف ہو ساقی غبارِ غم
ہمارا دل نپٹ گرد کدورت سے ہے اب میلا

سراج اس شعلہ رو کی تنگ پوشی کوں کہاں پہنچے
کہ ہے جامہ بدن میں شمع کے فانوس کا ڈھیلا

۵۱

۳۵۷

بھول جا حرف بے وفائی کا
یاد کر علم آشنائی کا

۱؎ سنے ۵۸۳ ا ۲؎ یہ کہہ ک ۳؎ پھولا ک ۔ ۵۸۳ ا ک ۴؎ دیوانہ ۵؎ دولا ک ۵۸۳ ا

۶؎ خار ک ۷؎ ہوا ک ۸؎ بر ک ۹؎ ترک کرشیوہ ۔ س، ۳۹۱ ا ۱۰؎ داغ ہے دل ہیں تجھ بدلی کا ۔ س ۱۱؎ رکھ ک

آ میری آہ کا تماشا دیکھ گر تجھے ذوق ہے ہوائی کا

شربتِ زندگی اسے ہے تلخ جس نے پایا[1] مزہ جدائی کا

آرسی خود نما ہے اے غافل خوب[2] نہیں طرز خود نمائی کا

دَور[3] آیا ہے چشمِ ساقی کا وقت[4] اب کب ہے پارسائی کا

بھیک منگنے تمہارے[5] ابرو پاس ماہِ نو جام ہے گدائی کا

نہیں[6] مرے دل میں داغِ عشق سراج
ہے سپند آتش جدائی کا

۵۳

۳۶۶ جب وہ تیغ چشم میرے سیں بہ تابی ہوا رنگ خاموشی صدائے حلق بے تابی ہوا

دیدہ وا ہوں انتظارِ[7] یار میں جیوں آئینہ سرمۂ حیرت نصیب چشم بے خوابی ہوا

نام تیرا ہر گھڑی لے جو ہر کان حیا نگیں دل پہ نقش[8] موج بے تابی ہوا

احتیاج[9] شمع کب ہے مجلس عشاق میں سوزِ آہ شعلہ افشاں نورِ مہتابی ہوا

جوش میں ہے بس کہ میرے اشک کا دریائے شور مردمک چشم تر میں مردم آبی ہوا

---

۱ چاکھا۔ س ۲ چھوڑ دے۔ س ۳ دور میں تجھ نین کے اے بابا [illegible] ۴ [illegible] پارسائی کا۔ س
۵ تجھ ابرو کے۔ س ۶ س اور ۱۲۱۵ میں مقطع اس طرح ہے۔ [illegible] ادائی کا۔ س
۷ انتظار میں تری ۱۲۹۱ ۸ موج اشک۔ س ۹ شمع کی حاجت نہیں ہے [illegible] کی رات میں ۱۲۹۱

اے صنم تیرے خیال ابروے خوں ریز سیں
دل شہادت گاہ زخم تیغ صحرائی ہوا

یاد میں اُس لعل لب کی بس کہ گریاں ہے سراج
اشک حسرت رشک بخش رنگ عنابی ہوا

۵۳

۳۷۳ ہے کہاں چیرۂ زری والا
چشم بلبل کی بکتری والا

نرگس شوخ چشم ہے باغی
ہے کدھر چشم عبہری والا

دل دہی کا خیال کیا جانے
نام جس کا ہے دلبری والا

بیٹھ دو کان چشم پر کئی دن
اشک بیرا ہوا تری والا

عشق کا فر سیں عقل کا بس نہیں
یہ فرنگی ہے پہلجری والا

یاد سیں اس کی چشم جگوں کی
شیشۂ دل ہوا پری والا

اے سراج اس زمین مشکل میں
کیا کرے فکر سرسری والا

۵۴

۳۸۰ جس کوں ہے ذوق مے ساغر مدہوشی کا
ہے اسے شغل تری چشم سیں مے نوشی کا

سلہ کاں ہے دو ۔ک ۔ ۵۸۴ ا سلہ چپو پڑی ۵۰۵ ا ۳ کے تیئں ذوق ہوا ۔ س ۳۹۱ ا

ماتم حال پریشاں ہیں مرے اے ظالم — زلف تیری نے لیا رسم سیہ پوشی کا

لایق پیرہن فقر ہیں آئینہ دلاں — تیرہ دل کسب ہے سزاوار نمد پوشی کا

پردۂ عیب نہ کر فاش کسی کا ہرگز — گر تمنا ہے تجھے نام خطا پوشی کا

بس ہے یک جلوۂ دیدار ترا جان سراج

نہیں ہے ظاہر ہیں اسے ذوق ہم آغوشی کا

۵۵

۳۸۵

جو کوئی شغل کثرت سیں خالی ہوا — وہ اسرار وحدت کا حالی ہوا

لیا کاسہ سر کوں وو ہات ہیں — ترے وصل کا جو سوالی ہوا

کیا جس نے آنکھوں کا پانی رواں — محبت کے گلشن کا مالی ہوا

نہ ہووے جام کوثر سیں محروم وو — علی ولی جس کا والی ہوا

جو کوئی لیوے جل جائے آگی یال — ترا نام اسم جلالی ہوا

لباس بسنتی ترا دیکھ کر — مجھ آنکھوں کا آنسو گلالی ہوا

مرا دل ہے فانوس حیرت سراج

کسی شمع رو کا خیالی ہوا

لے اے ستم حال پریشاں کے مرے ماتم میں [illegible]

[illegible]

۵۶

۳۹۲

یار[۱] جب میری طرف آنے لگا　　دل کی بے تابی سیں جی جانے لگا

گلبدن نے دل لیا یک رنگ ہو　　پھر تو کئی کئی رنگ دکھلانے لگا

دل نہیں ہے[۲] بلکہ ہے سولی کا پھول　　دوسرا[۳] منصور کہلانے لگا

ہوں ترسے ابر کرم کا تشنہ لب　　آگ کا مینہ کیوں تو برسانے لگا

بات کے کہتے ہیں وو شیریں دہن　　تلخ ہو کر ہول[۴] بتلانے لگا

زلف کھولا جب کہا میں شب بخیر　　شکر للہ پیچ کوں پانے لگا

یار نے دیکھا کہ جلتا ہے سراج
رحم اس کے حال پر لانے لگا

۵۷

۳۹۹

نقش[۵] ابرو مد بسم اللہ ہے تکبیر کا　　قتل ہے تجھ کوں روا ہر صید بے تقصیر کا

مثل شانہ نہیں خلاصی اس کی ممکن حشر لگ　　جو ہوا ہے صید تیری زلف کی زنجیر کا

بس کہ اے ظالم کیا توں بیگنا ہوں کوں شہید　　حشر میں دامن ترا اور ہات دامنگیر کا

---

[۱] جب بجن ۳۹۱ [۲] یہ ۵۸۴ [۳] اب دیکھو ۳۹۱ [۴] بھول ۳۹۱ [۵] اس میں مطلع یہ ہے

بس کہ دل زخمی ہوا ہے تجھ نگہ کے تیر کا　　نیں عجب گر تشنہ لب ہووے انجھو کے نیر کا

اس کا خاکا گرد محشر سیں کیا نقاش عشق — رنگ مت پوچھو ہماری آہ کی تاثیر کا

کب امید زندگانی ہے نگاہوں سیں تری — لب نظر آتا نہیں ہے تیر کی زہ گیر کا

اس[1] کے استقبال کوں خورشید آوے ہر سحر — مبتلا جو کوئی ہوا انجہ حسن عالم گیر کا

مت نصیحت کر مجھے اے زاہد خلوت نشیں — عشق میں کچھ زو نہیں تدبیر کا

اس[2] کی شہرت سن ہوے ہیں رام سب[3] وحشی مزاج — نام اس کا کیا مگر تعویذ ہے تسخیر کا

کچھ طلا سیں کم نہیں ہے چہرہ زرد سراج
اس سبب نہیں ذوق اوسے خاکستر اکسیر کا

۵۸

۴۰۸ جب وو قیامت آئیں مت غرور ہو یگا — ہر نالۂ شہیداں آواز صور[4] ہو یگا

ے خاک اس گلی کی اے پاکباز صادق — سرمۂ[5] نمن نگاتوں انکھیاں کوں نور ہو یگا

وو[6] شاہ فوج خوباں اس شہر میں جب آوے — آباد ہو مرا دل دار السرور ہو یگا

زاہد کوں روز محشر جز بوریا نہیں ہے — مجلس میں[7] عاشقوں کی جام طہور ہو یگا

سنگینی تغافل اپنوں پہ مت روا رکھ — مینا[8] ئے دل ہمارا اب نہیں تو چور ہو یگا

---

[1] ذیل کے دو شعر ح میں نہیں ہیں۔ [2] پھر۔ س [3] جگ کے وحشیاں۔ س [4] سور۔ ک
[5] طرح ۔۔۔ [6] آویگا شاہ خوباں جس وقت اس نگر میں۔ س [7] عاشقاں۔ س [8] مجھ جو ...
[9] شیشے نمن مرا دل پھر۔ س۔

آنکھوں[1] کے سامنے سیں مت جا صنم وگرنہ　　عشرت اٹھے[2] گی یکسر غم کا وفور ہوئیگا

حال سراج مت پوچھ اے شمع بزم خوبی
اس پر جو کچھ ہووے گا تیرے حضور ہوئیگا

۵۹

۴۱۵

صنم[3] نے زلف میں اول مجھے اسیر کیا　　نگاہ تیز[4] سیں پھر کر نشان تیر کیا

جنوں نے جب سیں دیا مجھ کوں دل کی کوہ کنی　　تبھی[5] سیں منصب فرہاد کوں تغیر کیا

نہیں ہے درد سر اس کے کوں حاجت صندل　　ترے قدم کی جو کوئی خاک کوں عبیر کیا

تمام منزل عرفاں کی سیر کیوں[6] نہ کرے　　طریق عشق میں جو غم کوں دستگیر کیا

لگا کے خاک بدن پر جو کوئی لیا بیراگ　　وو[7] اپنے بر میں عجب جامۂ حریر کیا

جو کوئی کہ لذت دوری کی چاشنی چاکھا　　غبار سینہ شکر خون دیدہ شیر کیا

جو کچھ[8] تھا نقد خرد اے سراج لوٹ لیا
وو شاہ حسن نے آخر مجھے فقیر کیا

---

[1] محتاج اے پریجن خاطر سوں عاشقاں کی۔ س [2] گا۔ س [3] سجن میں [4] دل فگار کوں۔ س [5] تد ہاں سوں۔ س [6] کوں۔ ح [7] اپس کے۔ س [8] س میں مقطع حسب ذیل ہے ؎

سراج آج ترے باج اے شہ خوباں　　یو سنگات لشکر غم کے انجھو پہیر کیا

۶۰

۴۲۲

دل مبتلا ہوا تری[1] آنکھوں کے ناز کا	زنجیر بند ہے تیری زلف دراز کا
چنگل سیں تجھ نگاہ کے زخمی ہوا ہے دل	پنجہ لگا ہے صید کوں جیوں شاہباز کا
قبلہ طرف نہیں ہے مجھے مطلب سجود	محراب ابرواں میں ہوں مائل نماز کا
مجلس میں غم کی، آہ کی توں بانسلی بجا	اے دل اگر ہے ذوق محبت کے ساز کا
خواہش ہے تجھ کوں کعبۂ مقصود کی اگر	کر بادبان آہ کوں دل کے جہاز کا
اس کی نظر میں سرو سہی ہے مثال کاہ	ہے جس کوں شوق تجھ قد عاشق نواز کا
افزوں ہے[3] حسن پاک ترے کی بہار آج	شاید اثر ہے دیدۂ پاکباز کا
شعلہ لگے[4] زبان قلم کوں مثال شمع	قصہ لکھوں جو دل کے میں سوز و گداز کا
مرہم سیں تجھ کرم کی وو امیدوار ہے	زخمی ہوا جو تجھ نگہ یکہ تاز کا
نہیں اس کو ہوش سور قیامت کے شور کا	بدمست ہے جو کوئی مئے مینائے راز کا
ہرگز[5] نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی	جس نے مزہ چکھا نہیں عشق مجاز کا

[1] ہے تجھ انکھیاں۔ س ۱۸۸۴ [2] یہ اور ۲ تیجہ کا شعر ر ت میں نہیں ہے۔ [3] ب تیرے حسن پاک کی افزوں۔

[4] لگیں ر ۵۸۲ ا [5] س میں مصرع یوں ہے "مشکل ہے اس کی جانچ حقیقت کی راہ میں۔"

اس سرو قد سیں آج ہم آغوش میں ہوا پایا ہوں پھل جہان میں عمر دراز کا

جب سیں سراج[1] مائل لیلی نگاہ ہوں

مجنوں نے مجھ سیں درس لیا ہے نیاز کا

۶۱

۴۳۵ جسے شغل ہے نحو اور صرف کا کہاں ہوش ہے عشق کے حرف کا

ہر یک لائق مستی عشق نہیں نہیں کام یہ[2] ہر تنک ظرف کا

میرے اشک رقت[3] نے پیدا کیا ترے ہجر میں رنگ شنگرف کا

نہیں گرمی عشق زاہد کے تئیں اثر ہے مگر سردی برف کا

لگے برق[4] کوں آتش غم سراج

سنے گر وو شعلہ مرے حرف کا

۶۲

۴۴۰ دل[5] پری رو کوں دیکھ دنگ ہوا دشمن جان نام و ننگ ہوا

---

[1] س و ۳۹۱ ا - "استاد عشق بس کہ ہوا ہوں میں اے سراج" [2] ہر ایک - س [3] رنگین - س

[4] س میں مقطع حسب ذیل ہے - سناؤں غزل یو کسے اے سراج ؛ نہیں قدر داں کئی مرے حرف کا -

[5] س میں مطلع حسب ذیل ہے - سرو تجھ قد کوں دیکھ دنگ ہوا ؛ غنچہ ترے دہن سوں تنگ ہوا -

کیونکہ ہوئے آلودہ دامن وو سہی قد باغ میں — سر و خم ہو کر کنارِ آب جُو پر پُل ہوا
صافیِ باطن عطا ہے بس کہ[1] حبِ شاہ سیں — دل مرا آئینہ عکس پے دُلدُل ہوا

اس گلابی چشم کا از بس تصور ہے مجھے
اے سراج آئینۂ دل ساغرِ پُر مُل ہوا

۶۶

۴۶۴ شرابِ شوق پی کر دو جہاں کا جس نے غم بھولا
خیالِ خم افلاطون و فکرِ جامِ جم بھولا

صنم کی تیغ پر سیرِ گلستانِ شہادت ہے
جو کوئی[2] یہاں سر سیتی چلتا نہیں اُس نے قدم بھولا

نہ لاوے ہوش میں ہرگز دمِ عیسیٰ اسے ایک دم
تری تیغِ نگہ کے دم کے دیکھے جس نے دم بھولا

ہر یک نقشِ قدم کوں بوجھتا ہے پھول کر پھکڑی
گذر تیری گلی میں جو کیا باغِ ارم بھولا

---

[1] جب مجھ شاہ سوں۔ س [2] جو کوئی سر سیتی۔ ک۔

نہیں[1] اٹکا ترے دام نگہ میں کون سا وحشی
تری آنکھوں کی وحشت دیکھ کر آہو نے رم بھولا

سراپا سحر ہے موہن کہ جس تصویر لکھنے میں
نہ لا دیدار کی طاقت مصور نے قلم بھولا

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے
سراج اب دیدۂ دل سیں صمد دیکھا صنم بھولا

۶۷

۱۷۴

تیری[2] زلف سیہ کے تاروں کا ورد ہے صبح و شام ماروں کا

مثل سیماب ہم کوں نہیں آرام پوچھ[3] آ حال بے قراروں کا

سوز[4] دل کی گھٹا ہے آنکھوں میں مینہ[5] برسنے لگا انگاروں کا

اشک[6] گرم آگ ہو نکلتا ہے نہیں پلک جھاڑ ہے ستاروں کا

گلبدن کے فراق میں ہر شب دل ہے آماج غم کے خاروں کا

---

[1] سمند برق جولاں میں کہاں ہے استقد شوخی ۔ ا ۳۹ ل [2] دیکھ غم تجھ زلف کے تاروں کا ؛ ہے پریشان حال ماروں کا ۔ ا ۳۹ ل و س
[3] ٹک ۔ ک و ا ۳۹ ل [4] جب سے چھائی آنکھاں میں غم کی گھٹا ؛ مینہ برستا ہے نت انگاروں کا ۔ ا ۳۹ ل و س
جب سوں چھائی ۔ س
[5] مینہ ۔ س ک ۔
[6] ہر انجھو آگ ہو ۔ س ۔

گلِ عارض دکھا کر گلشن میں ہوش کھو باتے کئی ہزاروں کا
ہجر کی رات میں شمار نہیں
اے سراج اشک کی قطاروں کا

۶۸

۴۷۸

اگر وو شوخ کی خاک قدم کوں پاؤں گا — بجائے سرمہ اُسے آنکھیں میں لگاؤں گا
ترے جمال کی تعریف جب کہوں گا میں — تمام حور و پری ہوش سیں بھلاؤں گا
اگر بہشت میں مجہ کوں ندا کرے رضواں — تری گلی سے دمِ حشر لگ نہ جاؤں گا
سنوں گر اس لبِ شیریں سیں لذتی کی صدا — ہزار نوبت کیخسروی بجاؤں گا
یقیں ہے مجہ کوں جدائی کی جان کندن میں — ترے وصال کوں پا کر وصال پاؤں گا
اگر وو حسن کا دریا نظر نہ آوے آج — تو پور گریہ رفت کا میں بہاؤں گا
ہماری بات محبت سیں تم جو گوش کرو — تو اپنی ہیم کہانی تمہیں سناؤں گا

ا س و ۳۹۱ کے اضافہ اشعار۔
بسملِ خنجر جدائی ہیں — حال آ دیکھ دل فگاروں کا
چار بازار دہر میں کیا خوف — معتقد ہوں میں چار یاروں کا

۲ نظاروں ۴۸۲ ۳ انکھیاں میں آتے ۔ س ۴ پیا کے حسن کی س ۵ بو ۔ س ۶ سول ۔ یں
۷ سیں ۔ ک ۸ بہاؤں نگا ۔ ک انجھو کا پور ۔ ایں چشم سوں بہاؤں نگا ۔ س ۹ میری طرف جو ٹک بیں میا سو کان دھرے ۔ یں
۱۰ اپس کی ہیم کہانی اُسے ہیں۔

وولالہ روکا اگر دیکھنا میسر ہوئے　　جگر میں[۱] داغ جو ہیں سب اسے دکھاؤنگا

کہا[۲] سراج وو ظالم نے آج زاہد کوں
کمند زلف میں اپنی تجھے پھنساؤنگا

۶۹

۴۸۷

تنہا وو مست ناز کوں جس وقت پاؤنگا　　اپنے خمار غم کی حقیقت سناؤنگا

پرخوں ہوا ہے غنچہ دل فصل ہجر میں　　اس گلبدن کوں کھول کہ سینہ دکھاؤنگا

اس پستہ لب کی چشم[۳] کی تعریف جب لکھوں　　بادام کوں جلا کے سیاہی بناؤنگا

اس[۴] یار دل نواز کے آنے کی سن خبر　　فرش جگر کوں راہ میں اس کی بچھاؤنگا

اس[۵] شوخ کوں سراج مبادا نظر لگے
دل جیوں سپند آتش غم میں جلاؤنگا

۷۰

۴۹۲

ہے کمند حلقۂ گیسو بلا　　دیکھ کر جس کوں ہوئے یکسو بلا

ہوش عاشق کا سلامت کیوں رہے　　لب بلا، بالا بلا، ابرو بلا

---

[۱] ک۔ کے　[۲] ک۔ کہا سجن نے مجھے اے سراج بے پروا۔ س　[۳] ک۔ کے حسن۔ ک　[۴] او۔ ۵۸۴ ا
[۵] ۹۹ ا میں یہ دو شعر اضافہ ہیں　بے اختیار ہو کے میں اس یار کوں کہا ؛ کیا ہوئیگا جو شربت دیدار پاؤنگا۔
شمشیر کھینچ تب تو دیا یوں مجھے جواب ؛ تو دیکھ کیا سراج کے پرزے اڑاؤنگا۔

کیوں نہ ہوئے دیوانہ ہر اہلِ خرد ہے تمہارا نرگسِ جادو بلا

خندۂ پنہاں ہیں تیرے اے صنم قتلِ عاشق کا ہے کیا قابو بلا

بھول مت موعود کوں اپنے سراج

گر گیا ہے وعدہ قالو بلا

۱۷

۴۹۷ یار گرمِ مہربانی ہو گیا دشمنِ جانی تھا جانی ہو گیا

اس شکر لب کی ملاحت دیکھکر منفعل ہونٹوں پانی ہو گیا

توپ خانے سیں ہماری آہ کے قلعۂ دل ڈھول ڈھانی ہو گیا

کیسری جامہ بدن ہیں اسکے دیکھ رنگ میرا زعفرانی ہو گیا

دیکھ اس خورشید رو کوں اے سراج

چاند کا رنگ آسمانی ہو گیا

۲۷

۵۰۲ سروِ گلشن پر سخن اس قد کا بالا ہو گیا ہر نہال اس شرم سیں جنگل کا پالا ہو گیا

۱؎ جس کے دیکھے عاشقاں بیمار ہیں ملا۳۹۱ ۲؎ وس ۳؎ بیاکے ۔ س ۴؎ میرے کا ۔ س ۵؎ قالو ۔ ج

۶؎ ۴۴۵ و میں مطلع نہیں ہے ۷؎ ہونٹوں میں ۔ ک

آو تا ہے یہ[1] بہا ہو انکھ سیں دامن تلک　　طفل اشک اس آج کل ہیں کیا جوالا ہو گیا

جب سیں اس الماس کی ہنسی کا[2] ہے آنسو میں عکس[3]　　تب سیں ہر تار فلک ہیروں کا مالا ہو گیا

دل جگر کی پھکڑیاں آہوں کے تاروں[4] میں پرو　　بیٹھ کر دو کان غم پر پھول والا ہو گیا

اشک باراں آہ بجلی، اشک کی کالی گھٹا　　ماہ روبن کس طرح[5] کا برشگالا ہو گیا

باغ میں سرما تھا اور تھی یاد[6] دلدار دورنگ　　مجھ کوں ہر برگ گل رعنا دوشالا ہو گیا

نیند سیں کھل گئیں مری انکھیں سو[7] دیکھا یار کوں　　یا اندھارا اس قدر تھا، یا اوجالا ہو گیا

ہجر کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا　　عشق کے بیراگیوں کو مرگ چھالا ہو گیا

بھر رہا ہے بس کہ دود آہ میرا اے سراج
آسماں جیوں پردۂ فانوس کالا ہو گیا

۷۳

عشق بازی میں جو کوئی جاں کوں ہارا ہوئے گا　　گل بسر شوق[8] کا ہو رنگ کا مارا ہوئے گا　　۵۱۱

راز مجہ عشق کا چھپتا[9] سا نظر آتا نہیں　　ہے[10] مجھے صدق کہ آخر کوں پکارا ہویگا

ہے سدا سینۂ صد چاک مرا مثل انار　　رفتہ رفتہ دیکھو یہ پھول ہزارا ہویگا

---

[1] بے ۔ک [2] تخنی ۔ ۹۹ ل [3] رنگ ۔ ۹۹ ل ۔ [4] ناکوں ۔ک [5] بے طرح سیں ۔ک

[6] یاد بھی دلدار کی ۹۹ ل [7] جو ۔ ۹۹ ل [8] عقل کوں یار کے کوچہ میں بسارا ۔ک [9] چھپتا نظر آتا ۔ک [10] ہے یقین مجھ کوں ۹۹ ل

آشنائی سیں مرے شورش احوال کوں دیکھ — طپش شوق سیں دل جل[1] کر انگارا ہوئیگا

گر ترے حسن کے پرتو سیں فلک ہوئے روشن — مہر مہتابی و مہتاب ستارا ہوئیگا

مغربی تیغ ہلال اول شب مڑتی ہے — یار کے گوشۂ ابرو کا اشارا ہوئیگا

اے سراج اس کوں ہمیشہ ہے سدا ستہ شوق

کسوت داغ سیں جو دل کوں سنوارا ہوئیگا

۴ے

۵۱۸ | میں نہ جانا تھا کہ تو یوں بیوفا ہو جائیگا — آشنا ہو اس قدر نا آشنا ہو جائیگا

خوب لگتی ہے اگر بدنامی عاشق تجھے — آہ کرتا ہوں کہ شہرہ جابجا ہو جائیگا

گر تمہاری دل خوشی ہے ذبح کرنے میں مرے — خوب جی جاوے تو جاوے اور کیا ہو جائیگا

میں سنا ہوں تجھ لبوں[2] کا نام ہی حاجت روا — یک تبسم کر کہ میرا مدعا ہو جائیگا

کیا عجب گر میں ہوا دیوانۂ زلف بتاں — گر فرشتہ ہوئے[3] تو ان کا مبتلا ہو جائیگا

میں تمہارے آستانے سیں جدا ہونے کا نہیں — سر اگر شمشیر[4] سیں کٹ کر جدا ہو جائیگا

جیوں سراج اس شمع رو پر دل کوں ہے[5] ملنے کا شوق

فرض عین عاشقی سیں اب[6] ادا ہو جائیگا

---

[1] جل کے۔ ک [2] ہونٹوں کا۔ ک [3] تلوار۔ ک [4] ... [5] ہے [6] ۔ ۱۹۹

۷۵

۵۲۵

آیا پیا شراب کا پیالا پیا ہوا
دل کے دیے کی جوت سیں کاجل دیا ہوا

آیا ہے میرے قتل پہ درپیش بے طرح
آیا ہے مجھ کوں پیش وو اپنا کیا ہوا

مارا ہوا ہے خضر محبت کی تیغ کا
آبِ حیات شوق سیں تیرے جیا ہوا

بیٹھا ہے تخت شوق پہ جو ہو کر بے ریا
وو پادشاہ بارگہہ کبریا ہوا

نکلا ہے دل جلا کہ مجھ انکھوں سے طفل اشک
اس شوخ بے جگر کا دیکھو کیا ہیا ہوا

دل[1] لے گیا ہے مجھ کوں دے امید ول وہی
ظالم کبھی تو لائیگا[2] میرا لیا ہوا

نہیں جب سیں پاس شاہد گلگوں قبا سراج
جی پر ہے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

۷۶

۵۳۲

غم نے باندھا ہے مرے جی پہ کھلا ہائے کھلا
پھر نئے سر سینے آئی ہے بلا ہائے بلا

اے گل گلشن جاں کر تجھے یک بار نہال
خار حسرت کا کلیجے میں سلا ہائے سلا

---

[1] دل نے کہا ہے مجھکوں دے امید وار ہی۔ک [2] لاویگا۔ک

دیکھ سکتا نہیں میں گل کوں ہر یک خار کے ساتھ
اپنے ہمراہ رقیبوں کوں نہ لا ہائے نہ لا

ذبح کرنے میں مرے رحم نہ لایا اس نے
بلکہ اتنا بھی کہا نیں کہ گلا ہائے گلا

جس نے کھایا ہے ترے ابرو سے خوں ریز کا زخم
مرغ بسمل سا لہو بیچ رلا ہائے رلا

جان جاناں کوں مرے پاس شتابی لاؤ
نہیں تو یک پل میں مرا جان چلا ہائے چلا

بے طرح اب تو برہ آگ دہکتی ہے سراج
دل مرا کیوں نہ پکارے کہ جلا ہائے جلا

""

۵۳۹
اغیار چھوڑ مجہ سیں اگر یار ہوئیگا — شاید کہ یار محرم اسرار ہوئیگا
بوجھیگا قدر مجہ[1] دل آشفتہ حال کی — پہاندے میں زلف کے جو گرفتار ہوئیگا

---

[1] ہر مصرعہ ۔ ا سے کا ۔ ج

بے فکر میں نہیں کہ صنم مست خواب ہے ‏ کیا کیا بلا کریگا جو بیدار ہوئیگا

پنہاں رکھا ہوں درد کوں تو ہوگی گھونٹ تلخ ‏ کہنا نہیں کسی سیں کہ اظہار ہوئیگا

بزم جنوں میں ساغر وحشت پیا جو کوئی ‏ غفلت سیں عقل و ہوش کی ہشیار ہوئیگا

تیری بہووں کی تیغ کے پانی کوں دیکھ دل ‏ اٹکا ہے اس سبب کہ ندی پار ہوئیگا

رنگیں نہ کر توں دل کا محل نقش عیش سیں ‏ غم کے تبر سیں مار کہ مسمار ہوئیگا

برجا ہے یار مجھ پہ اگر مہربان ہے ‏ بلبل پہ گل بغیر کسے پیار ہوئیگا

جاتا نہیں ہے یار کی شمشیر کا خیال ‏ معلوم یوں ہوا کہ گلے ہار ہوئیگا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی ‏ یہاں کیا ہے بلکہ حشر میں اقرار ہوئیگا

مجھ پاس پھر کر آوے اگر وہ کتاب رو ‏ مکتب میں دل کے درس کا تکرار ہوئیگا

صحن چمن میں دیکھ تیرے قد کی راستی ‏ ہر سرو تجھ سلام کوں خمدار ہوئیگا

اس چشم نیم خواب کی دیکھے اگر بہار ‏ نرگس چمن میں نقشۂ دیوار ہوئیگا

اس زلف عنبریں سیں جو یک تار جھڑ پڑے ‏ ہر خوب رو کوں طرۂ دستار ہوئیگا

اے جان میرے پاس سیں یکدم جدا نہ ہو ‏ جینا ترے فراق میں دشوار ہوئیگا

رکھتا ہے گرچہ آئینۂ فولاد کا جگر ‏ تیرے نگہ کے سامنے لاچار[1] ہوئیگا

---

[1] ناچار ۔ ۵۳۴۵ ۔ ا

مت ہو شبِ فراق میں بے تاب اے سراج
امید ہے کہ صبح کوں دیدار ہو یگا

۷۸

۵۵۶ اے دلِ بے ادب اس یار کی سوگند نہ کھا — توں ہر ایک بات میں دلدار کی سوگند نہ کھا
روحِ چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر — خوب نہیں تربتِ جھیار کی سوگند نہ کھا
یہ ادا سرو میں زنہار نہیں اے قمری — یار کے قامت و رفتار کی سوگند نہ کھا
خوف کر خط کی سیاہی ستی اے وعدہ خلاف — ہر گھڑی مصحفِ رخسار کی سوگند نہ کھا
اپنی آنکھوں کی قسم کھا کہ لیا نہیں میں نے — جان لے کر دلِ بیمار کی سوگند نہ کھا
پیچ دے دے کہ میرے دل کوں پریشاں توں کیا — ناحق اس زلف گرہ دار کی سوگند نہ کھا
تاب اس رخ کی تجلی کی نہیں تجھ کوں سراج
توں عبث شعلۂ دیدار کی سوگند نہ کھا

۷۹

۵۶۳ عشق نے خون کیا ہے دل جس کا — پارہ لعلِ اشک ہے تس کا
یاد کر کر عمل میں لاتا[1] ہوں — ہر سخن عشق کے مدرس کا

---

[1] لایا — ب ۱

چشم ساقی کا وصف لکھتا ہوں لے قلم ہات شاخ نرگس کا
غم نے پیلا کیا ہمارا رنگ کیمیا گر نے زر کیا مِس کا
زلف دکھلا کہ دل لپیٹ لیا اب پریشاں ہے حال مجلس کا
تم نے پائے ہو حسن کی دولت پوچھتے کب ہو حال مفلس کا
بے کسی مجہ سیں آشنا ہے سراج
نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

۸۰

داغ ہے دلِ عاشقِ مایوس کا نقش ہے جیوں کر پرِ طاؤس کا ۵۷۰
یہ سخنِ سخت رقیباں مجھے سنگ ہوا شیشۂ ناموس کا
دیدہ پرخوں کوں مثال حنا شوق سدا ہے ترے پابوس کا
غیر طرف کیونکہ نظر کر سکوں خوف ہے تجہ عشق کے جاسوس کا
اس لبِ شیریں سے مگس دور ہے کیوں نہ ملے ہات وو افسوس کا
محفلِ عشاق میں جز ذکرِ یار درس نہیں نسخۂ قاموس کا
شمع جنوں دل میں جلایا سراج
کام نہیں پردۂ فانوس کا

۸۱

۵۷۷ دورنگی خوب نہیں یک رنگ ہو جا — سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

تجھے جیوں غنچہ گر ہے درد کی بو — لہو کا گھونٹ پی دل تنگ ہو جا

کہا کس تیرہ دل نے تجھ کوں اے غم — کہ دل کی آرسی پر زنگ ہو جا

یہی آہوں کے تاروں میں صدا ہے — کہ بار غم سیں خم جیوں چنگ ہو جا

دعا ہے اے رہ غم طول عمر کے — قدم پر ہے تو سو فرسنگ ہو جا

گلے میں ڈال رسوائی کی الفی — الف کھینچ آہ کا بے ننگ ہو جا

برہ کی آگ میں ثابت قدم چل
سراج اب شمع کا ہم رنگ ہو جا

۸۲

۵۸۴ یک روز صحن[1] باغ میں وو نونہال تھا — ہر نونہال اس کے قدم سیں نہال تھا

مانند شانہ چاک مرا سینہ کیوں نہ ہوئے — تجھ زلف کے خیال میں آشفتہ حال تھا

دھوتی[2] ہے اپنے اشک سیں بلبل تمہارے پانو — گل کی کلی کا رنگ مگر پائمال تھا

---

[1] صبح ۔ س [2] دھویا ہے اپنے اشک سوں تجھ پاک کوں عندلیب ۔ س ۔ و ۳۹۱ الف

سب دیکھتے تھے چاند کوں میں یار کی طرف[1]　　اس کی بھنویں ادھر تھیں ادھر کوں ہلال تھا

ٹکڑے اوڑے[2] کتان جگر کے سراج آج
مدت[3] سیں یار ماہ جبیں کا خیال تھا

۸۳

دل[4] میں جب آ کہ عشق نے تیرے محل کیا　　سب دست و پائے عقل کوں یک پل میں شل کیا　　۵۸۹

اس زلف پر شکن سیں صنم[5] کھول گرگرہ　　عاشق کے دل کے عقدہ مشکل کوں حل کیا

سیر چمن کوں جب کہ ہوا لالہ رو سوار　　راز و نیاز بلبل و گل میں خلل کیا

اقلیم دل سیں عقل نے لی تب رہ گریز　　جب صوبہ دار عشق نے آ کر عمل کیا

مجلس میں عاشقوں[6] کی جب آیا وو شمع رو[7]　　محجوب[8] ہو کے شمع نے صورت بدل کیا

اے شوخ سحر کار ہر یک بوالفضول کوں　　تیر نگہ نے بسمل تیغ اجل کیا

دیکھا[9] ہے جب سیں مصرعہ موزوں قد یار
اس دن سیتی سراج نے فکر غزل کیا

---

[1] پیو کی بھنواں۔ س [2] وہ ناگ ہو کے زلف کا آفت ہے اے سراج [3] جس زہر کی و ولہر میرے جیو پہ کال تھا۔ س
[4] میرے جگر میں۔ س [5] سجن۔ س [6] عاشقی کے۔ س [7] ماہ رو۔ ۵۸۴ ا [8] پروانہ۔ س
[9] میرے سخن کوں دیکھ کے منصف نے اے سراج / فکر رساہوں میں یو عجائب غزل کیا۔ س ۳۹۱ ا

۸۴

۵۹۶ بھرا[1] کمالِ وفا سیں خیال کا شیشا — کہ ہوے بدر[2] سیں پورا ھلال کا شیشا

وو[3] خوش دہن کی جدائی سیں بزم گلشن ہیں — ہر ایک غنچہ ہے رنگ ملال کا شیشا

خیال[4] عارضِ گلرنگ کی تجلی سیں[5] — ہے آئینہ عرق الفعال کا شیشا

تمام بوقلمونی کا ہے تجلی گاہ — تہیں خدائی ہیں دل کی مثال کا شیشا

چمن میں عازم ہولی ہے وو بسنتی پوش — ہوا ہے غنچۂ لالا گلال کا شیشا

خوشی سیں چرخ میں ہے آفتاب کی مانند — ملا جسے مۓ نور جمال کا شیشا

نبی کی آل کا احوال سن ہوا پر خوں
سراج[6] دل ہے مرا رنگِ آل کا شیشا

۸۵

۶۰۳ محرم دل ہوا وو صحرا وا — کر[7] کہ معلوم والہ و رسوا

سوس کر آہ درد[8] کھو آرام — دل ہمارا ہوا درس کا گدا

ہر کر جہر موم[9] دل ہو کر — کر عطا دل کا مدعا سارا

---

[1] بھرو۔ک [2] جہر۔ک [3] ک ہیں اس مصرعہ کی بجائے مقطع کا مصرعہ اولی درج ہے۔ [4] عای۔ک
[5] دیکھ۔ک [6] ہیر نیا دل کھوں یا۔ک [7] کر کے۔ک [8] وورد کھو۔ [9] کھو دکھاگرو ۳۹۱ ا۔

درد کا گھر ہوا ہمارا دل　　ہار گل کا ہوا گلِ سودا

دل کہا لا الہ الا اللہ
ورد اسم رسول کر کہ سدا

۸۶

۶۰۸ فصل[1] گل کا غم دلِ ناشاد پر باقی رہا　　حشر لگ یہ مظلمہ، صیاد پر باقی رہا

کھول کر زلفوں کوں آیا سرو قد جب باغ میں　　نقش حیرت طرۂ شمشاد پر باقی رہا

جل گیا پروانہ، پن مجھ سا سمندر خو نہیں　　یہ سخن شاگرد کا استاد پر باقی رہا

عاشقی میں کب روا ہے اس طرح کی ظالمی　　خونِ شیریں گردنِ فرہاد پر باقی رہا

رہ گئے، ذوقِ تبسم میں تغافل کے شہید　　بسملوں کا خوں بہا، جلاد پر باقی رہا

الفتِ لیلیٰ نے مجنوں کا مٹایا سب نشاں　　نام اس کا صفحۂ ایجاد پر باقی رہا

کھول[2] چشم لطف، دے جاگیر مقصودِ سراج
شمع رو پروانہ دل صیاد پر باقی رہا

۸۷

۶۱۵ جگر[3] کے داغ سیں ازبس کہ پُر خوں ہے بدن میرا　　ہوا ہے جیوں پرِ طاؤس رنگیں پیرہن میرا

---

[1] یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں [2] چشم الفت کھول دے۔ عـ ۹۹ ا ۔
[3] یہ غزل ۳۹۱ ا سے منقول ہے۔

طریقہ عدل کا یوں ہے کہ کرنا قطع ہات اس کا ۔۔۔ لیا ہے آستیں نے تجھ بنا نور نین میرا

تصور میں تیری تصویر کے ازبس کہ حیراں ہوں ۔۔۔ ہوا ہے تختۂ دیوار جیوں آئینہ تن میرا

خیال عارض خوباں ہے ازبس رات دن مجھ کوں ۔۔۔ بناؤں برگ گل سیں جب مروں رنگیں کفن میرا

بجا ہے گر کرے پروانہ اپنے پر سیں فرش اس کا ۔۔۔ اگر ہوئے جلوہ گر مجلس میں شمع انجمن میرا

ہوا ہے ... طبع سراج اب ہمسر طوطی
طفیل اس قند موزوں کے ہوا عالی سخن میرا

۸۸

نین کی پتلی میں اے سریجن ترا مبارک مقام دستا[1] ۶۲۱
پلک کے پٹ کھول کر جو دیکھوں تو مجھ کوں ماہ تمام دستا

پری کی مجلس میں تجھ کوں زاہد ہنوز پروانگی نہیں ہے
مے محبت کوں نوش کر توں کہ اب تلک تجھ کوں خام دستا

سبھوں سیں مکھ موڑ کر مرا دل پرت کے فن میں ہوا اداسی
نماز جی سیں نیاز کی پڑھ صف[2] جنوں کا امام دستا

---

[1] صرف ۳۹۱ اور س۔ [2] صفت۔ س

اگرچہ ہر سرو راست قامت چمن میں مغرور سرکشی ہے
مقابل اس قد خوش ادا کے مری نظر میں غلام دستا

وو شکریں لب[1] نے گوش دل سیتی تمام سنکر یو ریختہ کوں
کہا وو میٹھے[2] بچن سیں مجہ کوں تسراج شیریں کلام دستا

۸۹

۹۲۶

خیالات نیرنگ چشم صنم سیں ہے شیشہ میں دل کے پری کا تماشا
ہمیں صحن گلشن میں تم ست دکھاؤ گل نرگس عبہری کا تماشا

جو تیوری چڑھاوے تو جی کوں لجاوے وگر مسکراوے تو پھر کر جلاوے
نیا ان دنوں میں ہی دیکھا ہے ہم نے وو ساحر کی افسوں گری کا تماشا

مری[3] چشم حیراں کے درپن میں ظالم توجہ تری بے نیازی کوں کب ہے
اگر دیکھتا ہے تو دیکھ آئینہ میں خدائی و پیغمبری کا تماشا

نہ جنگل میں تسکین دل ہے میسر نہ دریا کوں دیکھے خوشی جی کوں حاصل
میری آہ سوزاں و اشک رواں ہیں ہے خشکی کا سیر اور تری کا تماشا

لہ دو شکر لب ۳۹۱ ا، ۲ے پو۔س ۳ے تری۔ک۔

سراج اپنے نزدیک بوجھا ہے بہتر جھلکات شعلۂ[1] رویوں کی پاپوش زر کی
پتنگوں کے جھومر میں اے شمع دکھلا ترے سر[2] کے تاج زری کا تماشا

۹۰

۶۳۱

عشق کی جو لگن نہیں دیکھا — وو برہ کی اگن نہیں دیکھا
قدر مجھ اشک کی وو کیا جانے — جس نے درّ عدن نہیں دیکھا
تجھ گلی[3] میں جو کئی کیا مسکن — پھر کر اُس نے وطن[4] نہیں دیکھا
آرزو ہے کہ زلف کوں کھولے[5] — میں نے کالی رین نہیں دیکھا
لب رنگیں دیکھا[6] اے معدنِ حُسن — میں عقیق یمن نہیں دیکھا
ٹک زمیں پر قدم رکھو ساجن — آج نقشِ جبیں[7] نہیں دیکھا
دل عبث تشنہ لب ہے کوثر کا — پیو کا چاہِ ذقن نہیں دیکھا
غنچۂ گل کوں دیکھ گلشن میں — گر توں پیو کا دہن نہیں دیکھا

تجھ مثل اے سراج بعد ولی
کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

---

[1] خوب رویوں۔ک [2] چیرہ تاج۔ک [3] س میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخی چشم یار کوں جا دیکھ ؛ گرچہ تونے ہرن نہیں دیکھا۔
[4] حب الوطن۔س [5] کھولو۔س [6] ہم نے لعل۔س [7] جبیں [۳۹۱ ا]۔

۹۱

کاں[1] ہے ابرو کماں صنم میرا　　جس کی فرقت سیں قد ہی خم میرا ۶۴۰

اس کی جب[2] چشم کی لکھا تعریف　　شاخِ نرگس ہوا قلم میرا

کیا[3] بلا شوق کی پیا ہوں شراب　　ہوش جاتا ہے دم بدم میرا

سفر ملک عشق میں جز آہ　　کوئی نہیں ہے رفیق غم میرا

خنجر ظلم کا ہوں میں مشتاق　　کاں ہے وو شوخ پُرستم میرا

دشمنوں[6] کے جگر کوں کرنے چاک　　آہ ہے خنجر دو دم میرا

دامِ گیسو میں ہے[5] شکار سراج
شوخ صیاد ہے صنم میرا

---

[1] ہے کہاں - ک - ضمیمہ - [2] چشم کی جب - ک - ضمیمہ ، [3] ساغر شوق میں

[4] جور - س [5] ہے کہاں - ک - ضمیمہ [6] دشمناں - س [7] بی - س

ردیف ب

۱

۲۴۷

منتظر ہوں جلوهٔ[1] دیدار دکھلا بے حجاب
زلف کے تاروں کوں یکسو کر کہ دیکھوں آفتاب

شوق کی مجلس میں از بس یاد ہے تجھ زلف کی
پیچ و تاب حلقۂ زنجیر ہے موجِ[3] شراب[2]

صحنِ گلشن میں ہوا ہے خود جھلک اپنی دکھا
بلبل بے خانماں کی فکر کر اے گل شتاب

خانہ زیں میں اگر ہوئے جلوہ گر وو رشکِ حور
کیا عجب[4] گر حلقۂ چشمِ پری ہوئے رکاب

ہے بجا گر وو ملیح آوے کہ لازم ہے نمک
عندلیب بوستاں ہے آتشِ گل پر کباب[5]

سیرِ صحرا کا اگر اُس گلبدن کوں عزم ہے
وہاں کے کانٹوں سیں عجب کیا کھینچیے عطرِ گلاب

ناز کے دیوان میں اے مطلعِ حسن و جمال
خط تیرا ہے مصرعہ و ابرو ہے فردِ[6] انتخاب

عکس[7] دکھلا اپنے رخ کا اے دُرِ دریائے حسن
منتظر ہے دیدۂ گرداب اور چشمِ حباب

---

[1] کہ درس کا مکھ دکھا تاک۔ بس ولی ۳۹۱ [2] سراب۔ س [3] دل۔ ک [4] حلقۂ چشم مری۔ ک

[5] ولی ۳۹۱ اور س میں اس شعر کے بعد یہ اضافہ ہے ”عکس تیری چشم حیراں کا اگر اس میں پڑے / تو ہوئے دل دیکھ کر اس آرسی کوں لاجواب“

[6] بیت۔ س [7] تا پڑے نسخۂ حسن کا عکس۔ ولی ۳۹۱ ا

اے دل و جانِ پیا آج آ رحم کر عشاق پر
اب نہیں ہے تن میں طاقت دل میں تاب آنکھوں میں خواب

۲

۶۵۶

جب[1] کباب دل سیں سیخ آہ کھینچوں بے حجاب
تب تنور چرخ میں چھپ[2] جائے قرص آفتاب

عشق[3] کے میدان میں جب سیں ہوا ثابت قدم
دل نے میرے تب سیں پایا شہزہ خانی[4] کا خطاب

فیض غم سیں چشم گریاں کا میری جاری ہے کام
فردِ دامن پر لکھا ہوں اپنے آنسو کا حساب

ہے بجا گر درس پاؤں عشق کے استاد سیں
ہے کتابی چہرۂ جاناں گلستاں کی کتاب[5]

[1] یا الٰہی منتظر ہوں کاں ہے میرا آفتاب ؛ کون دن ہوگا کہ جس دن پیو سیں جاوےگا حجاب۔ م۳۹۱ و ۳ چھپ ح

[2] اس شعر کے بعد م۳۹۱ میں یہ شعر زیادہ ہے۔ زلف تیری ناگنی کالی ہے میرے جی کا کال ؛ لہر جھکے زہر کی مجھ کوں چڑھی ہے بے حساب

[3] خوانی۔ ک و م۵۸۴ ا۔ خالی۔ ح۔

[5] س میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ خوشنما ہے ناک میں تیرے عجائب و بلاق ؛ حلقہ گوش اس خجالت سیں ہوا ہے در خوشاب۔

گرچہ ماہ نو، فلک پر ہے ہلالی وقت کا
تاب کیا ہے ہیبتِ ابرو کا تری لاوے جواب

خندۂ دنداں بنا لازم نہیں اے سحرِ حسن
نہیں تو اب جاتی رہیگی آن میں موتی کی آب[1]

جلوۂ[2] خورشید رو حاصل نہیں ہوتا سراج
کب تلک[3] جیوں دودِ شمع اس غم سیں کھاؤں پیچ و تاب

۳

۶۶۳ مجلسِ[4] عیش گرم ہوئے[5] یارب
یار اگر ہوئے شمعِ بزم طرب[6]

[1] س و ۳۹۱/ ا میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے۔ بے حجابی سیں ہمارے ساتھ من بات کر شہ مہربانی کر ستم مت کر اے عالیجناب۔
[2] اے سجن جلتا ہوں تجھ غم کی اگن میں جیوں سراج تجھ برہ میں غم ہے آتش تن انگیٹھی دل کباب۔ ۳۹۱/ ا
[3] مثل دودِ شمع کب لگ۔ ۵۴۳/ ا۔ [4] س و ۳۹۱/ ا کے اضافہ اشعار ہے

ہجر کی رات خوب ہے یارب
کب نظر آئیگا وہ ماہ لقب

ہر سحر کر بلند دستِ دعا
تجھ سیں کرتا ہوں وصلِ یار طلب

خواب میں اس پری کوں دیکھا ہوں
کیوں نہ گذرے مجھے خیال عجب

درس لیتا ہوں پیو کے درسن کا
جب سیں دیکھا ہوں عشق کا مکتب

مذہب زاہداں سیں برتر ہے
عاشق پاک باز کا مشرب

گم نگاہی تیرے تغافل کی
بیگناہوں کے حال پر ہے غضب

[5] ہو ۵۴۳/ ا [6] بزم شمع طرب۔ ک [7] ان۔ س

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا گر گئی یہ بھری گلابی سب

مہر ہے داغ غم سیں دل کی برات نقد دیدار ہے ہماری طلب

چاہیے زاہدوں کوں حجرہ تنگ باغ عاشق ہے وسعت مشرب

دل میرا ہے ترے تغافل سیں عندلیب گل بہار غضب

دل کی جاگیر ہے جمال آباد جب سیں پایا ہے عشق کا منصب

نہ ملے جب تلک وصال اس کا تب تلک فوت ہے مرا مطلب

گل کی مانند مت پریشاں ہو بند کر مثل غنچہ اپنے لب

شمع و پروانہ سیں سنا ہے سراج

صدق دل سیں ادب ہے ترک ادب

۴

ترے فراق میں اے نور دیدۂ یعقوب کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوب ۶۷۲

ضرور دیدۂ حیراں سیں مہر بادامی[1] وو لب بستہ لب کوں لکھا چاہیے اگر مکتوب

کیا ہے جب سیں شہ بے خودی نے فوج کشی ہوا ہے[2] لشکر صبر و قرار سب مغلوب

---

[1] ملا ۲۷۹ اور مس میں شعر یوں ہے۔ انکھیاں سیں کر کے لفافے پہ مہر بادامی ؛ لکھا ہوں لبر نوخط کو شوق کا مکتوب۔

[2] شکست پا کے ہوا لشکر خرد۔ مس

نہال قامت گلرو سیں حسن نے پایا پھل ہوا ہے رشتۂ عمر دراز سے منسوب

جو دل کا آئینہ ہوئے صاف زنگ غفلت سیں عیاں ہے معنی ہر شئے میں صورت محبوب

صنم کی زلف پریشاں[1] نے پیچ کھایا ہے ہمارے حال پریشاں کا دیکھ کر اسلوب

اثر ہے درد جگر کا میرے سخن میں سراج

عجب نہیں ہے اگر ہوئے یار کوں مرغوب

۵

۶۷۹ پادشاہ[2] فوج خوباں ہے میرا محبوب خوب غم کے لشکر[3] کوں اگر آکر مغلوب خوب

بلبل گلشن غزلخواں ہے فراق گل ستی یا الٰہی گر ملیں یہ طالب مطلوب خوب

آرۂ غم گر چلے سر پر مثال ذکریا یار کے جور و جفا پر صبر جیوں ایوب خوب

آزمایا ہوں کہ درد سر ہے فکر دنیوی سب سے بے پروا ہوا ہے عالم مجذوب خوب

دل کے سیپاروں[4] کوں ہیکل[5] کر رکھے ہیں ہم جدول زخم جفا سیں ہے اسے اسلوب خوب

تا کہ[6] قاتل کوں دل صد چاک کی ہوئے خبر گر گل صد برگ ہوئے سرنامہ[7] مکتوب خوب

---

[1] پریشاں پیچ کھایا - ح - [2] یا الٰہی کب نظر آوے - ۱/۳۹۱ [3] ہوش ۱/۳۹۱ [4] سیپارے - ک

[5] پے کل - ک [6] ۱/۳۹۱ میں اس کی بجائے ذیل کا شعر اور مقطع ہے ؎

سبز ہے خط خوشنمائے تجہ لبوں کی آس پاس جیونکہ پانی کی کنارے پر لگی ہے دوب خوب

یوسف مصری کب آوے گا ترے پاس اے سراج از سر نو ہوئے جو نور دیدہ یعقوب خوب

[7] سر نامۂ مکتوب - ح -

کب تلک عاشق جلے معشوق کے غم میں سراج
شمع کے رشتہ[1] میں ہو سے پروانہ گر منسوب خوب

۶

۶۸۶

جب سیں دیا ہے شوخ نے کاکل کوں پیچ و تاب
آیا ہے اس کے رشک سیں سنبل کوں پیچ و تاب

اس گلبدن کے نشتر مژگاں کوں دیکھ کر
آیا ہے جوش خون سیں رگ گل کوں پیچ و تاب

کیوں آسکے بیان میں اس مو کمر کے وصف
جس فکر نے دیا ہے تامل کوں پیچ و تاب

ہوتا ہے دام لطف سیتی بند صید دل
مت دے بھوؤں پہ چیں تغافل کوں پیچ و تاب[3]

مائل ہوا ہے جب سیں وو گل رو کا لے سراج
ہے بوئے گل کی موج سے بلبل کوں پیچ و تاب

---

[1] شیشے ۔ ک [2] کر صید دل کوں بند ایس دام لطف سیں۔ع ۳۹۱ [3] و ۳ ۔ع ۳۹۱ کا اضافہ شعر یہ ہے ۔
زنجیر بند شوق ہے تجھ قد سیں اے سراج ہے تیرے مکھ کے رشک سیں ہر گل کوں پیچ و تاب

۷

۶۹۷ ہوا ہے خطِ جبیں جس کوں خطِ جامِ شراب | نگین دل پہ کیا نقش اُس نے نامِ شراب [1]
نہیں ہے حرمتِ مے کی خبر تجھے زاہد | کرے کسوں کوں ہے معلوم احترامِ شراب
نیاز عالمِ مستی میں نہیں غرورِ نماز | شکست موج ہے طرزِ خمِ سلامِ شراب
خیال نرگسِ ساقی سیں دل ہے لرزش میں | ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ [2] مدامِ شراب
ترے سخن میں اے ناصح نہیں ہے کیفیت | زبانِ قلقلِ مینا سیں سن کلامِ شراب [3]

ہے عکس چہرۂ خورشید رو پیالے میں
سراج جلوہ نما ہے مہ تمامِ شراب

۸

۶۹۸ روشن دلوں کوں عجز ہے نامِ آفرینِ آب | حرفِ شکست موج ہے نقشِ نگینِ آب
آنسو نے [4] گرد کلفتِ دل کی [5] فرو کیا | دیکھا ہے کس نے خاک کوں بالا نشینِ آب
چشمِ طمع کوں جلوۂ موہوم ہے مراد | پیاسے کوں ہے سراب میں عین الیقینِ آب
نازک دلی ہے لازمۂ صاف طینتی | ظاہر ہے شکلِ موج سیں چینِ جبینِ آب

---

[1] اس نے نقش نام ۵۸۴ ا [2] کثرت و دوام ک [3] ک میں یہ شعر زیادہ ہے ؎
ہر ایک سرو ہے شیشہ ہر ایک گل ساغر | دیا بہار نے فتوی ز اذن عامِ شراب
[4] نیں ۵۸۴ ا [5] کو ۵۸۴ ا

صافی دلوں کا عشق ہے رونق فزائے حسن ہے رنگ بخش گل نظر پاک بین آب

گوہر فشانی لب دریا نثار[1] زسُن موتی ہوا ہے شرم سیں خلوت گزین آب

ہوں باغبان گلشن خوش فکری لے سراج

شعر رواں مرا ہے نہال زمین آب

۹

۷۰۶

وو شاہِ حسن مجھ طرف آوے تو کیا عجب ویرانۂ خیال[2] بساوے تو کیا عجب

پانی[3] سیں اپنے چشمۂ الطاف[4] کے اگر آتش میرے جگر کی بجھاوے تو کیا عجب

ہے[5] آرزو مدام کہ لیوے میرا سلام جور و ستم سیں ہات اٹھاوے تو کیا عجب

آیا ہے[6] سیر باغ کوں وو نو بہار حسن ہر پھول داغ دل کوں دکھاوے تو کیا عجب

لب تشنۂ وصال کوں وو یار مہربان آب زلال لطف پلاوے تو کیا عجب

---

۱ نثار - ح ۲ دل کے نگر کوں پھر کر بسا ہیں - ع ۳۹۱ ۳ اپنے میا و مہر کے پانی سوں ایک دم - س - اپنے پیار و مہر ..... دم بدم ۴ ہیں - ک - ۵ س و ع ۳۹۱ ا میں اس کے بعد دو شعر زیادہ ہیں - ع ۳۹۱ میں انکھیاں کی بجائے نین ہے -

مری انکھیاں کے نیر کوں آیا ہے پور آج طوفان نوح پل میں اٹھاوے تو کیا عجب

مشتاق ہوں کہ یاد کرے مجھ سوں یک سخن میٹھے لباں کی بات سناوے تو کیا عجب

۶ ع ۵۸۴ ا میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے -

لوہو میرا ہے جوش میں گر یار سرخ پوش ہولی کی آج دھوم مچاوے تو کیا عجب

دو موکھر سراج کا سن شعر دل پسند
باریکیٔ خیال کوں یاد ے تو کیا عجب

۱۰

۱۰۷ | اے[1] سجن تجھ برہ میں ہوں بے تاب — آتش غم سوں دل[2] ہوا ہے کباب
دل[3] کوں تجھ غم سیں بے قراری ہے — جیوں کہ آتش[4] پہ مضطرب سیماب
تاب دیدار نہیں رہا مجھ کوں — تاب دکھلائی لیا ہے مجھ سیں تاب
گرمیٔ غم سیں ہوش جاتا ہے — اپنے مکھ کے عرق سیں ڈال گلاب
دیکھ کر تجھ کوں دل ہوا ٹکڑے — جیوں کتاں پر سہے پرتو مہتاب
ماہِ نو گرچہ ہے ہلالِ وقت — بیتِ[5] ابرو کا نہیں دیا ہے جواب
غم کی فہرست سیں لکھا ہے سراج
فرد دامن پہ سب تجھو کا حساب

۱۱

۱۰۷ | تجھ مکھ کوں دیکھ جب سیتی رسوا ہوا گلاب — ہے بے وفا تب سیں ہر یک جا بجا گلاب
ہر باغباں چمن ستی گلدستہ باندھ کر — لاتا ہے دست بستہ ترے کن سدا گلاب

---

۵ یہ اور بعد کی غزل "سح" میں نہیں ہے [1] دل مرا ۳۹۱ [2] تجھ جدائی میں۔ س ک پ م ۲۹۱ [3] ترے۔ س

بلبل ہے بس کہ شیفتۂ حسن گلرخاں　　کرتا ہے چاک غم سیں اسی کے قبا گلاب

کیوں پائمال آفتِ بادِ خزاں نہ ہوئے　　تجھ مکھ آگے چمن میں ہوا خود نما گلاب

سردی سیں آبِ اشک کی اور بادِ آہ کی　　داغوں سیں غم کے گلشنِ دل میں کھلا گلاب

بن وصل گلعذار مجھے آبرو نہیں　　ہے دل میں عندلیب کے نت مدعا گلاب

سن رنگ ڈوبے شعر مرا رشک سیں سراج

پژمردہ ہو چمن سیں ہوا ہے جدا گلاب

ردیف ت

۱

۲۴، ادائے دلفریب سرو قامت قیامت ہے، قیامت ہے، قیامت
شہید خنجر الفت مُوا[1] نہیں سلامت ہے، سلامت ہے، سلامت
نہ کرناں جی کوں قرباں تجھ قدم پر ندامت ہے، ندامت ہے، ندامت
جماعت میں پریرو یوں کی تجھ[2] کوں امامت ہے، امامت ہے، امامت
سراج[3] اب عیش کے گلشن کا پانی[4]
ملامت ہے، ملامت ہے، ملامت

۲

۲۹، گنج[5] ازل لگا ہے دلِ بے نوا کے ہات آیا ہے کیا خزانۂ غیبی گدا کے ہات
پہنچا ہے آب تیغ اسے عین پیاس میں زخم[6] جگر نے کھول رہا تھا دعا کے ہات

---

[1] ہوا ع ۳۹۱ ل ۲ ہیں ۔ ک [2] درپن کی جیفل ۔ س [3] مالی ۔ ک و ۳۴۳ ۵ ا
[5] ۳۹۱ مطلع ۔ بسمل نہ کر نگاہ تغافل نما کے ہات ؛ نازک ہمارے جیو کوں نہ دے اس بلا کے ہات
یہ شعر اضافہ ہے ۔ کیا صاف ہو رہے ہیں ہمارے گناہ پر ؛ جدمعز میں خوشنما ہیں ترے اس صفا کے ہات ۔ [6] زخم جگر کے ۔ ک

کھاتا[1] ہے جوش خون جگر اس کے رشک سیں ۔۔۔ دیکھا[2] ہے جب سیں ہات تمہارا[3] حنا کے ہات

مہر نے نگین دل کوں مگر ذوق[4] نام ہے ۔۔۔ انگشتری کے سات گیا دل ربا کے ہات

ناصح نہ مار تیغ نصیحت مجھے عبث ۔۔۔ اب تو ہوا شہید فرنگی ادا کے ہات

جیوں[5] دودِ شمع دل ہے مرا پیچ و تاب میں ۔۔۔ کیوں آئے زلف یار کے بادِ صبا کے ہات

مدت سیں گم ہوا دلِ بے گانۂ[6] سراج
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

۳

۳۶:

کیا غم نے سرایت بے نہایت ۔۔۔ کروں کس سیں شکایت بے نہایت

ہمارے قتل پر مفتی نے غم کے ۔۔۔ نکالا ہے روایت بے نہایت

توں اپنے غمزہ خونیں کی ظالم ۔۔۔ عبث مت کر حمایت بے نہایت

تیرے رُخ پر ہجوم خال و خط نہیں ۔۔۔ کہ ہیں مصحف میں آیت بے نہایت

کیا ہے عشق کے ہادی نے مجھ کوں ۔۔۔ محبت کی ہدایت بے نہایت

---

۱ کھایا ہے ۔ک ۲ ہوں ۔س ۳ تمہارے ۔ک ۴ نام کا ہے ذوق ۳۹۱ ا ۵ اس کے بعد س میں یہ شعر زیادہ ہے،

ایسا تو کوئی نیں کہ میری بات کوں کہے ۔۔۔ سونپا ہوں اپنے کام کوں ذاتِ خدا کے ہات

۶ بے گانہ لے سراج ۔س ۷ جاناں ۳۹۱ ا ۸ ہے ۔ک و ۵۸۴ ا

شکر لب نے نگاہِ دلبری سیں　　کیا مجھ پر عنایت بے نہایت

سراجؔ اب داستانِ شوق بس کر
کہ بے جا ہے حکایت بے نہایت

۴

۴۴۳ جب سیں دیکھا ہوں یار کی صورت　　گل کوں بوجھا ہوں خار کی صورت

کیوں[1] نہ ہوئے قتل دم بدم عاشق　　ہیں بھویں ذوالفقار کی صورت

مجھ کوں آئینۂ تصور[2] ہے　　دل پر گلعذار کی صورت

دل[3] نے میرے کیا ہے طوق گلو　　زلف گلرو ہے ہار کی صورت

ناامیدی میں جلوۂ دیدار　　ہے خزاں میں بہار کی صورت

صفحۂ دل پہ سینہ چاکوں کے　　نقش ہے اس نگار کی صورت[4]

کاغذ ابر پر لکھا ہے سراجؔ
دیدۂ اشکبار کی صورت

---

[1] عاشقاں قتل کیوں ہوویں ہر دم۔ ۱۲۹۱ء ۔ [2] تصویر۔ ۱۲۹۱ء ۔ [3] دل کوں۔ ک ۔ [4] ۱۲۹۱ء کا اضافہ شعر

مجھ کو دستی ہے مثل مار سیاہ　　پیو کی زلفوں کے تار کی صورت

۵

صیاد چاہتا ہے دلِ بیقرار مفت — لیکن کہیں بھی ہات لگا ہے شکار مفت ۔ ۷۵۰

جس کوں خیال نرگس عنبر سرشت ہے — اس کوں ملا ہے نافہ مشک تتار مفت

گر تم کو آج پوشش رنگیں کا ذوق ہے — حاضر ہے چاک دل کا مرے جامہ وار مفت

لا اس ہوا میں جلد گلابی شراب کی — جاتی نہیں تو ہات سیں ساقی بہار مفت

بے شعلۂ جمال شب ہجر میں سراج
آتش میں غم کی جل کہ ہوا ہوں غبار مفت

۶

دیکھتا ہوں چشم[1] سے گوں کوں تری خونخوار[2] نت ۷۵۵
تشنۂ[3] خونریزیٔ عاشق سیں ہیں سرشار نت

دور ہووے[4] کس طرح اس زلف و کاکل[5] کا خیال
تاقیامت گردنِ جاں میں ہے یہ زنار نت

---

[1] نیم خواب انکھیاں تری بیمار نت ۔ س [2] مے خوار ۔ ک [3] کیا شراب حسن سوں مغرور ہے سرشار نت ۔ س
[4] غم کے پھاندے سوں نکلنا اب بہت دشوار ہے ۔ س [5] زلف کافر ۵۸۴ ا

نہیں خیابانِ چمن کی آرزو ہرگز مجھے
بے خزاں ہے سینۂ گل[1] دار گلزار نت

یار[2] پر آنسو کے مروارید کرنے کوں نثار
دیدۂ[3] گریاں ہیں[4] میرے ابر گوہر بار نت

مجھ کوں جیوں فرہاد اس شیریں دہن[5] کی یاد ہے
قصۂ چندر بدن ہے ہیکل ہیار نت

تارِ[6] بستر[7] نیشِ عقرب ہے برہ کی رات میں
ہر[8] سرِ مژگاں ہے آنکھوں میں ہماری خار نت

خواب ہی میں دیکھناں اسکا ہوا[9] مشکل سراج
بس کہ رہتا ہوں خیالِ یار میں بیدار نت

---

[1] گلنار۔ ۵۸۵ [2] پیو اوپر انجھواں۔ س [3] پاس کھتا ہوں خیال ناز میں بیدار نت۔ س [4] ہے میرا۔ ۵۸۲

[5] بچن۔ س [6] س میں یہ شعر زیادہ ہے — یہ دل بسمل کوں ہرگز طاقت پرواز نیں / کیا کرے حائل ہے اس کوں ہجر کی دیوار نت

[7] پلک سلتی ہے مجھ انکھیاں میں ہو کر خار۔ س [8] وو جوان تند خو قتل شہیداں پر سراج / کھینچتا ہے اب رے خمدار کی تلوار نت۔ ۱۳۹۱

[9] مجھے مشکل ہوا۔ س و ۳۹۱ ا۔ ان میں یہ مقطع نہیں ہے۔

۷

یک رنگ ہو گل چمن صلح و جنگ ہوت — رعنا مزاج شوخ عجائب دو رنگ ہوت ۴۶۲

انکھیں مری سفید ہیں رونے سیں رنگ زرد — کاکل سیاہ سبز قبا سرخ رنگ ہوت

ہم بے کسوں کوں شعلۂ حسرت میں مت جلا — اے برق ناز خرمن ناموس ننگ ہوت

ہیں دین و دل نثار کیا چاہتا ہوں آج — جاتا کدھر ہے کافر شہر فرہنگ ہوت

امیدوار شعلۂ دیدار ہے سراج
کہ شمع رو کوں میری طرف سیں پتنگ ہوت

۸

جس کوں ہوا ہے آئینۂ دل خیالِ دوست — روشن ہے اس کی چشم میں نور جمال دوست ۴۶۷

دانہ دکھا کہ مجھ کوں کیا دام میں اسیر — آخر ہوا ہے آفت جاں خط و خال دوست

مہندی کا رنگ نہیں ہے کف پائے یار پر — خون جگر ہوا ہے مگر پائمال دوست

میرے مذاق جان میں ہے قند اور نبات — پایا ہوں جب سیں لذت شیریں مقال دوست

دیکھا ہوں سب طرف نگہ امتیاز سیں — کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثال دوست

---

۱ صبح جنگ - ک ۲ سرخ قبا، سبز رنگ - ح ۳ نار - ح ۴ ایسا - ح

۵ رنگ حنا نہیں - س ۶ و - ح ۷ نبات تلخ - ک -

اے پاک باز گلشنِ آئینہ، سیر کر — گر تجھ کوں آرزو ہے کہ پاؤں[1] وصالِ دوست

ساقی بغیر، جرعہ مے تلخ ہے سراج
کھاتا ہے شیشہ خونِ جگر بے جمالِ دوست

۹

۷۷۴ بس کہ شیریں ہے ترے نرگسِ خودکام کی بات — تلخ ہے ذائقہ گوش کوں بادام کی بات

شعلۂ آہ سیں گلشن کوں جلا ڈالوں گا — بلبلوں سیں نہ کہو دلبرِ گلفام کی بات

جب سیں ہے یاد مجھے حرف کتابِ وحشت — مجھ کوں خاطر سیں فراموش ہے آرام کی بات

قصہ عشق کا مشتاق ہوں کوئی مجھ کوں سناؤ — نسخہ لیلیٰ و مجنوں ہے مرے کام کی بات

گردشِ نرگسِ ساقی کی صفت مجھ سیں پوچھ[2] — خوش نما ہے لبِ جمشید ستی جام کی بات

وصل کے دن شبِ ہجراں کی حقیقت مت پوچھ[3] — بھول جاتی ہے مجھے صبح کوں پھر شام کی بات

اے سراج آتشِ غیرت سیتی جل جاوے گی[4]
تو نہ کہہ شمع سیں پروانہ خودکام کی بات

۱۰

۷۸۱ عاشقِ بے جاں کوں جاناں پاس آنا کیا سکت — آکے دامِ دوستی میں، پھر کہ جاناں کیا سکت

---

[1] پاؤں ۔س [2] پیو باج بزم عیش نہیں ہے پیالے ملج ۔س [3] نہ پوچھو ۔ک [4] کہ ۔ک [5] ... [6] بدنام ۔ک

گرچہ نقاشی میں لا ثانی ہے مانی کا قلم		لیکن اس کے ناز کی صورت بناناں کیا سکت

گرچہ[1] محبوبانِ نرگس چشم ہیں مغرورِ حُسن		شوخ کی آنکھوں سیں آنکھوں کوں ملاناں کیا سکت

عشق کے نامحرموں کوں زورِ عقلِ خام سیں		نکتۂ سربستۂ اسرار پاناں[2] کیا سکت

کیا ہوا گر روح بخشی کار عیسیٰ تھا تراج
عشق کے خنجر کے مارے کوں جلاناں کیا سکت

۱۱

کہاں جاتے[3] ہوا ہے جادو نین ہو نت		ہماری بات سُن اے من ہرن ہو نت

غزل خواں ہے ترے بن بلبلِ دل		تغافل مت کرا[4] ے گل پیرہن ہو نت

ہوا ہوں ناتواں[5] جیوں تار باریک		شتاب آمو کمر نازک بدن ہو نت

کہو مجنوں کوں بول احوال اپنا		کہ ہم بھی بے وطن ہیں بے وطن ہو نت

---

[1] جگ کے جادو نین ہر چند۔ ۱۳۹ ا ۔ ۲ س میں یہ غزل نہیں ہے ۱۳۹۱ ا میں یہ شعر زیادہ ہیں ؎

بس کہ استاد ہلالی ہے خم ابروئے یار		دلبری کا علم اب اسکوں سکاناں کیا سکت

گنج مخفی میں رکھا ہوں چین سیں بھر کر		دل کے پاکی بن کسی سوں دل بجاناں کیا سکت

[2] جاناہے س [4] اب اے گلبدن ۔ س [5] بال سوں باریک غم میں ۔ س ۔

مناسب[1] نہیں ہے اتنی زنش روئی تبسم کر اے شیریں سخن ہوت

کہا قاتل[2] نے مجہ کوں مہرباں ہو

سراج بسمل خونیں[3] کفن ہوت

۱۳

۲۹۲ ہے[4] وحشت دل دامن صحرائے قیامت روشن ہے مری آہ سیں غوغائے قیامت

ہر[5] اشک تیرے ہجر میں طوفان بلا ہے جاری ہے مری[6] چشم سیں دریائے قیامت

اے سرو گلستان ادا راست ہے یہ بات ہے پست ترے قدستی بالائے قیامت

تم[7] جلد اگر آؤ تو بہتر ہے وگرنہ بیتاب ہوں ہیں کاش کہ اب آئے قیامت

لے جان سراج آج دکھا جلوهٔ[8] دیدار

ہے وعدۂ فردا مجھے فردائے قیامت

---

[1] م۳۹۱ ا و س میں اس کے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں ؎

کہاں ہے مشتری طالع پیارا ہماری فال دیکھ اے برہمن ہوت

خبر لے دردمندوں کی شتابی نہ کر توں سخت دل اے دل کٹھن ہوت

[2] ظالم - س [3] خونی م۵۸۲/۱ [4] نجہ بارح ہے دل م۳۹۱ ا [5] ہے - ک [6] تری - ک ، بیرے اشک یا م۵۸۲/۱

[7] پیو آج اگر آوے م۳۹۱ ا [8] اپنے درس کوں م۳۹۱ ا -

۱۳

کہاں ہے وہ سجن ہیہات ہیہات — لیا ہے جس نے من ہیہات ہیہات ۹۷

نظر آتا نہیں مجھ کوں سبب کیا — مرا نازک بدن ہیہات ہیہات

جدائی نے تیری مجھ سبیں لیا ہے — قرار جان و تن ہیہات ہیہات

گلِ داغ جدائی سوں مرا دل — ہوا رشکِ چمن ہیہات ہیہات

لیا ہے مجھ سوں ہوش و صبر و آرام — دیکھا دو نو نین ہیہات ہیہات

تغافل کیوں روا رکھا ہے مجھ پر — وو شوخ من ہرن ہیہات ہیہات

سراج اس عالم نا قدرداں میں
نہیں قدرِ سخن ہیہات ہیہات

لہ از ۲۹۱ ل۔

ردیف ٹ

۱

۸۰۴

گل رخوں نے کئے ہیں سیر کا ٹھاٹ[1] — گلشن آباد کا بھرا ہے ہاٹ

تیغ ابرو سیں ہیں شہید ہوا — اس سروہی کا کیا بلا ہے کاٹ

دل ہیں آراہ چشم حیراں سیں — کھل رہے ہیں مری پلک کے پاٹ

زہر ہیں اس کوں نعمت الواں — لذتِ عشق کی جسے ہے چاٹ

نہیں[2] اثر تیر آہ کوں اس ہیں — دل سنگیں ترا ہے لوہا لاٹ

پنجۂ عشق کے شکنجہ سیں — ہیں ہوا نشن جہت ہیں بارہ باٹ

اے سراج اشک[3] کے چراغوں کوں

نئے[4] مژگاں سیں ہم نے باندھے ٹھاٹ

---

[1] کشور دل سوں عقل کی ہے نہاٹ // دیکھ کر لشکر جنوں کا ٹھاٹ ۔ س کشور من ۱؍۲۹۱ ا

[2] س و م ۱؍۲۹۱ ا میں اس کے بعد ذیل کے تین شعر زیادہ ہیں ۔

گلبدن لطف کا لگا مرہم — خار غم سوں گیا کلیجہ پھاٹ

عقل کوں بیچ عشق کوں لے مول — دیکھ جا کر پرت نگر کا ہاٹ

اشک کے قافلے چلے ہیں از — ہیں انکھیاں میری نربدا کا گھاٹ

[3] اسکے بعد س و م ۱؍۲۹۱ ا میں یہ شعر زیادہ ہے: اے صنم کر یہ نیا ندر کوں قبول // تجہ قدم پر رکھا ہوں سر کوں کاٹ

[4] اس کوں نیں ہے ذوق شکر ۔ س و م ۱؍۲۹۱ ا ب جس کوں کچھ عشق کی لگی ہے چاٹ س

ردیف۔ ث

۱

۸۱۱

اب تلک اس یار نے رُخ نہیں[1] دکھایا الغیاث
عشق کی آتش[2] کے شعلے نہیں بجھایا الغیاث

یک بیک اپنی جھلک بتلا کہ پنہاں ہو گیا
ٹک[3] چھلاوا سا دکھا کر پھر چھپایا الغیاث

سخت بے مہری سیں اُس خورشید مہ رخسار نے
درد و غم کی دھوپ میں مجھ کوں جلایا[4] الغیاث

دلبر آئینہ رُو نے طوطیِ دل کوں مرے
بات اُن[5] میٹھے لبوں کی نہیں سنایا الغیاث

حسن کے مکتب میں اس کی ابروئے خوں ریز کوں
کج ادائی کا سبق کس نے پڑھایا[6] الغیاث

۱؎ نہیں مُکھ۔ س ۲؎ ہجر کی آتش میں ۳؎ مُکھ۔ ک ۴؎ تپایا۔ س ۵؎ اُس۔ س ۶؎ سکھایا۔

قتل عاشق پر چڑھا کر آستیں دامن کوں باندھ
ہات میں شمشیر[1] لے وو شوخ آیا الغیاث

آتشِ[2] حسرت[3] میں جیوں پروانہ جلتا[4] ہے سراج
شمع رُو نے رازِ دل اس کا نہ پایا الغیاث

۲

۸۱۸

مجھے[5] مت ڈرا اے ستمگر عبث ہر ایک آن مت کھینچ خنجر عبث
میری نبض دل میں رہا نہیں ہے خون تو مت مار مژگاں کے نشتر عبث
جسے فرش الماس کا[6] ذوق ہے اسے خواب مخمل کا بستر عبث
تیرے[7] لعل لب میں ہے آبِ حیات پھرا جستجو میں سکندر عبث
ہماری شہادت کا بے جا ہے عزم نہ کر دامنِ پاک کوں تر عبث

نہیں[9] شعلہ رُو کوں خبر لے سراج
کیا آگ میں گھر سمندر عبث

---

1 خنجر کمر۔ س 2 غم سوں پروانہ نمن ہر چند جلتا ہے سراج۔ ... 3 حیرت۔ ک 4 تپتا۔ ک
5 س و م ۱۳۹ میں مطلع یہ ہے ۔ نہ کر جور تجہ پر ستمگر عبث ۔ ستم گار توں مت کھینچ خنجر عبث ۔ دوسرا شعر یہ اضافہ ہے ۔ لگے بے مزہ مجہ کوں شان عسل ۔ ترے لب مقابل ہے شکر عبث ۔ 6 سیں ۔ ک
7 ع ۸۳۵ میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے ۔ نہیں برق کو بس قلی میں گزار ۔ نہ جا اس طرف اے کبوتر عبث
8 س کا اضافہ شعر ۔ مجھے کیمیا ہے محبت تری ۔ مرے چہرۂ زر ونکے عبث
9 س و م ۱۳۹ کا مقطع ۔ ہر ایک بیت موتی کی لڑ ہے سراج ۔ نہ لا تجہ انگے سلک گوہر عبث ۔

ردیف ۔ ج

۱

میرے[1] آنسو ہیں موتیوں کے گنج　　ہے ترازوئے دیدہ گوہر سنج　　۸۲۵

عشق بازی میں نہیں ہے اور بساط　　دل کوں کرتا ہوں مہرۂ شطرنج

جو رضا میں ہیں جاں بجی تسلیم　　سب برابر ہے اسکوں راحت و رنج

کاکل[2] خم بہ خم نے ظالم کے　　دلِ عشاق کوں دیا ہے شکنج

اے[3] سراج آنسوؤں کے پانی سیں
ہوئی ہے لبریز چشم کی کارنج

۲

شربتِ لطف یار گل رُو آج　　دلِ بیمار[4] کوں ہوا ہے علاج　　۸۳۰

---

[1] جب سوں پایا ہوں میں سخن کا گنج ؛ طبع میری ہوئی ہے گوہر سنج ۔ س و ع ۳۹۱ ا

[2] زلف تیری نے اے پری پیکر ۔ س و ع ۳۹۱ ا ۔ [3] س و ع ۳۹۱ ا میں یہ شعر اضافہ ہے ۔
ماہ رو کوں کیا ہوں میں تسخیر ؛ شبِ ہجرت کا بس کہ کھینچا رنج ۔　　[4] بیمار ے ۔ ک

پادشاہ[1] سریر الفت کوں ۔۔۔ اس کا نقش قدم[2] ہے سر کا تاج

جب سیتی جلوہ گر ہے وو ظالم ۔۔۔ ہر طرف ظلم کا ہوا ہے رواج

تو شہنشاہ ملک خوبی ہے ۔۔۔ خوبرو کیوں نہ دیویں[3] تجھ کوں خراج

سرو قامت کوں بھر نظر دیکھا ۔۔۔ قمری دل کا ہے یہی معراج

گرم خوئی تجھے[4] مناسب نہیں ۔۔۔ دل مرا[5] بس کہ آتشی ہے مزاج

شمع رو کے جمال[6] کوں ہر شب[7]

دل کی فانوس میں کیا ہوں سراج

---

[1] خسروی ملک عشق کی پایا ؛؛ نقش پا کوں ترے کیا ہے تاج ۔ س

اس کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں ؂

پھول کی سیج نیش عقرب ہے ؛؛ شب ہجرت ہیں اے صنم تجہ باج ۔

شغل تیر افگنی ہے جب سوں اسے ؛؛ لخت دل کوں کیا ہوں میں آماج ۔ [2] کا ۔ ح

[3] سوں مت مل اے جاناں ۔ س

[4] ہمارے کو آتشی ہے مزاج ۔ س ۔ مرے کا ۔ ح

[5] خیال ۔ س و ۳۹۱ ل [6] ہر گز ۔ س ، ۳۹۱ ل

۸۳۷

۳

دل مرا تجھ چشم[۱] کی گردش سیں ہے بیمار آج
اے طبیب مہرباں دے شربت دیدار آج

عقدۂ مشکل کوں حل کر کھول زلفوں[۲] سیں گرہ
نہیں[۳] تو یہ عقدہ میرے پر ہے نپٹ دشوار آج

برہمن[۴] کوں رشتۂ زنار کی حاجت نہیں
دام زلف[۵] یار ہے اس کے گلے میں ہار آج

کل[۶] مطالع میں کیا تھا اس کے خط کا حاشیہ
مدرسے میں دل کے ہے اس درس کی تکرار آج

---

۱ کے مانند ہے بیمار آج ۔ س ۔　۲ زلفاں سوں ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۳ چھوٹنا تجھ غم کے پھاندے سوں ہوا دشوار ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۴ اس کے بعد "س" میں یہ شعر زیادہ ہے ؎ بہر دفع چشم بد تجھ پر سیں اے خورشید رو ؛ آسماں موتی ستاروں کے کیا ایثار آج

۵ تری زلف کا ہے گل میں اُس کے ہار ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۶ پیو کے خط کا حاشیہ دیکھے ہیں شاید عاقلاں ؛ ہر مدرسہ میں کیے اس درس کا تکرار آج ۔ س

ہجر میں اُس شوخ گل رخسار کے بے تاب ہوں
ہے[1] سر مژگاں مری آنکھوں[2] میں نوک خار آج
جلوہ گر ہے ہر طرف عکس رخ جاناں سراج
مجھ نظر میں آرسی ہے ہر در و دیوار آج

۴

۸۴۳ اپنا جمال مجھ کوں دکھایا رسول آج — عاجز کی التماس کوں کرناں قبول آج
اے مہرباں طبیب نشتابی علاج کر — تیرے برہ کے درد سیں ہے دل میں سول آج
مرہم ترے وصال کا لازم ہے اے صنم — دل میں[3] لگی ہے ہجر کی برچھی کی ہول آج
گلرو بغیر خانہ[4] بلبل خراب ہے — مرجھا رہا ہے صحن گلستاں میں پھول آج
بے فکر ہوں عذاب قیامت سیں اے سراج
دین محمدی کوں کیا ہوں قبول آج

۵

۸۴۸ لب گلرو پہ عیاں ہے خط ریحانی آج — مور کوں ہاتھ لگا ملک سلیمانی آج

---

[1] ہر سر مژگاں ہے مجھ۔ ک [2] انکھیاں۔ س

[3] من۔ س و عا ۳۹۱ ا۔ [4] بیو باج بزم بلبل نالاں خراب ہے۔ س

حلقۂ گیسوئے[1] مشکیں کو دے ہو بکھرا　　کیوں نہ حاصل ہوئے مرے دل کوں پریشانی آج

دیکھاں یار کے چہرے کوں نہیں طاقتِ غیر　　چشمِ عشاق کی ہے اس کوں نگہبانی آج

خونِ دل بادہ گلرنگ، غذا، لختِ جگر　　غم کے گھر میں ہے مرے عیش[2] کی مہمانی آج

دیکھ کر تجھ لبِ یاقوت نما کی سُرخی　　خوں ہوا رشک ستی لعلِ بدخشانی آج

خوبرویوں[3] نے دیے تجھ کوں خراج اے شہِ حسن　　ملک خوبی میں مگر نہیں ہے ترا ثانی آج

شعلہ رُو چہرہ زریں ستی آتا ہے سراج
خانۂ دل میں لگی[4] آتشِ پنہانی آج

---

[1] زلف کوں کھولا ہے سجن عارض پر ۳۹۱ ا　[2] سلیمانی ۔ ک　[3] جگ کے خوباں ۔ ۳۹۱

[4] ۳۹۱ کے اضافہ اشعار ۔

اے سجن شربتِ دیدار نہ کر اس سیں دریغ　　تشنۂ وصل کوں نیں غیر انجھو پانی آج

کیونکہ تصویر ترے ناز کی کوئی کھینچ سکے　　دیکھ حیران ہوا ہے قلمِ مانی آج

ردیف ۔ چ

۱

۸۵۵

سیر ہے دل کوں ان انکھوں کے خیالوں کے بیچ — نرگستاں ہے دیوانے کوں غزالوں کے بیچ

سودۂ لعل ہے ہر اشک میرا آہوں سوں[1] — رنگ گلگوں سیں عجب[2] ہے نالوں کے بیچ

مار رکھتے ہو مجھے دو سیں ملکیں دکھلا — ضرب بندوق کا ہے کام یہ بھالوں کے بیچ

چوٹ دل کی ہے جسے کب ہے اسے وجد و سماع — ہے اثر درد کے کم ہونے کا حالوں کے بیچ

فوج بلبل کے پھسانے کوں بس ایک لٹ اسکی — روغن گل ہے تری زلف کے بالوں کے بیچ

خوف کر عاشق مے خوار سیں اے صوفی خشک — مست ہو جائیگا دو[3] چار پیالوں کے بیچ

جل گیا شعلۂ دیدار سیں پروانہ سراج
ہم نواب لگ ہیں برہ آگ کی جھالوں کے بیچ

---

[1] سیں ۔ ک

[2] زینت ۔ ح

[3] دو چار ہی ۔ ک

ردیف ۔ ح

۱

آنکھوں[1] میں بے خبر کے ہے ہر چند جائے صبح ‏ ‏ تجھ رخ کے سامنے ہے مکدر صفائے صبح ۸۶۲

دل آرزوے وصل میں اے[2] رشک ماہ کے ‏ ‏ کرتا ہے آہ نیم شبی و دعائے صبح

وو مثل آفتاب جہانگیر ہے مدام ‏ ‏ جس[3] پر ہوا ہے سایۂ بال ہمائے صبح

تجھ حسن کے شبب[4] سیتی روشن ہوا ہے دل ‏ ‏ خورشید کے قدم کے سبب ہے ضیائے صبح

مجھ چشم خوں نگار میں اے[5] شوخ رکھ قدم ‏ ‏ جب لگ حنائے[6] نور سیں رنگیں ہے پائے صبح

مہتاب[7] رو تیری طرف آیا ہے اے سراج

دیناں پڑا ہے آج تجھے خوں بہائے صبح

---

[1] ہر چند بے خبر کی انکھیاں میں ہے جائے صبح ؛ تجھ حسن کے انگے ہے مکدر صفائے صبح ۔ س

[2] تیرے اے ماہ رو ۔ س [3] مراد پر ہے ۔ س [4] کی جھلک ۔ س [5] یکبار ۔ س [6] صبا ہے ک

[7] تیرا یہ شعر بس کہ گہر سنج ہے سراج ؛ لے آب اس انگے ہے دُر بے بہائے صبح ۔ س

۲

۵۶۹ اس کے رُخ سیں ہوئی ہے تاباں صبح — کیوں نہ ہوئے رشک سیں پشیماں صبح

میرے رونے سیں یار ہنستا ہے — اشک شبنم ستی ہے خنداں صبح

ہے ترے حسن کی تجلّی دیکھ — پیرہن چاک تا گریباں صبح

بس کہ مقبول ہے دعائے سحر — ہے مجہ انکھوں میں نورِ ایماں صبح

اے سراج آفتاب رو آیا
ہے میرے گھر میں آج مہماں صبح

۳

۵۷۴ مت کرو ہم سیں زرگری کی طرح — یہ نہیں بندہ پروری کی طرح

دل لیجاتے ہو اک تبسم میں — خوب سیکھے ہو دلبری کی طرح

تھرتھراتا ہے ہر سحر سورج — دیکھ تجھ چہرہ زری کی طرح

دل ہمارا ہے لعل بے قیمت — کر پسند اس کوں جوہری کی طرح

گرچہ میری نظر سیں پنہاں ہو — شیشۂ دل میں ہو پری کی طرح

۱؎ مکھ سیں ترے ہوتی ہے۔ ۳۹۱ ا ، ۲ ، یہ ، ک

سرو کو آرزو ہے دھوئوں کی　　تم سیں[2] لایا ہے ہمسری کی طرح

شکر للہ کہ سرو قد کے طفیل　　دل نے پایا صنوبری کی طرح

نرگس باغ نے کہاں پائی　　یار کی چشم عبہری کی طرح

ورد کر لے سراج نام علی
یاد رکھ عشق حیدری کی طرح

ل دیکھنے کی ۱۳۹۱　　۲ ہ پیوسیں ۱۳۹۱

ردیف ۔ خ

۱

۸۸۳ سر شکِ سُرخ سیں میرے[1] ہے چشمِ گریاں سُرخ
مثال کلکِ مصور[2] ہے موئے[3] مژگاں سرخ

لکھا ہوں دلبرِ[4] رنگیں کوں عرضیٔ احوال
کیا ہوں خونِ[5] جگر سیں تمام افشاں سرخ

اگر یہ دیدۂ پرخوں میرے کا عکس پڑے
عجب نہیں ہے اگر ہوئے آب طوفاں سرخ

کیا ہے بس[6] کہ و دگر و نے عاشقوں کوں شہید
ہوا ہے صحنِ چمن کی مثال میداں سرخ

دلِ[7] سراج میں پھولے ہیں[8] آج گل لالہ
ہوا ہے داغِ محبت سیں یہ گلستاں سُرخ

۲

۸۸۴ تیرے ابرو کی عجب بیت ہے ہلالی اے شوخ
جس میں ہے مطلب دیوان ہلالی اے شوخ

---

[1] ہیں۔ ک [2] ہیں۔ ک [3] ہیں کے۔ ۳۹۱ [4] شوخ کوں کتوب کر لکھاں ہاں کی مہر۔ ۳۹۱ [5] بس کرا ہے خونِ دل۔ ۳۹۱ [6] چمن کی سیر کوں مت جا دل سراج میں آ ۳۹۱ [8] ہے۔ ک

گوہرِ اشک کوں ہے حلقہ بگوشی کا خیال
گر لگے ہات تیرے کان کی بالی اے شوخ

روح فرہاد بھی خوش ہو کہ مٹھائی بانٹے
گر سنے تجھ لبِ شیریں ستی گالی اے شوخ

جب سیں دیکھے ہیں خطِ سبز میں تیرے لبِ سرخ
تب سیں سبزے میں چھپی پان کی لالی اے شوخ

شہر میں الفت صحرا ہے مجھے دامن گیر
کیا قیامت ہیں تری چشمِ غزالی اے شوخ

مسندِ مطلب دل پر میرے کر مہر قبول
منصبِ لطف کا منگتا ہوں بحالی اے شوخ

بس کہ تصویر تری نقش کیا دل میں سراج
پردۂ چشم ہے فانوسِ خیالی اے شوخ

۳

۸۹۵ محبت[۱] کا جلا سوزاں ہے اے شوخ بِرہ کے درد سیں نالاں ہے اے شوخ

۱ ہیں۔ ک - ۲ ہ از س و ۳۹۱ ا

ترے سر دیکھ چہرہ زعفرانی — لب زخم جگر خنداں ہے اے شوخ

انجھو کے پھول انکھیاں[1] سے جھڑتے ہیں — مرا دامن بہار افشاں ہے اے شوخ

لکھے ہیں اس میں آیات محبت — مرا دل ہیکل قرآں ہے اے شوخ

مثال عید ہے اک دید تیری[2] — ہمارا[3] جان و دل قرباں ہے اے شوخ

صفحہ[4] پر دل کے ہے مشق تصور — عجب تیرا خط ریحاں ہے اے شوخ

تو آیا جب نظر انجھو ہوئے بند — سرج اگے سُہا پنہاں ہے اے شوخ

سراج از بس کہ کھایا ہجر کا تیر
پلک انکھوں[5] میں جیوں پیکاں ہے اے شوخ

---

۱ جھڑتے ہیں جہاں سوں - س (آنکھاں سیں ۔ ۳۹۱ ا)

۲ تیرا - س ۳ دل وجان جس اوپر - س ۴ صفحے - س

۵ انکھیاں - س -

ردیف ۔ د

۱

۹۰۳

تجھ جدائی میں اے بہار مراد　　خوب[1] لگتی نہیں چمن کی یاد

نظر آتا ہے[2] قد ترا مجھ کوں　　سرو آزاد گلشن ایجاد

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا　　طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

کیا کرے گا بیاض نرگس کوں　　تیری[3] آنکھوں کا جس کوں ہوئے سواد

دل ہمارا ہے مرغ دست آموز　　رحم[4] لازم ہے اس پہ اے صیاد

بسمل غم کوں سیر گلشن میں　　برگ سوسن ہے خنجر جلاد

کیوں نہ مجھ کوں گلاوے عشق ترا　　جس کی گرمی سیں موم ہے فولاد

آتش عشق نے صنم کی کیا　　خاکساروں کی آبرو برباد

---

[1] دل میں آتی ۔ س ۔ مجھ کوں آتی نہیں ۔ ع ۳۹۱ ۔ ا ۔ [2] قد ترا مجھ نظر میں دستا نیں ۔ س (ہے ۔ ع ۳۹۱) [3] جس نے پایا ہے تجھ انکھیاں کا ۔ س (تری انکھاں کا مراد سواد ۔ ع ۳۹۱ ا)

[4] اس پہ بے رحم مت ہو ۔ س و ع ۳۹۱ ۔ ا ۔

شعلۂ رو[1] نے جلا کر راکھ کیا
نہ سنا کئی سراج کی فریاد

۲

۹۱۳	ہے میرے دل کوں حرفِ غم اضطرب بیا	گویا کہ مرثیہ کا کیا ہے[2] جواب یاد
	کب بھولتا ہوں اس کوں[3] بہشتِ وصال میں	ہے دوزخ فراق کا مجھ کوں عذاب یاد
	پلکوں کی انگلیوں سیں کیا ہوں شمار اشک	سرکارِ عشق کا ہے مجھے سب حساب یاد
	دیکھا ہے جس نے مصرعۂ موزونِ قدِ یار	دیوان حسن کا ہے اوسے انتخاب یاد
	کوئی عقدہ نہیں رہا ہے مطوّل میں زلف کے	دل کوں مرے ہے نوک زباں یہ کتاب یاد
	لذتِ شبِ وصال کی مت پوچھ صبح کوں	رہتا نہیں فجر کوں مجھے شب کا خواب یاد

مجلس میں شمع رو کی ہے پروانگی اوسے
شعر سراج جس نے کیا بے حجاب یاد

۳

۹۱۹	خاک ہوں اعتبار کی سوگند	مضطرب ہوں، قرار کی سوگند

[1] شعر شیریں کی خسروی ہے اسے ۔ کیوں نہ بولیں سراج کوں فرہاد۔ س و ۱۳۹ ا ۔ [2] ہوں ۔ک ۔ [3] کج بہشت وصال کوں ۔ک ۔

مثل آئینہ پاک بازی میں ۔۔۔ صاف دل ہوں غبار کی سوگند

حوض کوثر سیں پیاس بجھتی نہیں[2] ۔۔۔ اوس لب آب دار کی سوگند

روبرو ہے مجھے خیال ترا[3] ۔۔۔ دل آئینہ دار کی سوگند

معتبر نہیں جمال ظاہر کا[4] ۔۔۔ گردش روزگار کی سوگند

غیر دیدار اور مطلب[5] نہیں ۔۔۔ مجھ کوں بوس و کنار کی سوگند

زندگی اے سراج ماتم ہے[6]
مجھ کوں شمع مزار کی سوگند

۴

مخمور چشموں کی تبرید کرنے کوں شبنم ہے سرداب شوروں کی مانند

روپے کے نہالے سفیدی ہے نرگس کی زردی ہے زر کے کٹوروں کی مانند

دلائی سرخ ان حجازیوں نے عاشق کے لوہو سے رنگیں کئے ہیں

بے خود ہو کہتا ہوں کیا خوب لگتے ہیں میرے کلیجے کے قوروں[7] کی مانند

۹۲۶

---

[1] شوق میں پیاس کے ۔ س ۔ [2] تشنگی وصل کی ہے مجھ نسدن ۔ س ۔ مجھ کوں سدا ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] س و ۳۹۱ ا میں یہ دو شعر اضافہ ہیں ۔ جوش وحدت ستی انا الحق بول ۔ دل ہے منصور درد کی سوگند ۔ تجھ تصور سوں دل ہوا تصویر ۔ حیرت انتظار کی سوگند [4] نیں ہوں میں طالب ۔ س ۔ [5] معتبر نہیں جمال ظاہر کا سراج ۔ گردش روزگار کی سوگند ۔ [6] کوروں ۔ ک ۔

اے دست مشاطہ توں جب سیں پہونچیا ہے اس زلف مشکیں کی شانہ کشی کوں
عاشق کی آہوں کے، ان صاف رشتوں میں گرہاں ہیں انگلی کی پوروں کی مانند

بے تنگی، انہوں کے دہن کی، نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نوا توں
اے غنچہ باغی ہو مہتاب رویوں سیں، تنخند ہت کر چکوروں کی مانند

دل کے خزانے سیں شاید لیجاوے گا، جی کے جواہر کوں عیاریوں سیں
ہر دم خیال اوس کا آنکھوں کے روزن سیں، تا ہی چھپ چھپ کے چوروں کی مانند

غم کے پہاڑوں کوں، سر پر اٹھانے میں، وحشت کے تیوں سیں آہوان ابھیری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہم سر ہے ان پہلوانوں کے زوروں کی مانند

پروانہ رنگوں کے، عرس جدائی میں، سیر چراغاں[1] ہے جان معراج آج
روشن فتیلے ہیں، آہوں کے شعلوں کے، سینے میں کورے سکوروں کی مانند

— ۵ —

۹۴۴
جن نے کیا ہے راکھ کوں لگا کر بدن سفید　　پہرا ہے پریم میں اس نے عجب پیرہن[2] سفید
بے بوجھ ہے بس کہ وو زلفوں کی شرم سیں[3]　　ہوئے کیوں نہ رنگ اصلی مشک ختن سفید

---

[1] کرتا ہوں۔ ک — [2] ابن۔ ح — [3] زلفاں۔ س۔

مہتاب[1] رو کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا	گل چاندنی سیں اس کوں بناناں کفن سفید
اس سبز خط کے غم سیں ہوا ہوں تمام زرد	کرتا ہوں اشک سرخ سیں رو رو، ہیں سفید

اس گلبدن کے وصف کے لکھنے کوں اے[2] سراج
درکار ہے صحیفۂ برگِ سمن سفید

— ۹ —

۹۳۸
پرخوں ہے جگر لالۂ سیراب کی سوگند	رنگینیِ داغ دل بےتاب کی سوگند
تصویر ہے تجھ یاد سیں آئینۂ دل آج	حیرت و شیِ دیدۂ بےخواب کی سوگند
ہے کعبۂ مقصود مجھے[2] و خم ابرو	اے شوخ مجھے مسجد و محراب کی سوگند
سرسبز ہے[3] آنسو سیں[4] مرا گلشنِ امید	ہے مجھ کوں ترے[5] دیدۂ پرآب کی سوگند

احوالِ[6] سراج آکہ برہ آگ میں تو دیکھ
بےطاقت و بےتاب ہے سیماب کی سوگند

---

[1] چندر مکھی کی یاد میں جو کوئی جیو دیا۔ س، ر، ۳۹۱ ا۔ [2] ترا۔ س و ۳۹۱ ا۔ [3] انجوآں سوں۔ س۔ [4] میرے۔ ۳۹۱ ا۔ [5] اپس۔ س۔ [6] احوال مرا دیکھ کے مانند سراج آج۔ بےتاب ہوں تجھ ہجر میں سیماب کی سوگند۔ س و ۳۹۱ ا۔

— ۷ —

۹۴۳

اب تلک رخ[1] ہے ترا خط سیں مبرا بے دود ۔۔۔ مثل آئینۂ خورشید مصفا بے دود

لذتِ میوہ فردوس کا نہیں ذوق اسے ۔۔۔ جس نے پایا ہے ترے لب سنی حلوا بے دود

پیچش آہ نے باندھا ہے مرے دل میں غبار ۔۔۔ کون کہتا ہے کہ ہے آتش سودا بے دود

کیونکہ وو یوسفِ گل پیرہن اس سوز کوں پائے ۔۔۔ ہے کبابِ دلِ بریانِ زلیخا بے دود

بے[2] دماغی کوں تری دیکھ کر اے جانِ سراج
شمع یاں خوف سیں جلتی ہے سراپا بے دود

— ۸ —

۹۴۴

نہیں[3] ہے خوف تجھے اب کہ بہر دفع گزند ۔۔۔ جگر ہے مجمر و دل ہے شرار و داغ سپند

شب فراق میں رونے سیں گئی ہے بینائی ۔۔۔ چراغِ نور نظر آستیں سیں ہے گلہ مند

ہے[4] جب سیں اوس صنم خود نما کوں ذوق شکار ۔۔۔ ہوا ہے دام میں جوہر کے صید آئینہ بند

نہ جانوں کون سے شمشاد کا ہے دیوانہ ۔۔۔ کہ طوق فاختہ ہے سرو کے گلے میں کمند

---

[1] مکھ ع ۳۹۱ ۔ ا ۔ [2] بدو ماغی ع ۳۹۱ ا ۔ [3] مرے سینے میں گذر کر ع ۳۹۱ ا ۔ [4] خیال زلف صنم سوں اشتہ عمر سماک ع ۳۹۱ ا ۔

نہ تھا جو سوزنِ عیسیٰ ستی علاج پذیر کیا ہوں چاک جگر، تارِ آہ سیں پیوند

دکھالے آئینہ رواب تراَلب و رخسار علاج طوطی و بلبل نہیں بجز گلقند

اگرچہ خاک قدم[1] ہے وو[2] شمع روکا سراج

گیا[3] ہے دود جگر لیکن آسماں سیں بلند

۹

[4] ہم ہیں مشتاق جواب اور تم ہو الفت سیں بعید نقد دل گر تم کوں پہونچا ہے تو بھجوا دو رسید ۹۵۵

باغ میں ہم مر گئے محروم وصلِ گلبدن ہیں ہمارے آج پھول اور بلبلوں کے حق میں عید

لشکرِ قلب صفِ عشاق میں ہے غلغلہ یکہ تازِ آہ کوں کس نے کیا ہے نارسید

حُسن کوں ہے نقدِ ناز اور عشق کوں جنسِ نیاز پھر عبث شکوہ ہے یہ سودا ہوا ہے خوش خرید

باغ سیں گلچیں چلا، تب بلبلوں نے غل کیا حضرتِ گل کوں کیا جاتا ہے یہ کافر شہید

رہ نوردانِ جنوں کوں فتحِ باب فیض ہے آبلوں کے قفل کو خارِ بیاباں ہے کلید

بت پرستوں کوں ہے ایمان حقیقی وصلِ بت برگِ گل ہے بلبلوں کوں جلدِ قرآنِ مجید

---

[1] ہوں پیو کے قدم کا مثل ۔۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] تو ۔ ک ۔ [3] گئی ہے آہ مری لیک آسماں سیں بلند ۳۹۱ ا ۔ [4] یہ غزل ح کے تتمہ پر درج ہے اور سراج کے قلم سے لکھی ہوئی بتلائی گئی ہے۔

نور جاں فانوس جسمی سیں جدا کب ہے سراج

شعلہ تار شمع سیں کہتا ہے من حبل الورید

— ۱۰ —

۹۶۳

بندہ ہوں دل سیں تیرا ہر آن یا محمدؐ　　تجہ نام پر ہوا ہوں قربان یا محمدؐ

آسودگی ہیں تن کی ہی مجہ پو بخت مشکل　　اپنے کرم سیں کرنا آسان یا محمدؐ

سیپارہ جگر میں آیت ہے یاد تیری　　نازل ہے تجہ صفت میں فرمان یا محمدؐ

امید ہے ترے سیں محشر کے دن شفاعت　　مجلس میں اپنی کر تو مہمان یا محمدؐ

تجہ ذات کے صفت میں لولاک حق نے بولا　　ہے چشم دو جہاں کا تو جان یا محمدؐ

تجہ کوں کہیں تو احمد محمود کیں کہے ہیں　　ہے اسم ذات تیرا رحمان یا محمدؐ

رکھتا ہے آس ہر دم تجہ سوں سراج کمتر

رکھو عاقبت میں ثابت ایمان یا محمدؐ

— ۱۱ —

۹۶۰

خوں ہوں تجہ مکہ کے بھول کی سوگند　　تجہ کر شمہ کی ہول کی سوگند

ا۔ بھول۔ ک۔

خاک ہوں پیو کے آستانہ کی　　ہے جناب رسول کی سوگند

سرمۂ چشم ہے وو خاک قدم　　پیو کے قدموں[1] کی دھول کی سوگند

دل میں تجہ غم کا خار سلتا ہے　　مجہ کلیجے کی سول کی سوگند

وصل کا ہے امیدوار سراج

مقصد با حصول کی سوگند

---

[1] پرتوں۔ س۔

ردیف ۔ ذ

۱

ہے عجب اس کے لب کی بات لذید	جیوں لگے شکر[1] و نبات لذید	۹۷۵
اس زنخداں کی چاہ جب سیں ہے	نہیں مجھے چشمہ فرات لذید	
اس کوں لگتا ہے بے مزہ امرت	بے جسے زہر[2] تیرے ہات لذید	
جب سیں پایا ہوں ہجر کی لذت	نہیں مجھے شربت حیات لذید	

اے سراج آرزو سے قند عبث[3]

شعر تیرا ہے جیوں نبات لذید

۲

کیا ہوں جب سیں میں نام دلبر با تعویذ	نہیں[4] ہے تب ستی درکار دوسرا تعویذ	۹۸۰

۱ اور ۔ ک ۔ ۲ تیر ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ نہیں ۔ س ۔ ۴ گلو ہے دل میں درکار نیں دوجا

س ۔ گلے میں جان کے ۳۹۱ ا ۔

مڑھا[1] ہوں آنکھ کے پردے میں تارِ مژگاں سات — وو قبلہ رو کی کیا ہوں ہیں خاک پا تعویذ

تپِ فراق کوں[2] شربت ہے وصل کا درکار — عبث اثر نہ کریگا مجھے دعا تعویذ

شہادت اس کی نگہ سیں ہے آرزو مجھ کوں — عجب نہیں جو کروں خاکِ کربلا تعویذ

نہیں ہے آتشِ دوزخ سنی او سے آسیب

سراج جب سیں کیا نام مصطفےٰ تعویذ

---

[1] اس کے بجائے س و ۱۳۹ا میں یہ شعر ہے۔ گلی کوں یار کے بولا ہوں قبلہ عاشق۔ بجا ہے گر ہے سر بجن کی خاکپا تعویذ۔ [2] میں۔ س۔

ردیف ر

۱

۹۸۵

مجھ سیں نسخۂ عشق نے لیا یکبار ‌ ‌ ‌ طاقت و عقل و صبر و ہوش و قرار

دل نے میرے کیا ہے، اے گلرد ‌ ‌ ‌ یاد نسخۂ زلف کی گلے کا ہار

رخ[1] ترا نسخۂ گلستاں ہے ‌ ‌ ‌ ہے خط سبز جدولِ زنگار

مکتب عشق کا معلّم ہوں ‌ ‌ ‌ کیوں نہ ہووے درس یار کی تکرار

کھل گئے[2] اوس کی زلف کے دیکھے ‌ ‌ ‌ پیچ دستار زاہدِ مکّار

سیر کر باغ دل میں عاشق کے ‌ ‌ ‌ ہجر کے داغ سیں ہے تازہ بہار

پردۂ چشم دل اگر وا ہووے ‌ ‌ ‌ مظہرِ دوست ہے در و دیوار

روزۂ ہجر یار کرتا ہوں ‌ ‌ ‌ شربت خون دل سنی افطار

---

[1] مکہ۔ ع ۳۹۱ ا۔ [2] ع ۳۹۱ ا میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخ صیاد دام زلف ستی۔ دل عشاق کو کیا ہے شکار۔

شوخ[1] آئینہ رد کے دیکھے بن
ہو گیا[2] ہے سراج جل کے غبار

(۲)

۹۹۴

جب[3] سیں گلے میں یار کے ہے نو بہار ہار
بے اختیار ہو کے میں کہتا ہوں ہار ہار

عالم[4] کے گلرخوں سیں ہم آغوش کیوں نہ ہوئے
اُس[5] گلبدن کے نام سیں پایا سنگار[6] ہار

تجھ قد اوپر نثار ہوئی پھول کی چھڑی
تجھ زلف عنبریں پو ہوا وار وار[7] ہار

خوبی ترے گلاب سے گالوں کی دیکھ کر
دستے[8] میں مالنوں[9] کے ہوا بے وقار ہار

دیکھا ہوں جب سیں سنبل خوشبوئے زلف یا[10]
ہے مجھ نظر میں سلسلہ خار دار ہار

گلشن میں گلبدن کے تصدق کے واسطے
مالی نے لا کے گنج کیا[11] کئی ہزار ہار

تب سیں سراج مصرع اول ہے وردِ جاں
جب سیں گلے میں یار کے ہے نو بہار ہار

۱؎ شوق دل کا اٹھا ہے آج غبار۔ سیا ۲؎ ہ ب ۳۹۱ ا میں مقطع حسب ذیل ہے۔ اے سراج اشک دیدۂ منصور۔ ہو کے بے خود چڑھا پلک کی دار۔ ۳؎ دیکھا ہوں جب سیں پیو کے گلے ب ۳۹۱ ا۔ ۴؎ جب جگ کے گلرخاں سیں ب ۳۹۱ ا۔ ۵؎ پنیم کے نکھ کے پھول ب ۳۹۱ ا۔ ۶؎ سنگھار ع ۵۸۴ ا۔ ۷؎ بے وقار ب ۳۹۱ ا۔ ۸؎ رستے (رشتے) ع ۵۸۴ ا۔ ۹؎ مالیوں ب ۳۹۱ ا۔ ۱۰؎ کیا ک ۱۱؎ پیو ب ۳۹۱ ا۔

۳

۱۰۰۱ یار[۱] بن روتا ہوں ہر دم زار زار　　خارِ غم سیں دل مرا ہے تار تار

تجہ بھنووں کی تیغ محرابی ستی　　زخم غم دل پر لگا ہے بار بار

تو جفا کے وار سیں زخمی کیا　　ہوں وفا سیں گرچہ تجہ پر وار وار

نہیں خلاصی یار کی زلفاں ستی　　ہے مرے پر دو طرف سیں مار مار

خارِ ہجراں کے[۲] سبب سیں اے سراج

ہے مرے لختِ جگر میں خار خار

۴

۱۰۰۲ ترے لب کے ہیں وعدے سب خلاف اے نازنیں وکثر

کہ جیوں بر عکس ہوتا ہے خطِ روئے نگیں اکثر

تعجب نہیں کہ ہوئے صیدِ دل پابستۂ الفت

شکار انداز ہے وو دامِ زلفِ عنبریں اکثر

اُوگے سرو اس کی تربت سیں بجائے سبزہ بعد مرگ

خیالِ قامتِ گل رو ہے جس کوں دل نشیں اکثر

۱۔ ہجر میں نرے۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ کی خلش سوں۔ ۳۹۱ ا۔

توقع لطف کی کس سیں رکھیں عشاق غم دیدہ
عتاب آلودہ رہتا ہے صنم چیں بر جبیں اکثر

نماز بے ریا مثلِ معراج اب دل سیں کرتا ہوں
صنم کی یاد میں رہتا ہوں میں سر بر زمیں اکثر

—— ۵ ——

۱۰۱۴

آتش عشق کا ہے دل اخگر — سینہ آتشیں ہوا مجمر
تشنۂ وصل کوں برابر ہے — چشمۂ آب و چشمۂ کوثر
سرو ہر چند راست ہے لیکن — اوس کی قامت سیں کیونکہ ہو ہمسر
گل بدن کی ہے گل میں شاید بو — طبع راغب ہے سیر کوں اکثر
عنبریں مو کی آتش غم میں — شوق جلنے کا ہے مثال اگر
عشق میں رنگ زرد زر کی مثال — ہے عروس مراد کا زیور

ہے مری چشم کے صدف میں سراج
قطرۂ اشک دانۂ گوہر

---

۱ جل کے دل تجربہ میں ہے ع ۳۹۱ ا ۔ ۲ یو ۳۹۱ ا ۔ ۳ ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار :—

دیکھ کر حسن عندلیب غریب ۔ گل ہوا شرم کے عرق سیں تر ۔ غم سیں تیرے کہاں ہوا صد چاک ۔ ہے جگر کا خانہ زاد قمر ۔

— ۶ —

۱۰۱۸ داغ[1] الفت ہے زخم پنجہ شیر — ضید[2] آرام کوں کیا ہے زیر

جان جاتا ہے نجہ جدائی میں — مہ سیں آشتاب مت کر دیر

نیم بسمل ہوں مشکل آساں کر — کھینچ ظالم نگاہ کی شمشیر

دل پرخوں مرا ترے غم سیں — ہو رہا ہے انار سنگ زیر

ملک دل کے[3] خراب کرنے کوں — لشکر عشق نے لیا ہے گھیر

ہوں[4] نجب کس کے قتل کرنے کوں[5] — کھینچ جدھر چلے ہو شوخ[6] دلبر

اے سراج اب نہیں ہے تاب فراق

زندگانی سیں میں ہوا ہوں سیر

— ۷ —

۱۰۲۵ دل[7] ناداں مرا ہے بے تقصیر — ذبح کرتے ہو اوس کوں بے تکبیر

[1] زہر پتر اہے شل ۔ س و ۳۹۱ ا ۔ [2] آہو سے دل کے تئیں ۔ س و ۳۹۱ ا ۔ [3] کا ۔ ک ۔ [4] قتل کرنے کوں عاشقاں کی طرف س ۔ [5] پر ۔ ک ۔ [6] یار ۔ س و ۳۹۱ ا ۔
[7] جس کچھے انکار نہ واقع پار لذا سیہ کوں دل کا ۔ س

نقشِ دیوارِ صحنِ[1] گلشن ہے — جس نے دیکھا ہے یار کی تصویر

عاشقوں کوں نہیں[2] ہے رسوائی — مصحفِ عشق[3] کی ہے یہ تفسیر[4]

گردشِ چشمِ یار بے جا نہیں — دل کے لینے کی ہے اوسے تدبیر

کشورِ عقل کیوں نہ ہووے ویراں — ہے ادا، پادشاہِ[5] ناز، وزیر

بوالہوس کب تلک رہے آزاد — کھول صبا و زلف کی زنجیر

تیر تیری کمان ابرو کا — غرق ہے مجھ جگر میں[6] تا بہ پر

جانتی ہے[7] وو زلفِ عقدہ کشا — میرے آشفتہ خواب کی تعبیر

شبِ ہجراں[8] میں اے سراج مجھے
اشک ہے شمع[9] اور پلک گلگیر

۸

۱۰۳۴ ضرور نہیں کہ کرو دشتیِ جنوں کو اسیر — خیالِ کاکلِ صیاد ہے اوسے زنجیر

[1] ہو کے ہے حیران ہے۔ س۔ تماشا ہوا حیران۔ ۳۹۱ ا۔ [2] کہ ترے پہ نہیں ہے خط آغاز س۔ ۳۹۱ ا۔
[3] حسن کی ہے یہ۔ س ۳۹۱ ا۔ [4] تقریر ہے۔ [5] پادشاہ ناز۔ س۔ [6] تا بہ جگر ۳۹۱ ا۔ [7] ہو کے نہ نکال سوں
جا کے کوئی پوچھو۔ س ۳۹۱ ا۔ [8] ہجرت و [9] ہو ۳۹۱ ا۔ [10] پرنے کے دام کے حلقے میں جو ہوا ہے اسیر ۳۹۱ ا۔

برہ کی آگ میں ہوں بے قرار جیوں سیماب ۔۔۔ عجب نہیں جو پس[1] مرگ خاک ہوئے اکسیر

فجر سیں شام ہوئی انتظار میں اوس کے ۔۔۔ کتاں ہوا ہے مرا دل کہاں ہے بدر منیر

وو گلبدن کی گلی میں کیا[2] ہو بس کہ گذر ۔۔۔ غبار و ہاں[3] کا مرے بر میں ہے بجائے عبیر

کتاب[4] چہرۂ جاناں ہے کیا عجب خوش خط ۔۔۔ لکھا ہے خامۂ[5] قدرت سیں کاتب تقدیر

کسے مجال کہ دیکھے اوسے نظر بھر کہ ۔۔۔ کہ شاہ حسن ہے وو آفتاب عالمگیر

بغیر یار[6] عبث ہے چمن کی سیر سراج
کہ صحنِ باغ میں ہوتا ہے خار دامن گیر

— ۹ —

۱۰۴۱ پھول ہو پھولا مری آنکھوں میں خار انتظار ۔۔۔ ہات آیا ہے عجب سیر بہار انتظار

روبرو آنکھوں کے رکھتا ہوں رضا کا آئینہ ۔۔۔ دست حیرت[7] میں دیا ہوں اختیار انتظار

جھڑ گیا جوں سرمہ پلکوں سیں سواد مردمک ۔۔۔ آنکھ کے پردوں سیں چھنتا[8] ہے غبار انتظار

۱۔ پس مرگ ۔ ک ۔ ۲۔ پیا کی خاک قدم پر کیا ہوں میں جبین سجدہ ۱۳۹۱ ا ۔ ۳۔ راہ میں بر کے ۱۳۹۱ ا ۔ ۴۔ خط سیاہ کی تعلیم کا ۱۳۹۱ ا ۔ ۵۔ صفحہ عارض پہ ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۶۔ سراج سیر چمن بیو کے بان بے جا ہے ۱۳۹۱ ا ۔ ۷۔ حیراں ۔ ک ۔ ۸۔ چھٹتا ہے ۔ ک ۔

دلبر سوزن پلک سیں رشتۂ جاں بند ہے ٹوٹتا نہیں آنکھ کے ڈوروں سے تار انتظار

وحشت اور حیرت کی یکرنگی کا یار و سیر ہے مشغل تصویر سا ہوں بے قرار انتظار

کوئی دنوں جام شراب سرخوشی کا دور تھا اب مرے پر دردِ سر لایا خمار انتظار

چشم بسمل لذتِ دیدار سیں محروم ہے ہے نگاہِ واپسیں شمع مزار انتظار

عالم حیرت میں کب ہے امتیاز نیک و بد کفر دیں کا برق خرمن ہے شرار انتظار

نیند کے سایہ کوں ہرگز یہاں گذر ہوتا نہیں جب ستی کھینچا ہوں گرد اپنے حصار انتظار

یار جب آنکھوں میں آوے چشم پوشی ہے ضرور تا کہ ہوئے مقراض قطع جامہ وار انتظار

مخزنِ دیدار کی کنجی اوسی کے ہات ہے جو کیا ہے نقد بینائی نثار انتظار

خوں پذیر ہجر کوں بس ہے تصور یار کا ہو گیا ہے اب دل بیگانہ یار انتظار

دیدۂ مشتاق کا آب رواں آنسو نہیں ہے پلک چادر سیں جاری جوئبار انتظار

ہے طریق خاکساری میں مرا دل ان دنوں خاک بردارِ غبار رہگذار انتظار

جلد آکر عید قرباں کی مبارک باد لے تشنہ لب ہے آب خنجر کا شکار انتظار

یاالٰہی چشم حیراں کی دعا کر مستجاب جلوۂ دیدار ہوئے آئینہ دار انتظار

اس کے استقبال کوں بھیجا ہوں اپنا نور چشم
کب تلک کھینچوں سراج اب انتظار انتظار

(۱۰)

۱۰۵۸ ہے صبا کا کام تجھ گیسو کے تاروں کا شمار　　غیر افسوں گر کسے طاقت ہے ماروں کا شمار

کئی ہزار آہو ختن کے زخم کھا قرباں ہوئے　　پوچھ تیری چشم کے خنجر سیں[1] واروں کا شمار

ہے[2] کسے طاقت مرے آنسو کی بوندوں کوں گنے　　ہر کسی[3] کوں سخت مشکل ہے ستاروں کا شمار

ہر طرف بے تاب ہیں آتش میں تیر شوق کے[4]　　کون کر سکتا ہے تیرے بے قراروں کا شمار

پہلوئے[5] دل میں مرے ہر آہ پیکاں ہے سراج
شرح میں آتا نہیں ہے غم کے خاروں کا شمار

(۱۱)

۱۰۶۳ یا الٰہی مجھ کوں دکھلا جلوہ رخسار یار　　اب تلک پایا نہیں ہوں شربت دیدار یار

صبح محشر لگ خمار شوق جانے کا نہیں　　خواب میں دیکھا تھا یک شب نرگس بیمار یار

گلبدن کی خوش قدی کوں دیکھ کر ہے[6] پا بگل　　سرو گلشن میں کہاں ہے خوبی رفتار یار

---

[1] کی دھاروں ۔ ۱/۳۹ ا ۔ [2] ہر ح ۔ کس کوں طاقت ہے مرے انجھواں ۔ س ۔ [3] سخت مشکل ہے ہر یک کس کوں ۔ س و ۱/۳۹ ا ۔ [4] تیرے برہ کی آگ میں ۔ س ۔ [5] دل کے پہلو میں مرے ہر آہ کا پیکان ہے ۔ س ۔ [6] حسرت سنی ۔ ۱/۳۹ ا ۔

عاشقوں کی صف میں پاوے سرفرازی کا خطاب　　گر گل دستار ہووے خار سر دیوار یار

بے نشاط عید سب پر ماہ نو کوں دیکھ کر　　مجھ کوں آتا ہے خیال ابروئے[1] خمدار یار

قتل کرنے پر مرے ہر آن بے وسواس ہے　　خوں میں عاشق کی ستم ہے غمزۂ خونخوار یار

خلوت دلدار میں نہیں غیر کوں بار اے سراج
جو کہ نامحرم ہے[2] نہیں معلوم اوسے[3] اسرار یار

۱۲

ہے حسن کا شرف کسی اشراف کی نظر　　صیقل اس آرسی کوں ہے دل صاف کی نظر　　۱۰۷۰

کھوٹے کھرے کوں اب ذرہ پہچانتے لگا　　ہم نے سکھائی یار کوں صراف کی نظر

ہم تو ہر یک طرح سیں تمھارے غلام ہیں　　لیکن تمھے بھی چاہئے انصاف کی نظر

معلوم ہوئے وو چشم سخن گو کے مجھ کوں رمز　　ہرگز چھپی رہی نہیں حراف کی نظر

ہر ہر نگہ پہ اوس کی ہزار آفریں سراج
پایا ہے یار نے عجب اوصاف کی نظر

---

[1] ابروئے ۔ ک ب ۔ [2] ہے ۔ ک و م ۵۸۴ ا ۔ [3] اوسے ۔ ک و م ۵۸۴ ا ۔

[4] نہیں م ۱۹۱ ا و ک ۔

۱۳

۱۰۷۵
نورِ محمدی ہے عیاں تجھ جمال پر — آیات مصحفی ہے ترے خط و خال پر

دو عاشقی کے کعبے میں ثابت قدم ہوا — جو کوئی کہ زخم عشق لیا دل کی ڈھال پر[1]

دے شربت وصال دم واپسیں کے وقت[2] — چشمِ کرم سیں دیکھ شہیدوں کے حال پر

کیوں سرنگوں نہ ہو تجھ ابرو کے سامنے — شرمندگی کا بار ہے پشت ہلال پر

جلتا ہے بس کہ باغ ترے غم کے داغ سیں — ہر گل ہوا ہے شعلہ ہر یک نونہال پر

سیف الملوک کیوں نہ کہیں مجھ کوں عاشقاں — ہوں جاں نثار اپنے بدیع الجمال پر

پایا ہوں پنجتن کی محبت سیں پنج گنج
قربان ہوں سراج[3] محمد کی آل پر

۱۴

۱۰۸۲
دکھا کر چہرۂ گلفام یک بار — لیا ہے طاقت و آرام یک بار

کروں گا نقش میں دل کے نگیں پر — بتا و کوئی صنم[4] کا نام یک بار

---

[1] جو تجھ نگہ کا وار لیا۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [2] دیتے ہیں نملا کے اسی جیو کوں پیار سیں۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [3] ہوں اے سراج۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [4] سجن ۔ س و ب ۳۹۱ ا ۔

ترے لب میں عجب میٹھا مزا ہے — چکھا جا[1] لذتِ دشنام یک بار

نہیں[2] ہم بیکسوں کے پاس قاصد — لیجا اے غم مرا پیغام یک بار

مرا دل مستحق ہو مانگتا ہے — زکاتِ حسن کا انعام یک بار

اندھارا دور کر اپنی جھلک سیں — جدائی کی پڑی ہے شام یک بار

سراج اب نیک و بد سیں ہے مبرّا[3]

مئے وحدت کا پی کر جام یک بار

۱۵

(۱۰۸۹)

تجھ ناز پر فدا ہے دل و جاں ہزار بار — تیری ہر یک نگاہ پہ قرباں ہزار بار

ہر جا ہے مبتلا ہے جو گلشن کا عندلیب — ہے تجھ پہ جاں نثار گلستاں ہزار بار

اے آفتاب زہرہ جبیں عاشقوں[4] کا دل — تجھ زلف نے کیا ہے پریشاں ہزار بار

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی — تو خط کے خط کے تئیں خطِ ریحاں ہزار بار

تیرے لبوں[5] کی دیکھ کے سرخی کوں اے صنم — قرباں ہوا ہے لعلِ بدخشاں ہزار بار

---

۱ نک۔ س و ع ۵۸۴ اد و ع ۳۹۱ ا۔ ۲ نہیں کوئی تا خبر ہو کن لیجاوے۔ س۔ و ع ۳۹۱ ا۔

۳ مرادل۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۴ عاشقاں۔ س و ع ۳۹۱ ا۔ ۵ لباں۔ س۔

آئینہ گرچہ صاف ہے اے صبحِ عاشقاں — تجھ کوں ہوا ہے دیکھ پشیماں ہزار بار

چہرہ سراج[1] کا ہے مگر گشتۂ زعفراں
ہنستا ہے اوس کوں دیکھ کے جاناں ہزار بار

١٦١

١٠٩٦

ہر ہر ورق[1] پہ کیوں کہ لکھوں داستانِ ہجر — آتا نہیں زبانِ قلم پر بیانِ ہجر

ظاہر اگرچہ تازہ و تر مثلِ لالہ ہوں — دل میں جا نشیں ہے داغِ نہانِ ہجر

پژمردہ کیوں نہ ہوئے گلِ امیدِ عاشقاں — بہتی ہے دل کے باغ میں بادِ خزانِ ہجر

آبِ حیاتِ وصل سیں دمِ جاوداں — ہے بے قرار غم سیں تنِ نیم جانِ ہجر

وو عاشقی کی منزل میں منظور ہے مدام — چلہ میں غم کے بیٹھ جو کھینچا کمانِ ہجر

نہیں سیرِ لالہ زار کی عاشق کوں آرزو — از بس ہے داغ سینہ گلِ بوستانِ ہجر

جاری ہر اک نہر ستی خونِ دل سراج[2]
جب سیں مرے جگر میں لگی ہے سنانِ ہجر

[1] غم کے ورق ۔ ۳۹۱ ا ۔

[2] لکھی ہو ۔ ک ۔

۱۷

آئی ہے ترے عشق کی بازی دل و جاں پر ۔۔۔ اس وقت نظر کب ہے مجھے سود و زیاں پر ۱۱۰۴

نہیں تاب تنک ظرف کوں تجھ رخ کی جھلک کی ۔۔۔ ہے تیرگی شب سیں رفو چاک کتاں پر

حلقے میں تری زلف کے[1] ہو چلہ نشیں دل ۔۔۔ قرباں ہوا آخر کوں تجھ ابرو کی کماں پر

جز آہ کہ ہے محرم خلوت کدہ دل ۔۔۔ آگاہ نہیں کوئی مرے[2] راز نہاں پر

ازبس کہ سبک روح ہے پنہاں نظر سیں ۔۔۔ جیوں[3] باد سر بکا ہے رواں آب رواں پر

موعود الست اس نے فراموش کیا ہے ۔۔۔ بھولا جو کوئی وعدہ جبا و نگہاں پر

کرتا ہے سراج آج بیانِ دل پر سوز
آتش ہو نکلتا ہے سخن اوس کی زباں پر

۱۸

قاتل نے ادا کا کیا جب[4] وار اچھل کر ۔۔۔ میں نے سپر دل کوں کیا اوٹ سنبھل کر ۱۱۱۰

اے شوخ گلستان میں خرمیِ گل رنگیں ۔۔۔ آیا دل صد چاک مرا رنگ بدل کر

مردم سیں مری چشم کی محجوب ہے گر توں ۔۔۔ کیوں کر کہوں اے شوخ ترے مکھ کوں کنول کر

---

[1] ہے ۔ک۔ [2] اس ۔ک۔ [3] ہے چلتا ہے جو کوئی باد من۔ ۳۹۱ ۔ [4] غزل نمبر ۱۸، ۱۹، ۲۰، ح میں نہیں ہے۔

سوزش سیں نزے عشق کے پھوٹے ہیں کنول سب — خلوت میں مرے دل کی سجن آ کے محل کر

مجلس میں اگر جانِ سراج آوے ادا سوں

ہو شرم سوں پانی کی نمط شمع پگل کر

۱۹

۱۱۱۵

یار مجھ پر ہے مہرباں صد شکر

ہے مرے غم کا قدرداں صد شکر

صدق میرا ہے اوس اوپر معلوم

نہیں ہے مجھ سیں بدگماں صد شکر

اب نہیں پیو کوں حاجتِ اظہار

اوس پہ سب حال ہے عیاں صد شکر

شجرِ مدعا کوں بار آیا

میں ہوا پیو سیں ہم زباں صد شکر

جیو مرے عشق کوں زوال نہیں

ہے ترا حسن لے زیاں صد شکر

تجھ قدم پر نثار کرنے کوں
مری انکھیاں ہیں دُر فشاں صد شکر

طالع نیک کے طفیل سراجؔ
یار پایا ہوں رمز داں صد شکر

ردیف ز

۱

۱۱۲۲

دور ہے جب سیں شمع محفل ناز کام میرا ہے تب سیں سوز و گداز

شوق کے پر لگا کے کرتا ہے قفس تن میں مرغ دل پرواز

تجھ کوں ہر دم پکار کہتا ہوں ف بے حجابی سیں آ کہ ملنا ز

صدق دل سیں[۱] غلام ہوتا ہوں بندہ پرور[۲] ہو اے غریب نواز

عقدۂ دل کوں کھولتا ہے تمام عشق تیرا ہے کاشف ہر راز

قبلہ رو کی بھنوؤں[۳] کی مسجد میں دل نمیں[۴] کرتا ہوں بے خودی کی نماز

اے سراج آب خنجر[۵] نہیں درکار

رشتۂ زلف بس ہے عمر دراز

---

۱ سوں غلام تیرا ہوں ۔ س ۔ ۲ ہوا ۔ س ۔ ہوا ۔ ۱۳۹۱ ل ۔ ۳ بھنواں ۔ س و ۱۳۹۱ ل

۴ جیوں سوں ۔ س و ۱۳۹۱ ل ۔ ۵ آب خطوط ۔ ح

۲

۱۱۲۹

کھینچتا ہے توں ہر یک بے تاب پر شمشیر ناز | یہ طرح کس تے بتایا ہے تجھے اے بے نیاز
عشق کے کافروں کیچ زنّار کی حاجت نہیں | عمر لگ بس ہے خیال حلقۂ زلف دراز
مسجد ابرو میں تیری مردمک ہے جیوں امام | موئے مژگاں مقتدی مل کے کرتے ہیں نماز
ملک دل کوں ہائے لوٹا ہے غنیم عشق نے | گھات میں تس پر ہے ظالم کی نگاہ یکہ تاز
جیوں حنا غم سیں کلیجے کا لہو پانی کیے | کر قدمبوسی سیں اپنی عاشقوں کو سرفراز
اشک خونیں کے ستارے ہیں عیاں مجھ چشم میں | ٹک جھلک اپنی دکھا اے آفتاب دلنواز
شمع کی مانند ہر شب ہجر میں جلتا ہوں میں | دیکھ اے صبح جہاں افروز یہ سوز و گداز
قدر اس کے حسن کی نہیں جانتا ہر بوالہوس | جیونکہ نابینا کوں نہیں ہے آئینہ کی امتیاز

اے سراج اب دل مرا پروانۂ بیتاب ہے
ہے کہاں وو شمع روئے نازنین عشوہ ساز

۳

۱۱۳۸

یہاں تلک ہے وو زلف دراز عنبر بیز | کہ ہوئی ہے خاک صنم کے قدم کی مشک آمیز

۱۔ بتائی۔ ۱۲۹۱ ا۔ ۲۔ بس ہے اسیر ہوں کا ۱۲۹۱ ا۔ ۳۔ معتقد ۱۲۹۱ ا۔ ۴۔ کیا۔ ۱۲۹۱ ا۔ ۵۔ خونی۔ ۵۸۲ ا۔ ۶۔ بے تاب و بے آرام۔ ۱۲۹۱ ا۔ ۷۔ کی گلی۔ ک۔

سبزۂ خط کے سبب ہیں گرچہ ہے ریحاں بہ خش — تو بھی نافرمانیوں میں ہے مرا لالہ ہنوز

عاشقوں کا رنگ زرد و اشک گلگوں دیکھ کر — چھوڑتا نہیں ہے دورنگی دو گل رعنا ہنوز

بیچے ہم سودائیوں نے جان کوں پانی کے مول — اس طرف کوں گرم ہے بازار استغنا ہنوز

گرچہ معشوقی کے رتبے کوں کیا حاصل سراج

بزم غم میں شمع ہو جلتا ہے سر تا پا ہنوز

۵

مجکوں یک دم قرار نہیں ہرگز — تجھ بغیر[1] اختیار نہیں ہرگز

بزم عشاق[2] میں اے زاہد — عقل کوں اعتبار نہیں ہرگز

آشتابی کہ آج بیکل ہوں — طاقتِ انتظار نہیں ہرگز

سیر گلشن محبت کا — گل جنت کوں خار نہیں ہرگز

میکشاں شراب وحدت کوں — روز محشر خمار نہیں ہرگز

کوچۂ بیخودی میں مجنوں کوں — سگ لیلی سیں عار نہیں ہرگز

راز دل کوں رکھا ہوں پنہاں کر — اب تلک آشکار نہیں ہرگز

[1] بن ہوئے اختیار۔ س۔ [2] مجلس عاشقاں میں زاہد کی ۳۹۱ او س (میں آ زاہد ۵۸۴ ا)

۱۱۵۴

صاف دامن ہوں آرسی کی مثال　　دل میں میرے غبار نہیں ہرگز

ہجر کی رات میں مثالِ سراج
اشکِ غم کا شمار نہیں ہرگز

(۶)

۱۱۶۳　ہے جنبشِ مژگاں میں تری تیر کی آواز　　اس تیر میں ہے صید کی تکبیر کی آواز

مشتاق ہوں تجھ لب کی فصاحت کا ولیکن　　رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز

تو خسروِ خوباں ہے کہ لے ہند سیں تا روم　　پہنچی ہے ترے حسنِ جہانگیر کی آواز

حیرت کے مقاماں میں قانونِ نوا نہیں　　ہے سازِ خموشی لبِ تصویر کی آواز

دیوانے کوں مت شورِ جنوں یاد دلاؤ　　ہرگز نہ سناؤ اوسے زنجیر کی آواز

پیتا ہوں جدائی میں تری گھونٹ لہو کی　　سن غنچہ دہن عاشقِ دلگیر کی آواز

اے جان سراج آ کہ پتنگوں کی خبر لیجو
سن جا و مرے نالۂ شبگیر کی آواز

(۷)

۱۱۷۰　سہتا ہوں سوزِ عشق کی جلتی اگن ہنوز　　باقی ہے داغ دل میں مرے یہ جلن ہنوز

۱ے تجھ فراق میں کی ۔ س ۱۳۹/۱ ۔ ۲ے رہتا ہوں اس اگن میں سمندر مثل ۔ س ۔

شاید ہمارے اشک کی بارش کی ہوئی خبر — ہو منتظر کھلا ہے صدف کا دہن ہنوز

کیونکر رقیب بلبل[1] دل کی خبر کوں پائے — واقف نہیں[2] وو گل بدن سحر فن ہنوز

باد نسیم آہ سیں اے سرو خوش خرام — تازہ[3] ہے داغ دل کا ہمارے چمن ہنوز

اس لعل آبدار کی تعریف سن تمام — معدن میں چھپ رہا ہے عقیق یمن ہنوز

بر جا ہے پیچ و تاب جو کھاوے مرا جگر — تجھ زلف میں عیاں ہے شکن در شکن ہنوز

مدت ہوئی کہ خواب میں دیکھا تھا زلف یار — زنجیر پا ہے دل کوں ہرے و شکن ہنوز

شاید کہ بعد مرگ کریں یاد خاص و عام[4]
مشہور نہیں سراج کا شیریں سخن[5] ہنوز

۸

کیا تعجب[6] گر دل عاشق پریشاں ہے ہنوز — زلف مشک آمیز تیری عنبر افشاں ہے ہنوز ۱۱۷۸

آرسی ہر چند ہے خوش جلوہ لیکن ہو خجل — سادہ رو کے حسن کے پرتو سیں حیراں ہے ہنوز

---

[1] راز مرے دل کا پا سکے۔ س۔ [2] ہے مرے سوں مرا سجن۔ س۔ [3] رنگیں ہے داغ عشق سوں اس تن کا۔ س۔ [4] عام و خاص۔ ک۔ [5] س و ۳۹۱ ا میں یہ شعر اضافہ ہے۔ دریائے اشتیاق کوں آیا ہے پور آج۔ جاری ہے راہ چشم سوں آب نین ہنوز۔ [6] نہیں تعجب گر۔ ۳۹۱ ا۔

ہے[1] مری ہر ہر پلک میں جلوہ گر خونِ جگر — دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز

یاد میں تیرے عقیقِ لب کی اے کانِ حیا — اشک سے[2] چشمِ خوں فشاں لعلِ بدخشاں ہے ہنوز

اے گلِ باغِ وفا گر ذوق ہے آ سیر کر[3] — ہجر کے داغوں سیں دل میرا گلستاں ہے ہنوز

ہے خیال اُس یوسفِ ثانی کا ہر ساعت مجھے — یاد میں جسکی مرا دل رشکِ کنعاں ہے ہنوز

خوں شراب و دل کباب و آہ ہے تارِ رباب
مجلس غم میں سراج ازبس کہ مہماں ہے ہنوز

۹

اُس کے[4] رخ پر ہے خطِ ریحاں سبز — جیوں کہ ہے سبزہ گلستاں سبز

اثرِ زہرِ غم[5] کیا دل نے — شوخ کا دامن و گریباں سبز

یاد میں سبزِ خط کے[6] روتا ہوں — کیوں نہ ہوئے اشکِ چشمِ گریاں سبز

اس کے زہر نگاہ کا ہوں شہید — کیوں نہ ہووے[7] مری رگِ جاں سبز

غیرِ خطِ رخِ نگار سراج
کس نے دیکھا ہے خطِ قرآں سبز

---

[1] ہر سر مژگاں پو میرے جلوہ گر ہے خونِ دل ۱۳۹ا ۔ [2] مجھ نین سیں ہر انجھو ۱۳۹ا ۔ [3] کون ۔ ک ۔ [4] پیو ۔ ۱۳۹ا ۔ [5] دیکھ زہرِ غم سیں ہوں دل چاک ۱۳۹ا ۔ [6] اس کے ۔ ۱۲۹ا ۔ [7] نیں عجب گر ہے ۱۳۹ا

ردیف س

۱

شتابی اے[1] شکر لب آ مرے پاس مجھے ہے شربت دیدار کی پیاس
شب ہجراں[2] میں اس یاقوت لب کی پلک مجھ چشم میں ہے نوک الماس
چمن کی سیر کوں جاتا ہوں اکثر کہ پاتا ہوں ہر یک گل میں تری باس
ہمیشہ[3] دور عالم مختلف ہے کہ ہے گردش میں ہر دم نیلگوں[4] طاس

سراج ازبس جلا غم کی اگن میں
نہیں ہے آتش دوزخ سیں وسواس[5]

۲

ہر طرف باغ میں ہے گرچہ نمایاں نرگس تیری آنکھوں[6] کے مقابل ہے پشیماں نرگس

---

[1] سوں اے ساقی ۳۹ا ا۔ [2] ہجرت میں مجھ کوں نیں ہے آرام ۳۹ا ا۔ [3] نہیں یکساں ہمیشہ حال عالم ۳۹ا ا
[4] نسدن ۳۹ا ا۔ [5] لیک نجھ چشم کے دیکھ۔ س۔ [6] ۳۹ا ا میں یہ دو شعر زیادہ ہیں۔ شفاعت کی ہے مجھ کوں تجھ سیں امید
ترے بن نیں ہے ہرگز غیر کی آس۔ زمانے کا کیا ازبس کہ ماتم۔ رنگا ہے نیل میں کفنی کوں آکاس۔

شرم سیں دیدۂ مخمور پری رویوں سے[1] — آب شبنم سیں ہوئی ہے عرق افشاں نرگس

انتظار چمن وصل میں اے آئینہ رو — مثل تصویر[2] ہوئی باغ میں حیراں نرگس

ہجر کی تیغ کے بسمل کوں نہیں ذوق چمن — زخم دل پر ہے اوسے مثل نمک داں نرگس

مست و مدہوش ہے گلزار میں مانند سراج
بس کہ ہے شیفتۂ نرگس[3] جاناں نرگس

۳

وحشت کوں مری دیکھ کہ مجنوں نے کہا بس — مجنوں تو کیا دامن ہاموں نے کہا بس

ہر درد میں جیوں قطب مجھے دیکھ کے ثابت — قرباں مرے گرد ہو گردوں نے کہا بس

گل رو کی جدائی میں میرے[4] داغ جگر دیکھ — گلشن میں ہر ایک لالۂ پرخوں نے کہا بس

ہے دام پری بسکہ مری آہ کا جادو — بے باک ہوا دس چشم پُر افسوں نے کہا بس

احوال سراج آتش ہجراں میں تری دیکھ
دل سوز ہو پروانۂ مجنوں نے کہا بس

---

[1] پری رویاں - س - [2] آئینہ - س - [3] نرگس چشم پہ مائل ہے - س -
[4] میرا - ک -

ردیف ش

۱

کیا شراب محبت نے دل کے خُم میں جوش — عجب نہیں جو قیامت تلک رہو بے ہوش[۱]

صنم[۲] کے حُسن کے خورشید کی خجالت سیں — ہوا ہے چاند نقاب سحاب میں روپوش

نہیں علاج بجز مرہم نوازش و لطف — جفا کے زخم سیں کرتا ہے دل فغان و خروش

نہ ہووے صور قیامت کے شور سیں بیدار — جو کوئی خیال میں[۳] اُس چشم کے ہوا مے نوش

[۴]ترے دو ابرو ہمسر کوں دیکھ حیراں ہوں — [۵]سنا نہیں ہوں کہیں دو ہلال دوش بدوش

فسردہ دل ہوں زمانے کی سرد مہری سیں — عجب نہیں ہے[۶] اگر مثل شمع ہوں خاموش

کمند عقل[۷] سیں آزاد ہے مثال سراج
جو اُسکی[۸] زلف کے زُنّار کا ہے حلقہ بگوش

---

۱ خاموش۔ س۔ ۲ سجن۔ س۔ ۳ اس چشم کی ہوا ہے ہوش۔ س۔ ۴ سجن کے مکھ پہ دو ابروکوں دیکھ س۔ ۵ سورج پہ کس نے سنا۔ س۔ ۶ "ہے" ندارد ج۔ ۷ زہد سیں۔ س۔ ۸ پیو کے۔ س۔

۲

۱۲۱۴ بس کہ رکھتا ہوں جگر پر دلبرِ جانی کا نقش خوش نہیں آتا[1] ہے مجکوں خامۂ مانی کا نقش

مصر میں سینے کے ہے از بس خیال اس یار کا مجھ نظر میں جیوں کلف ہے ماہ کنعانی کا نقش

پیچ[2] و تابِ غم میں سنبل کیوں نہ ہووے آشفتہ مو ہے چمن میں زلف سیں تیری پریشانی کا نقش

ہنیں نکلتا ناز سیں کوچے[3] کے باہر من ہرن اس گلی میں بس کہ ہے عاشق کی پیشانی کا نقش

سرخیِ لب کا ترے مائل ہوا ہوں جب ستی داغ ہے دل میں مرے لعلِ بدخشانی کا نقش

اشک میں میرے ہے رنگا رنگ موجِ خونِ دل یہ طلسم طرفہ تر قائم ہوا پانی کا نقش

جیب[4] سیں دیکھا ہے تری تصویر اے جانِ سراج
جلوہ گر ہے آرسی پر رنگ حیرانی کا نقش

۱۔ بھاتا۔ ک۔ آتا مجھے ہرگز کف پائی کا نقش ۱۳۹۱ ا۔ ۲۔ ۱۳۹۱ ا میں مصرعہ پڑھا نہیں جا سکتا
۳۔ کوچکہ۔ ۱۳۹۱ ا۔ ۴۔ جیب سوں دکھلایا اپر تصویر کوں جانِ سراج ۱۳۹۱ ا۔

ردیف ص

۱

ہے کمندِ جہاں سیں تجھ کوں خلاص　　خلوتِ قدس میں ہے خاص الخاص

دل کا دُرِّ یتیم پایا ہوں　　بحرِ معنی کا ہو کہ ہیں غواص

شیشۂ مے رکھا ہوں نذرِ بہار　　گل و بلبل میں ہوے اگر اخلاص

آبِ شمشیر خوں بہا بس ہے　　شہرِ خوباں میں نہیں ہے رسمِ قصاص

صحنِ گلشن میں دیکھ تجھ قد کوں　　ہر[1] خیاباں میں سرو ہے رقاص

رخ[2] ہے مصحف بھویں ہیں بسم اللہ　　زلف تیری ہے سورۂ اخلاص

غم[3] کی اکسیر کے اثر سیں سراج

سیم خالص ہوا ہے[4] قلب رصاص

---

[1] ہے ۔ س ۔ [2] مکھ ۔ س ۔ [3] عشق کے فیض کے اثر سوں سراج ۔ س ۔

[4] ہو قلب ۔ س ۔

۲

۱۲۳۶

جز عشق جاں گداز نہیں کیمیائے خاص — جس کے اثر سیں رنگ مرا ہے طلائے خاص

تجہ عشق کا مریض ہے بیمار[1] دل مرا — دے اے طبیب وصل سیں اس کوں دوا کے خاص

اور[2] عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو — سب مبتلائے عام ہیں ہیں مبتلائے خاص

لازم[3] ہے عقل و ہوش سیں بیگانگی مجھے — دردِ فراق تجہ کوں ہوا آشنائے خاص

نہیں تشنۂ وصال کوں کوثر کی آرزو — دیدار کا ہے شربت اوسے مدعائے خاص

مجھ پر نگاہ تیز[4] ہے اور لطف عام پر — ہے دل لینے مجھ کوں صنم[5] کی ادائے خاص

پروانہ[6] ہے سراج تری شمع حسن کا
تیرے سوا نہیں ہے اوسے دل ربائے خاص

---

[1] بیتاب ۔ ک ۔ [2] مجھ کوں نہ بوجھ دل میں دو دیجے عاشقاں مثال ۔ س ۔ [3] بز غم نہیں رفیق مجھے پیو کے ہجر میں ۔ س ۔ [4] گرم ۔ س ۔ [5] پیا کی ۔ س ۔ [6] اے شمع ترے حسن کا پروانہ ہے سراج ۔ س

ردیف ض

۱

مائل ہوں گل بدن کا مجھے گل سیں کیا غرض — کاکل ہیں اس کے بند ہوں سنبل سیں کیا غرض ۱۲۳۳

خونیں دلوں[1] کے قتل کوں بسدھی اگاہ بس — اس تیغ[3] کوں فسانِ تغافل سیں کیا غرض

رسوائی جہاں سیں مجھے فکر کچھ نہیں — دیوانہ جنوں کوں تامل سیں کیا غرض

بس ہے غبار راہ لباسِ شہنشہی — سلطان لے خودی کوں تجمل سیں کیا غرض

جام مئے الست سیں بے خود ہوا ہے سراج
دور شراب و شیشہ و پرُ مل سیں کیا غرض

۲

ہوا درد[3] محبت کا مجھے مرض — طبیب[4] حال دل سن جا مری غرض ۱۲۳۸

---

[1] دلاں ۔ س ۔ [2] خوں فشاں ۔ ک ۔ [3] جدائی کا تری جس کوں ہوا ۔ ۳۹۰

[4] دوائے وصل بن اس کوں نہیں غرض ۔ س ۔

کہا ہر جوہری نے لب [illegible] / [illegible] جوہر ہے اور یاقوت ہے عرض

تری ابرو ہے محراب محبت / نماز شوق [illegible] ہے پر ہوئی فرض

تری زلف پریشاں کان لے پاس / مد احوال کرتے ہیں تجھے عرض

زبس ہوں مالک گنجینۂ غم / دیا ہوں قیس کوں نقد جنوں قرض

سراج اب دل کی دیپ افشاں کر دیکھو
کہ ہیں پا افلاک سب تجھ کوں جیوں ارض

۳۰

۱۲۴۴

عشاق کا دل داغ کا تازہ ہوا عرض / پیشانی دلبر پہ سبب غازہ ہوا عرض

اے نور نظر تشنۂ وصل ہوں آ جا / دو پاٹ پلک کے نہیں دروازہ ہوا عرض

مخمور ہوا تجھ چشم گلابی کا پیا جام / نرگس کی پیالے ستی خمیازہ ہوا عرض

زاہد کوں نہیں کام بجز شہرت عالم / اس طبل تہی کا دیکھو آوازہ ہوا عرض

لکھتا ہے سراج اس گل بے خار کی تعریف
دیواں کوں رگ گل ستی شیرازہ ہوا عرض

---

۱ کوں. ک. ۲ یہ عنوان محراب کی صورت میں تحریر ہے. دس. ۳ عرض. ک. ۴ سینہ پو میرے. ۳۹۱ ا. ۵ خاطر پو مسند ۳۹۱ ا. ۶ زین ۳۹۱ ا. ۷ لکھتا ہوں ۳۹۱ ا. ۸ کا. ک ودل ۳۹۱ ا.

ردیف ط

۱

۱۲۵۹

خلاف وعدہ نہو یہ نہیں وفا کی شرط
ضرور ہے کہ وفا کیجیے صفا کی شرط

کیے ہیں تجھ کوں شہیدوں نے اپنا خون مباح
نہیں ہے شہر محبت میں خوں بہا کی شرط

وو خوش ادا کوں زبس عزم دلربائی تھا
ادا کیا نگہ ناز سیں ادا کی شرط

مجیو عقل میں اے عشق رہنما مت چھوڑ
مگر جہاز ڈوبانا ہے ناخدا کی شرط

حصول مطلب دل ترک مدعا سوں ہے
کیا حصول جو کوئی اپنی[1] مدعا کی شرط

۱۔ ترک۔ ک،

۱۴۵۴

۲

وو زلف[1] ہے تو حرف تتار و ختن غلط
اس لب[2] کے ہوتے نام عقیق یمن غلط

آیا[3] ہے جب سیں باغ طرف وو کتاب رو
تب سیں[4] ہوا ہے صفحۂ برگ سمن غلط

بیٹھے سخن[5] میں وعدہ خلافی کا بول کیوں[6]
ہرگز نہ بول بول اے شیریں دہن غلط

ڈرتا ہوں اس بہووں[7] کے اشارت سیں دم بدم
ہوتا نہیں ہے سیف زباں کا سخن غلط

---

۱ نسخہ خط انگے ہے نافہ مشک ۔ س ۔ ۲ نسخہ لباں کوں دیکھ ۔ س ۔ ۳۹۱
۳ بلبل نے دیکھ باغ میں رخسار گلبدن ۔ س ۔ ۴ ہر جا کیا ہے ۔ س ۔
۵ بچن ۔ س ۔ ۶ کھول ۔ س ۔
۷ نسخہ بھنواں ۔ س ۔

روشن ہے اے سراج کہ فانی ہے سنہیا
مطرب غلط ہے جام[2] غلط انجمن غلط

---

[1] جگت۔ س۔ [2] بزم۔ س۔

ردیف ظ

۱

۱۲۶۹ عمل سیں مے پرستوں کے تجھے کیا کام اے واعظ
شرابِ شوق کا تو نے پیا نہیں جام اے واعظ

لگے گا سنگ خجلت شیشۂ ناموس پر تیرے
عبث تہمت لگاتا ہو لوگوں کوں نہ کر بدنام اے واعظ

نہیں ہے امتیاز نیک و بد چشم حقیقت میں
تجھے یکساں ہوا ہے کفر اور اسلام اے واعظ

نیاز بے خودی بہتر نماز خودنمائی سیں
نکر ہم بے خودوں سیں تو خیالِ خام اے واعظ

کلامِ نقطۂ علم مختصر ہے سب معانی کا
بیانِ شوق درسی کوں نہیں انجام اے واعظ

وو شیریں لب کی کڑوے بول اتنے ہیں مرے حق میں
تجھے معلوم کیا ہے لذتِ دشنام اے واعظ

سراج اس کعبۂ جاں کے تصور کوں کیا سمرن
یہی وردِ سحر ہے اور دعائے شام اے واعظ

۲

۱۲۶۶ ہے محبت کا مرے پر زخم کاری الحفیظ
کیا جلا اس تیغ میں ہے آبداری الحفیظ

۱ے ہور میں۔ ۲ے ... ۳۹۱ ۔ ۳ے نہیں ہے زہد کے
طومار — میں۔ ۴ے کیا ... ۵ے دل زخمی ...

کون سیں بے جاں کی طاقت ہے کہ دیکھے اس طرف	ہر نگہ تیز اس کی ہے کٹاری الحفیظ
مدتیں گذریں کہ تیرے[1] عشق کی کھایا تھا چوٹ	دیدۂ عاشق کا ہے ناسور جاری الحفیظ
خود بخود سیماب کوں مت پوچھیو[2] یہ اضطراب	کانپتا ہے دیکھ میری بیقراری الحفیظ
اشتیاقِ دلبر گل فام نے مجھ کوں کیا	عندلیب گلشن بے اختیاری الحفیظ
داغ ہوں طرز تغافل سیں تری اے لالہ رو	قبر میں لے جاؤنگا یہ یادگاری الحفیظ

جیوں پتنگ آتش میں تیرے غم کی جلتا ہے سراج
شمع رو آ[3] دیکھ[4] اس کی جاں نثاری الحفیظ

۱۔ تیر ک۔ ۲۔ پوچھیو ج۔ ۳۔ آ شتابی۔ س ا۔ ۴۔ س و ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار۔

سنگ رسوائی لگا ہے شیشۂ ناموس پر۔ بس کہ تجہ غم نے دیا بے اختیاری الحفیظ۔ جیتی بار جدائی نے کیا ہی غم مجھے۔ نت سوں ہیر جیوں ہوا ہے مجھ کوں بھاری الحفیظ۔ اے دُرِ دریائے خوبی سیر کر آب رواں۔ چشم کے چشموں ہوی جاری الحفیظ۔ شوق میں تجہ وصل کے انکھیاں کہاں ہیں آئی سخن۔ ہو قیامت بالا یا انتظاری الحفیظ۔ تجہ نگاہ تیر نے ٹکرے کیا ہے دل مرا۔ کیا بلا اوس تیغ میں ہے آب داری الحفیظ۔

ردیف ع

۱

۱۲۹۶

تجھ رخ[1] کی تاب دیکھ ہوئی بے قرار شمع
جلتی[2] ہے بزم عشق میں پروانہ وار شمع

ہیں شمع[3] رو کی یاد میں آنسو شرر فشاں[4]
فانوس چشم زار میں ہیں بے شمار شمع

مجلس[5] میں دل جلوں کی نہ تاب آئے صبح رو
ہر شب ترے فراق میں ہے اشکبار شمع

نو خط کے رخ پر اس خط ریحاں کوں دیکھ کر
نکلتی ہے دود آہ سیں خط غبار شمع

چہرے میں اس کے نہیں ہے عجب گر عرق چلے
اس ماہ رو کے سامنے ہے شرمسار شمع

عالم کے ماہ رو ہیں ترے سامنے کالف
بے نور ہیں سورج کے مقابل ہزار شمع

دیکھا[6] ہے بسکہ اس گل رخسار کوں سراج
آنکھوں میں ہے پتنگ کی مانند خار شمع

۲

۱۳۰۲

چمن میں جب ستی وو دلبر خوش قد ہوا واقع
پر بلبل نہال گل پہ دست رد ہوا واقع

---

[1] مکھ کا تاب دیکھ کے ہے۔ س۔ [2] فانوس میں انکھیاں کی ہوئے گل ہزار شمع۔ س۔ [3] ان کے تجھ خیال میں ہے چشم خوں فشاں۔ س۔ [4] شعلہ۔ ک۔ [5] آ بزم عاشقاں میں نہ تابی اے صبح رو۔ س۔ [6] ۳۹۱ الف میں یہ شعر زیادہ ہے۔ تیرا جمال دیکھ کے خوباں خجل ہوئے۔ بے نور ہے سورج کے آگے جیوں ہزار شمع۔ س

نظر بھر جب سیں دیکھا ہوں جھلک اس حسن روشن کی
مرا دل روشنائی سیں الٹ سرمہ ہوا واقع

تماشائے حقیقت دیدۂ ظاہر سیں ممکن نہیں
ہماری انکھ[1] کے پردوں میں گویا سد ہوا واقع

اڑا ہوں شوق کے تخت سلیمانی پہ شادی سیں[2]
مرے سر جب سیں تاج سایۂ احمد ہوا واقع

بہ حکم[3] زلف سیہ جیم و دہن میم و الف بینی
کہ جس پر خوشنما ابرو تری کا مد ہوا واقع

حقیقت کے چمن کے باغباں نے خار و گل بویا
جہاں لگ گلشن عالم میں نیک و بد ہوا واقع

ہوا معلوم یوں مجھ کوں کہ نقد ہوش کھوویگا
سراج اب بیخودی کے ملک کا سرحد ہوا واقع

---

[1] پردۂ انکھیاں سوں ۱۳۹۱ ا ۔ [2] ہوں ۱۳۹۱ ا ۔ [3] تین ہیں صاد جیم انکھیاں ۱۳۹۱ ا ۔

ردیف غ

۱

۱۲۸۶

پایا ہوں اس[1] جہاں میں عجب یار بیدریغ
ہے جس کا نام شوخ و ستمگار بیدریغ

بیدرد مت ملے[2] جو کسی دردمند کوں
جیسا مجھے ملا ہے وو دلدار[3] بیدریغ

شاید[4] کہ صید عاشق وحشی کا عزم ہے
کھولا ہے دام زلف گرہ دار بیدریغ

خوش چشم کے خیال نے ازبس دیا داد
نرگس نے اپنا جان دیا ہار بیدریغ

پھینٹا رنگا ہے سرخ شہیدوں کے خوں میں
سر پر بندھا ہے پھر او سے دلدار بیدریغ

ہرگز نہیں کسی کی طرف مہر کی نگاہ
ہے کس قدر وو نرگس بیمار بیدریغ

سوز[5] دل سراج طرف دیکھ شعلہ رو
اب خوب[6] نہیں تغافل ہر بار بیدریغ

۱۔ جگ میں۔ س۔ ۲۔ ملے جو کسی دردمند سوں۔ س۔ ملے جو ۱۳۹۱ ا ۳۔ دل آزار۔ ک۔ ۴۔ س و ۱۳۹۱ میں اس کے بعد یہ اشعار زیادہ ہیں۔ یاری میں تجھ فراق کی شمشیر سوں دل مرا۔ لاچار ہو کہ یوں کوں دیا ہار بیدریغ۔ میرے انجھو کا بوند ترے غم سوں اے صنم۔ منصور ہو پلک کی چڑھا دار بیدریغ۔ دیکھا اپنے یار سوں حال سراج او پوچھو۔ س و ۱۳۹۱ میں یہ اضافہ ہیں۔ امید ہے ترے سوں سجن مہر کی نگاہ۔ تیغ نگاہ کا مجھ پہ نہ کر وار بیدریغ۔ ہوا آشنا سر ستی [illegible] ہو گیا۔ [illegible] بیدریغ۔ ۶۔ کچھ ہیں

۲

۱۲۹۴

عیاں ہے سینۂ[1] عاشق سیں عاشقی کا داغ ۔۔۔ کہ جیوں کہ پردہ فانوس سیں[2] عیاں ہے چراغ

کیا ہے حق نے تجھے آفتاب عالمگیر ۔۔۔ نہ پاوے[3] ذرّہ معدوم عقل واں کا سراغ

مثال شانہ جو کئی سینہ چاک[4] ہے دائم ۔۔۔ کمند زلف سیں تیری نہیں ہے اس کوں فراغ

گلی میں یار کی[5] ہر بوالہوس کوں بار نہیں[6] ۔۔۔ کہاں ہے گلشن فردوس میں رسائی زاغ

نہیں سراج کوں گلگشت باغ کی خواہش
خیال عارض گلرو[7] ہوا ہے اس کوں باغ

۳

۱۲۹۸

بے جا نہیں اگر وو کرے سیر باغ داغ ۔۔۔ پایا ہے جس نے کوچۂ دل میں سراغ داغ

مانند لالہ گلشن رنگین عشق میں ۔۔۔ تا روز حشر مجھ کوں نہ ہوئے فراغ داغ

صحرائے بے خودی ہیں فراغت کے واسطے ۔۔۔ لالہ سینی کیا ہوں مقرر جناغ داغ

دیکھا ہوں بس کہ گردش چشم پری رخاں ۔۔۔ لب ریز ہے شراب جنوں سیں ایاغ داغ

اس لالہ رو کے ہجر کی آتش میں اے سراج
روشن کیا ہوں شعلۂ غم سیں چراغ داغ

---

[1] عشاق میں بره ۔ س [2] ہیں ہے نور ۔ س ۔ [3] نپاوے ذرہ معدوم تجھ گلی (کا) سراغ ۔ س ۔ [4] رکھتا ہے س ۔ [5] شوخ ۔ س ۔ [6] کہاں ۔ ک ۔ [7] خوباں ۔ س ۔

ردیف ف

۱

۱۳۰۳

عاقل[1] کوں نہیں روا کہ کرے عاشقی کی لاف
دیوانہ جنوں کوں ہے تقصیر سب معاف

مظہر میں کیا ظہور ہے مظہر کے نور کا
صورت سیں جا کہ کعبہ معنی کا کر طواف

عکس جمال دوست او[2] سے آشکار ہے
دیکھن سیں دل کے زنگ کدورت کیا جو صاف

بن دوست اس متاع کا کوئی[3] مشتری نہیں
یا قوت دل میں آہ کے موسیں ہوا شگاف

ہر دم نگہ کی تیغ سیں وسواس ہے تجھے
تجھ چشم کا نیام ہے از بس کہ خوش غلاف

عزلت نشیں کی نام کوں شہرت ہے خلق[4] بیچ
اثبات کا گواہ ہے عنقائے کوہ قاف

جو صلح کل کی راہ میں واقف ہے اے سراج
نہیں نیک و بد کا اس کی نظر بیچ اختلاف

۲

۱۳۱۰

ستم کا نام ہے عالم میں معروف
ہیں دیکھا اس صفت کے تم ہو موصوف

---

[1] عاشق۔ س۔ [2] یہاں ہے او سے یہاں ہے۔[۳۹۱] ا۔ اس کا مصرعہ ثانی نیچے کے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے۔ [3] خریدار کوئی۔ س۔ [4] جگ میں ہیں۔

چھڑایا شہر آنکھوں نے تمھاری		دل کی وحشی غزالوں بیچ ہے مالوف

کیا اس سرو قد نے کل کا وعدہ		قیامت پر رہا دیدار موقوف

لکھوں جب جبہ زریں کے بیں وصف		دو انکوں میں بھروں مقیش کا صوف

صبا بلبل کوں کہہ سب کھول مضمون		کنایت کی ہے بو غنچوں میں ملفوف

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار		نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

سراج اس آگ کوں کیا ہما نا تھا
کیا یہ راز پروانے نے مکشوف

۳

دیکھا ہے جس نے یار کے رخسار کی طرف		ہرگز نہ جاوے سیر کوں گلزار کی طرف

آئینہ دل کی چشم میں نور جمال دوست		روشن ہوا ہے ہر در و دیوار کی طرف

منظور ہے سلامتیٔ خوں اگر تجھے		مت دیکھ اس کی نرگس بیمار کی طرف

وہاں نہیں بغیر جوہر شمشیر خوں بہا		زاہد نہ جاؤ[1] ظالم خونخوار کی طرف

ہے دل کوں عزم چوک امید وصال پر		دیوانہ کا خیال ہے بازار کی طرف

---

[1] تو۔ ک۔

کیا پوچھتے ہو تم کہ ترا دل کدھر گیا　　دل کا مکان کہاں؟ یہی دلدار کی طرف

پروانہ[1] کوں نہیں ہے مگر خوف جاں سراج
ناحق چلا ہے شعلۂ دیدار کی طرف

۴

۱۳۲۴

مثالِ حلقۂ زنجیر ہے زلف　　بلائے[2] جان ہر نخچیر ہے زلف

قیامت تک خلاصی[3] نہیں ہے ممکن　　دل عاشق کی دامنگیر ہے زلف

ہوئے حل مشکلاتِ سورہ انور　　کتابِ حسن کی تفسیر ہے زلف

دیا ہے صفحۂ رخسار کوں زیب　　عجیب یہ خوش نما تحریر ہے زلف

نصیبِ چشم ہے خواب پریشاں
سراج اس خواب کی تعبیر ہے زلف

---

[1] ۳۹۱ کے اضافہ اشعار:- احوال دیکھ یہ دل بے تاب کا بجن - آ اے طبیب عاشق بیمار کی طرف + اسلام کوں نثار کیا کفر اوپر گئے دیکھا ہے جن نے بیو کے زنار کی طرف + بے مہر زلیس کہ و جیند ر بدن مرا - اس کوں نظر نہیں دل ہیار کی طرف + تیری بہار حسن بدل جیو دیا سراج - آ مہر سوں شتاب خریدار کی طرف + [2] بلا ہر جان ہر نخچیر - س - بلائے جان ہو نخچیر - ۳۹۱ ا - [3] تک - ک - ہے یو - س - ہے - ک، اے ۳۹۱ ا -

۱۳۲۹

ہرادا ظالم[1] کی بیماری ہے، تکلف برطرف — کام میرا جاں نثاری ہے، تکلف برطرف

داغِ دل ہرگز قیامت لگ نہیں[2] ہونے کا صاف — عاشقی کی یادگاری ہے، تکلف برطرف

پار گزرا ہے کلیجے سیں مرے تیر نگاہ — بے طرح کا زخم کاری ہے، تکلف برطرف

تھر تھراتا ہے مرے احوال کوں سیماب دیکھ — کس بلا کی بے قراری ہے، تکلف برطرف

عاشقوں[3] کوں قتل کرنے ناز کے توسن پہ آج — شاہِ خوباں کی سواری ہے، تکلف برطرف

تجھ نگاہ با حیا کی ہول لے ابرو کماں — ہر کلیجے کی کٹاری ہے، تکلف برطرف

قصۂ غم[4] گر لکھا تجھ کوں تو بر جا ہے سراج
عالمِ بے اختیاری ہے، تکلف برطرف

---

[1] مبہم۔ ع ۳۹۱ ا۔ [2] نہ جاوینگے سجن ب ۳۹۱ ا۔ [3] عاشقاں۔ ک۔ [4] ب ۳۹۱ ا۔ کا اضافہ شعر۔
بسمل غم جاں دیتا ہے شتابی بے خبر۔ تجھ برہ کا وار کاری ہے، تکلف برطرف۔

ردیف ق

۱

۱۳۳۶ دم بدم رکھتا ہوں اس لفِ دوتا کا اشتیاق — ہے مرے پراندنوں میں کس بلا کا اشتیاق

ہے دلِ پُرسوز کوں میرے خیالِ کوئے دوست — دوزخی کوں ہے بہشتِ دلکشا کا اشتیاق

صافیٔ دل ہے جمالِ ذاتِ مطلق کوں محیط — ہے صفت آئینۂ عالم نما کا اشتیاق

وصل میں راحت ہے لیکن ہجر کی لذت کہاں — انتہا میں چاہتا ہوں ابتدا کا اشتیاق

مجھ دلِ پرخوں کوں ہے مصرعِ عالی کا ورد — ہے کسی کے پانو کوں رنگِ حنا کا اشتیاق

ہو نہیں سکتی مری اور دل کی اب صحبت برار — دل دہی کے واسطے ہے دلربا کا اشتیاق

شامِ غم کوں ہے امیدِ صبحِ عشرت دم بدم — سورۂ واللیل کوں ہے والضحیٰ کا اشتیاق

چاہتا ہوں دلبرِ ہم رنگ سیں اوڑ کر ملوں — جس طرح [سیں] کاہ کوں ہے کہربا کا اشتیاق

کیا کہوں میں کس طرح مشتاقِ وصلِ یار ہوں — تشنہ لب کوں جو ہے آبِ بقا کا اشتیاق

ناوک انداز کمان ابرو کہاں ہے جس کے بن — تودۂ دل کوں ہے تیرِ بے خطا کا اشتیاق

سجدۂ محویتِ عاشق گواہِ حال ہے — جبہۂ تسلیم رکھتا ہے رضا کا اشتیاق

شوخ چشموں نے کیا زخم آہ درد آلود پر — رام کرتا ہے غزالوں کوں صدا کا اشتیاق

عندلیب دل مرے کوں ہے خزانِ ہجر میں گل بدن یعنی بہار مدعا کا اشتیاق

غنچۂ بے طاقتی سیں جامۂ دل چاک ہے ہے کسی گل چہرۂ رنگیں قبا کا اشتیاق

اے سراج اس شعلہ رو پر خاک ہوجانے بغیر
کیا چلے پروانۂ بے دست و پا کا اشتیاق

۲

۱۳۵۱

ہے تجلی بخش جب سیں پرتو اسرار عشق تب سیں دل میرا ہوا ہے مطلع انوار عشق

لیلی گل چہرۂ مقصود کوں پایا ہے وو جو ہوا ہے مثل مجنوں بلبل گل زار عشق

اسکوں آفاتِ[1] حوادث سیں نہیں آسیب کچھ جس کوں تعویذ گلو ہے دل ہوا طومار عشق

منزل دل کوں بنایا دوست رہنے کے تئیں[2] لے[3] مرے آنسو کا پانی گرد غم معمار عشق

ہے خیال چشم خوباں روغن بادام اوسے بستر بے تابی دل پر جو ہے بیمار عشق

بیدخوابی[4] نالۂ و فریاد کی ہے صبح و شام جس برہمن کوں گلے کا ہار ہے زنّار عشق

بے خبر ہے محفل کونین سیں مثل سراج
جو ہوا ہے بے خودی کے جام سیں سرشار عشق

---

[1] آسیب ع۳۹۱ ا۔ [2] بدل ع۳۹۱ ا۔ [3] بس کے غم کی گرد ہو آب میں معمار عشق ع۳۹۱ ا۔

[4] اس کوں شب ہے بیدخواتی نالہ و فریاد کی ع۳۹۱ ا۔

۱۳۵

مجلسِ[1] حسرت میں ہے جو کوئی کہ مہمانِ فراق
کیوں نہ ہوے لختِ جگر اس کوں نمکدانِ فراق

چشمِ[2] عاشق سیں نمایاں ہے قطارِ اشکِ گرم
آ تماشا دیکھ روشن ہے چراغانِ فراق

جب سیں میرے زخمِ دل پر ہے ترا[3] حقِ نمک
کھینچتا ہوں تب سینے میں بارِ احسانِ فراق

کشتیٔ ابرو دکھا اب ناخدا ترسی نہ کر
حد[4] سیں گذرا ہے مرے پر شورِ طوفانِ فراق

ناوکِ انداز کماں ابرو کہاں ہے جس کے بن[5]
پہلوئے دل میں لگی ہے نوکِ پیکانِ فراق

کیوں نہ ہووے جمعیتِ دل مائلِ[6] آشفتگی
ہات آئی ہے اسے زلفِ پریشانِ فراق

تجھ بغیر[7] اے شمعِ بزمِ ناز جلتا ہے سراج
حسن کے پرتو سیں روشن کر شبستانِ فراق

---

[1] تجھ پرت کی بزم میں جو کوئی ہے۔ س۔ [2] اشکِ خونی جلوہ گر مجھ نین سوں ہے اے سجن۔ س۔ [3] میرا۔ ک
[4] اے سجن اب مجھ پہ گذرا حد طوفاں۔ س۔ [5] باج۔ س۔ [6] مایہ۔ ک۔ [7] بنا۔ س۔

ردیف ک

۱

دیا ختن کوں تری زلف نے اضافۂ مشک　　بحال تجہ سیں ہے جاگیر بوئے نافۂ مشک　　۱۳۶۵

وفور بوئے محبت نہاں نہیں رہتی　　مثل ہے راست "تنک ظرف ہے قبائے مشک"

لکھا ہوں خط میں ترے خطِ عنبریں[۱] کی صفت　　بجا ہے اس کوں اگر میں کروں لفافۂ مشک

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر　　عروسِ حسن کوں گویا کہ ہے محافۂ مشک

لکھا ہے کاکلِ مشکیں کے وصف لیں کہ سراج

ہوئی ہے اس کے اثر سیں دوات نافۂ مشک

۲

ظالم مرے جگر کوں کرے کیوں نہ بھانک بھانک　　سیکھا ہے وو نگہ کا بیا اور ادا[۲] کا بانک　　۱۳۷۰

[۳]پوتھی خیالِ یار کی آئی ہے جب سیں ہات　　دل کے ورق پہ تب سیتی[۴] لکھتا ہوں غم کی آنک

۱؎ کا وصف۔ ک۔ کے وصف۔ ۱۳۶۸ء ا۔ ۲؎ کی۔ ک۔ ۳؎ جس دن سوں باچتا ہوں میں پوتھی پریم کی۔ مس۔ اس شعر کی بجائے میں نیچے کا شعر اسطرح لکھا ہے۔ خون جگر کا لعل جڑا ہوں پیا کے کاج۔ انگشتری کوں دل کی محبت کا دے کہ دانگ۔ ۴؎ سیں لکھا ہوگا۔ ک۔

انگشتری کوں دل کی بنایا ہوں نذرِ یار — لعنت جگر کے لعل کوں الفت کا دیکھ ڈانک[1]

آتا ہے یاد پھول کے دیکھے سیں گل بدن — عاشق کوں تب لگتی ہے بُری بلبلوں کی ہانک

جانِ جہاں[2] کا ذوق[3] اگر ہے تجھے سراج

پنہاں نگاہِ غیر سیں پردے میں دل کے جھانک

۳

۳۷۵

کوئی مرا پیام لے جاوے اگر موہن تلک — مجھ سیں امید ہے شاید کہ دکھلاوے جھلک

فرشِ مخمل پر ترے بن مجھ کوں خواب آتا نہیں — خار ہوتا ہے مری[4] آنکھوں میں ہر موئے پلک

زندگانی تجھ بِرہ میں خوش نہیں آتی مجھے — جان تجھ کو[5] گر کہوں تو نہیں ہے ہرگز اس میں شک

مجھ نظر میں آشنا ہے نور چشمِ عاشقاں — گل پڑا ہے میری آنکھوں میں نہیں یہ مردمک

سارے[6] عالم کے شکر لب شرم سیں پانی ہوئے — دیکھ کر اس شوخ شکر کی ملاحت کا نمک

---

[1] کی دو رکھ ڈانک ۵۸۴ ۔ [2] جام جہاں [illegible] ۔ [3] [illegible] ۔ [4] سلنا ہے مجھ انکھیاں میں ہر … س ۔ [5] کر کہ تجھ کوں کہوں ۔ س ۔ [6] سارے جہاں ۔ ک ۔ جگ کے سب خوباں شکر ۔ س ۔ [illegible] کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں ۔ جو کہ تیرا [illegible] منظر جیسے سوں دیکھا سرو گل تن میں تجھ قد کی لٹک / کیوں نہ ہو بے تاراج ملک صبر و طاقت اے سراج ۔ چھ لیا ہے تجھ نے غمزے کا لٹک ۔ [illegible] نسخوں کے [illegible]

بھیجتا ہے قمریوں کے ہات سیں پیغام عجز   جب سیں دیکھا سرو نے گلشن میں تجھ قد کی لٹک

گل نہ کر میرے چراغِ صبر کوں جانِ سراج
طرز بے رحمی سے ہرگز اپنا دامن مت جھٹک

۴

سینہ صافی کی ہے جیسے عینک   اسکوں دیدار یار ہے بیننک
صفحہ دل کوں داغ کی کر مہر   عشق کے شاہ نے دیا دستک
رہ زنِ عقل سیں نہیں وسواس   ہوں حمایت میں عشق کی بے شک
بوالہوس سوز دل کوں کیا جانے   نہ جلے ہرگز آگ میں ابرک
غیر کا نقش، غیرِ نقش نگار   صفحہ دل ستی کیا ہوں حک
شور ہے بس کہ تجھ ملاحت کا[1]   دل ہمارا ہوا ہے کانِ نمک

گر جلا چاہتا ہے مشل سراج
اے دل اس شعلہ رو کی دیکھ جھلک

---

[1] ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ آرسی شرم سیں نہ ہوئے کیوں آب۔ دیکھ کر ہو گئے حسن کی جو دمک۔

۱۳۸۳

۵

۱۳۸۹

ترے[1] بن ہے انکھوں میں طغیانِ اشک		بلا یا قیامت ہے طوفانِ اشک

ہر ایک قطرہ کیوں دُرِ مکنوں نہ ہووے		برسنے[2] لگا ابر نیسانِ اشک

مجھے رات دن دولتِ عشق سیں		میسّر ہے لعلِ بدخشانِ اشک

نہیں[3] لعل و گوہر کا مشتاق وو		ہوا جس کوں موجود سامانِ اشک

کہاں ہے مرا شمع رو اے سراج[4]

کہ جس بن ہے روشن چراغانِ اشک

---

[1] ہوا جب سیں پیو باج طغیانِ اشک ۔ اوٹھا تب سوں انکھیاں میں طوفانِ اشک ۔ ۳۹۱ ا - [2] برستا ہے نت ۳۹۱ ا - [3] نہیں حاجت لعل و گوہر مجھے - میسر ہے لعل بدخشان اشک - ۳۹۱ ا [4] ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار :- لکھا سیم تن کوں جب احوالِ دل - کتابت کنا بت زر افشانِ اشک -

سراج آج انکھیاں نیں فانوس میں - بیا بن ہے روشن چراغانِ اشک -

ردیف گ

۱

١٣٩٤ گذر ہووے اوسے البتہ تورِ بہر انور اگ [1] — جیسے ہے دستِ زن مانندِ شبنم دیدۂ تر لگ

نہیں دیکھا ہے جس نے شامِ ہجراں کی گھٹا کالی — نہ پہنچا [2] ہات اسکا یار کی زلفِ معنبر لگ

ہوا ہے دستِ بیعت نا نو اوسے تیں ترغم کے — رہیگا سلسلہ [3] آنسو کا جاری روزِ محشر لگ

خرد کے شہر کے ساکن کوں لافِ عشق بے جا ہے — تفاوت ہے بڑا دھر [4] یہاں سیں بے نابی کے کشور لگ

سراج اس حور پیکر کا ہوا ہے دل سیں پروانہ
نہیں دیدار کے پیاسے کوں ہرگز کام کوثر لگ

۲

١٣٩٩ ہمارے [5] اشکِ جگر گوں سیں اے بتِ تیز رنگ — عجب خیال کی مجلس میں ہو رہا ہے رنگ

گلِ گلاب کی جیوں آس پاس ریحاں ہے — عیاں ہوا ترے رخسار [6] پر خطِ شب رنگ

---

[1] ک میں ردیف تک ہے۔ [2] نہ پہنچے ہات اوس کے ۳۹۱ ا۔ [3] انجھو کا سلسلہ ۵۸۴ ا۔ [4] تیرا دہر۔ ک بڑا دھر ۵۸۴۔ [5] سجن کے دونین میں کیا بلا ہے رنگ۔ کہ جس کوں دیکھ ہوا ہے تمام عالم دنگ۔ ۳۹۱ ا۔ [6] مکھ پہ ۳۹۱ ا۔

نہ ہوئے ساغر لبریز مئے سیں رفع خمار
خیال چشم صنم ہے تجھے[1] شراب فرنگ

ترے دہن کی مسی سے تجھے ہوا معلوم
نماز شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

خدا[2] کے واسطے مجھ سیں کشادہ ابرو مل
ترے دہن کی قسم ہے ہوا ہے جی سیں یہ تنگ

عجب نہیں ہے اگر لیوے قلعۂ دل کوں
ترے خیال نے سینہ میں آ کیا ہے سرنگ

دیکھیا شتاب تنی شمع رو مرا یارب
کہ جس کے غم سیں جلا ہے سراج مثل پتنگ

٣

١٢٠٦ موہن[3] ہوا ہے سبز برن سر سیں پاؤں لگ
دستا ہے مجھ کوں سرو چمن سر سیں پاؤں لگ

تجھ لعل لب سری کا نہ پایا عقیق کوں
دیکھیا اگرچہ کان یمن سر سیں پاؤں لگ

پتلی نمن نین میں کرے جا تو ہے سجا
پیارا لگا انکھیاں میں سجن سر سیں پاؤں لگ

مہتاب رو کوں دیکھ کے میں زندہ دل ہوا
بھڑکی ہے تجھ برہ کی اگن سر سیں پاؤں لگ

١ـ کہیوں ـ ک ـ ٢ـ ١٢٩١ ر کے اضافہ اشعار ـ نہیں ہے بد نظر مجھ کوں ابر جگ میں ـ جنوں کے دشت میں وحشت کوں نام آور کہا تک ـ سجن کی یاد میں از بس کہ صافی دل ہوں ـ خیال غیر ہے مجھ دل کی آرسی پر زنگ

٣ـ ١٣٩١ ر ـ س ـ و ـ ب ٤ـ لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سوں پاؤں لگ ـ س ـ

کب ہم کوں چھوڑ تجہ سوں دل آرام رام ہوئے　　ہے شوخ چشم مثل ہرن سر سیں پاؤں لگ

لالے کے پھول کیوں نہ کھلے دل کے باغ میں[1]　　لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سیں پاؤں لگ

تیرے عرق کی شرم سوں اے معدنِ حیات　　پانی ہوا ہے دُرِّ عدن سر سیں پاؤں لگ

لایا ہوں نذر دل کی انگوٹھی کوں کر قبول　　غم کے جڑے ہیں جس کوں رتن سر سوں پاؤں لگ

ہو کال پر گھٹا ہے مرے دل پہ غم سراج
اس چاند کوں لگا ہے گہن سر سوں پاؤں لگ

---

[1] لالے کے پھول نہیں ہیں چمن میں کہ باغ کوں ۔ بھڑکے ہے تجہ برہ کی اگن سر سوں پاؤں لگ ۔ س ۔

ردیف ل

۱

١٤١٥

زہر کا گھونٹ ہے یہ شربتِ خونابۂ دل — ہے[1] بلا نوش کا کام اہلِ ہوس کوں مشکل

سختیٔ بارِ جدائی کی نہیں تاب مجھے — سنگدل نے مرے سینے پہ رکھا ہجر کی سل

بھیک[2] دے کاسہ سر ہات لئے پھرتا ہوں — آشنا نے پہ ترے شوق کے ہو کر سائل

دیکھ کر خالِ رخِ یار ہوا یوں معلوم — سفرِ راہِ محبت میں خطر ہے تل تل

یار[3] و اغیار کی صورت سیں ہوا ہے بیزار — مے[4] یک رنگیٔ وحدت جو پیا یار سیں مل

چشمِ عبرت سیں تماشائے جہاں کرتا ہوں — خاک در خاک ہے یہ انجمنِ گل در گل

ہاتفِ غیب سیں یوں مجھ کوں بشارت ہے سراج
مائلِ یار جو ہے یار ہے اس کا مائل

---

[1] جز بلا نوش ہر یک کوں ہے لئی مشکل ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] کاسۂ چشم کوں لے ہات در میں منگتا ہوں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] یار اغیار کی ۔ ۵۸۴ ا ۔ [4] پیم مدہ مجلس دلیں جیو پیا پی ستے مل ۔ ۳۹۱ ا ۔

۲

۱۴۲۲

ہے ترے حسن میں زبس کہ کمال　　　نظر آتا[1] ہے بدر، مثل ہلال

ہے گل گلشن محبت کے　　　دل زخمی میں تجھ[2] نگہ کی بھال

تشنہ لب کوں دکھا جمال کہ ہے　　　خط ترے لب کا موج آب زلال

اس کوں نسبت ہے زلف سیتی ہی　　　جو ترے غم سیتی ہے پریشاں حال

اے صنم یہ[3] فقیر رکھتا ہے[4]　　　ایک دیدار کا ترے سیں سوال

مصحف حسن کوں[5] دکھا کہ ہوا　　　تری زلفوں سیتی بن میں اشکال

سرو کے فاختے اڑے ہیں سراج
دیکھ گلشن میں سرو قد کی چال

۳

۱۴۲۹

آہ میری ہے صور اسرافیل　　　جل گئے جس سبب پر جبریل

تیری ابرو کی تیغ پیاسی ہے　　　آپلا خون عاشقاں سیں[6] سبیل

---

[1] مجھ کوں دستا ہے بدر۔ س۔ [2] پلک۔ س۔ [3] جیوں۔ س۔ [4] ہوں۔ س۔ [5] تک۔ ۳۹۱/ا۔ [6] ہے۔ ۵۸۴/ا۔

جو ہوا ہے شہیدِ خنجرِ یار[1] — کعبۂ عشق کا ہے اسمٰعیل

عشق نہیں زاہدوں کی قسمت بیچ — حرفِ لعنت پرکوں نہیں تبدیل

گل سیں نسبت نہیں ترے[2] رخ کوں — کیا ہے تجھ قد سیں سرو کوں تمثیل

مار کھایا ہے زلف سیں تیری — تن پہ نیل لے ہے علامتِ نیل

مت ہو مغرور زندگی میں سراج
آمد و رفت دم ہے کوسِ رحیل

۴

۱۴۳۶

بات کر دل ستی[3] حجاب نکال — غنچۂ لب ستی گلاب نکال

شبِ ہجراں کی تیرگی کر دور — حُسنِ تاباں کا آفتاب نکال

بیتِ ابرو کا درس دے مجھ کوں — فردِ دیوانِ انتخاب نکال

بوالہوس بندِ عقدۂ غم ہے — زلفِ مشکیں سیں پیچ و تاب نکال

منحصر نہیں ہے گوشہ گیری پر — دل سیں یکسو ہو سب حساب نکال

تکیۂ مخملی سرہانے رکھ — لیکن انکھوں سیں اپنی خواب نکال

۱۔ ناز۔ک۔ ۲۔ کہ۔ ۱۲۹۱ ۳۔ سوں کہ۔س۔

مستیِ عشق گر تجھے ہے سراج

شیشۂ چشم سیں شراب نکال

۵

مجھ پہ اے محرمِ جاں پردۂ اسرار کوں کھول	خوابِ غفلت سیں اٹھا دیدۂ بیدار کوں کھول	۱۴۴۳
دل کوں اب دامنِ صحرائے جنوں یاد آیا	عقل کے دام سیں اس صیدِ گرفتار کوں کھول	
اے نسیمِ سحری بوئے محبت لے آ[1]	طرۂ یار ستی عطر کی مہکار کوں کھول	
آرزو ہے مری[2] آنکھوں سیں رواں ہوویں[3] آنسو	نشترِ غم سیں رگِ ابرِ گہربار کوں کھول	
میں خریدار ہوں[4] اے جنسِ جنوں خاطر خواہ	اے غمِ قافلہ سالار ٹک اس بار کوں کھول	
قفسِ غم میں دل افسردہ رہوں گا کب لگ[5]	نغمۂ شوق سیں میرے لبِ گفتار کوں کھول	

قصۂ درد کوں انجام نہیں مثلِ سراج

غم کے دفتر کوں لپیٹ آہ کے طومار کوں کھول

۶

ہے تجھ آنکھوں کے گرفتاروں میں دل	کیوں نہ ہوئے مشہور بیماروں میں دل	۱۴۵۰

---

[1] پہنچا۔ ۳۹۱/ا۔ [2] کہ انکھیاں سوں انجھو جاری ہوویں ۳۹۱/ا۔ [3] لے ہوئے ج۔ [4] مجھ خریداروں کوں دے۔ ۳۹۱/ا۔ [5] تک ۵۸۴/ا۔

ان[1] بھنؤں کے زخم کی لایا ہے تاب　　　　توب جا سنبھلا ہے تلواروں میں دل

مجھ پریشاں کی طرف پھر کیوں کر آئے　　　　ہے ترے گیسو کی مہکاروں میں دل

ذبح کرتا ہے تو پورا ذبح کر　　　　بے طرح اب چور ہے واروں میں دل

ہیں قیامت چشم و ابرو خط و خال　　　　قید کیوں کرتے ہو لاچاروں میں دل

ہر[2] کسی کوں مت سواری میں رکھو　　　　بس ہے ایک[3] اپنا جلو داروں میں دل

شعلہ رو جب سیں نظر آیا نہیں　　　　لوٹتا ہے تب سیں انگاروں میں دل

اس کے کوچے میں لجا کر جی لیا　　　　ایک ہے عالم کے عیاروں میں دل

گل بدن شاید نظر آوے سراج
رات دن پھرتا ہے بازاروں میں دل

ے

۱۴۵۹ ہر کسی کوں گذر عشق میں آناں مشکل　　　　راہ سیدھی ہے و لے راہ کوں پاناں مشکل

کس[4] طرح کیجے فکر شرر افشانی اشک　　　　جب کہ پانی میں لگی آگ بجھاناں مشکل

۱ے نجھ - ع۳۹۱ ا - ۲ے مت کسی کوں رکھو سواری کے سنگات ع۳۹۱ ا - ۳ے اتنا - ح - ۹ ع۵۸۴ ا - ۴ے کیا کروں فکر اشک کی شرر افشانی کی - س -

زور نادر ہے ترے چیرہ[2] نکدار[3] کی سج[1]
جس طرح[4] دل میں چھپی ہے سو چھپانا مشکل

پھول میرے کوں اگر پھول کہوں بھو لیسیں[5]
پھول کوں پھول کہے پھولوں میں پانا مشکل

آتشیں رو سیں نہاں کیونکہ رکھوں سوز جگر[6]
جان جاتا ہے سراج اب تو چھپانا مشکل

۸

ہوں پریشاں یار کی زلفِ پریشاں کے طفیل
چاہ غم میں ہوں میں اس چاہِ زنخداں کے طفیل

سیل اشک[7] گرم سیں ہے خانۂ مردم خراب
میں ہوا رسوائے عالم چشمِ گریاں کے طفیل

نے قلمِ مژگاں کا لکھتا ہوں خط یاقوت اشک
صفحۂ دامن پر[8] اس کے خطِ ریحاں کے طفیل

لذتِ دشنام کی مجھ کوں چکھا جا چاشنی[9]
شور ہے دل میں[10] و لعلِ شکر افشاں کے طفیل

مرہم[11] الطاف ہے درکار اے بادام چشم
ہے مشبک سینہ[12] تیر بتیر مژگاں کے طفیل

زنگِ غم صیقل کیا آہِ سحر کے فیض نے
کفر کی ظلمت گئی ہے نورِ ایماں کے طفیل

---

[1] خوب لگتی ہے ترے ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [2] پیٹیہ نکہ دار ۔ س ۔ [3] نوکدار ۔ ک ۔ [4] جس برہ دل کو پا چھپی ۔ س ۔ اس طرح دل میں چھپی ہے ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [5] سوں ۔ ع۵۸۴ ا ۔ [6] سورج کوں ۔ ک ۔ [7] سوں مجھ اشک کے ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [8] اوپر اس خط ریحاں ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [9] تو ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [10] جگ میں دو گوہر لعل افشاں ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [11] لطف کے مرہم سیتی اے شوخ میرا کر علاج ۔ ع۱۳۹ ا ۔ [12] دل مرا نجبہ ۔ ع۱۳۹ ا ۔

مشغلِ[1] سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمعِ دل روشن ہے فیضِ شاہ رحماں کے طفیل

۹

۱۴۷۱

حسن تیرا ہے گلستاں کی مثال　　قد ترا سروِ خراماں کی مثال

سرو تجھ قد کے مقابل اے صنم　　ہے ہمہ قمری میں پیکاں کی مثال

ہے شبِ ہجرت میں گل رخسار کے　　ہر پلک خارِ مغیلاں کی مثال

عشق کی زنجیر کا پابند ہوں　　ہے گلستاں تجھ کوں زنداں کی مثال

انتظاری میں تری استادہ رو　　آرسی ہے چشمِ حیراں کی مثال

کیوں نہ ہووے مثلِ کتاں دل چاک چاک　　رخ ترا ہے ماہِ تاباں کی مثال

بوریائے بے ریا دشتِ فقر　　ہے مجھے تختِ سلیماں کی مثال

خارِ غم سیں شوخ گل رخسار کے　　دامنِ دل ہے گریباں کی مثال

کیوں نہ ہووے خانۂ مردم خراب　　اشک بے پایاں ہے طوفاں کی مثال

چاہ میں اس شکّت یوسف کی مدام　　سینۂ عاشق ہے کنعاں کی مثال

---

[1] حشر کے دن ہے ادائی تو کیا خوف، ہے اے سراج۔ ہے شفاعت کی مجھے امید رحماں کے طفیل۔ ع ۳۹۱ ا۔ مہ ع ۳۹۱ میں یہ غزل ردیف "ط" میں (کی) غلط درج ہے۔

حج اکبر دوست کا دیدار ہے　　　وصل اسکا عید قرباں کی مثال

دلبر یاقوت لب کی یاد میں　　　دل ہوا پرخوں بدخشاں کی مثال

آیت خوبی ہے خط و خال و زلف　　　شوخ کا عارض ہے قرآں کی مثال

کیوں نہ ہوئے ہر اشک غم دُرِّ یتیم　　　چشم ہے بارش میں نیساں کی مثال

بس کہ تجھ کوں فکر موزوں ہے سراج
ہر غزل تیری ہے دیواں کی مثال

۱۰

تجھ رُخ کا رنگ دیکھ خجل ہے چمن میں گل　　　جلتا ہے سوز رشک سیں ہر پیرہن میں گل　۱۴۸۶

وو شوخ گلعذار ہوا جب سیں جلوہ گر　　　ہے بے وقار تب سیں ہر ایک انجمن میں گل

مجھ داغ دل کے رشک سیتی جھڑ گئے ہیں سب　　　ہر گز نہیں رہا ہے بہشت عدن میں گل

اس گل بدن کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا　　　تکفین کے وقت چاہیے اسکے کفن میں گل

آتا ہے جب خیال ہم آغوشی صنم　　　سلتا ہے مثل خار مرے پیرہن میں گل

ہے عندلیب دل کوں وو گل رو کی آرزو　　　ظاہر ہے جس کی زلف کی ہر ہر شکن میں گل

---

[۱] ہے انجمن میں ۱۳۹۱ ا۔ [۲] بے وقر ہے تد ہاں سوں ۱۳۹۱ ا۔ [۳] پڑے ۱۳۹۱ ا۔ [۴] شاید جگر کے داغ سوں ہوں ۱۳۹۱ ا

سیرِ چمن کا ذوق تجھے[1] کب ہے اے سراج
ہر بیت تازہ ہے مرے باغِ سخن میں گل

۱۱

۱۴۹۳
اے باغِ حیا[2] دل کی گرہ کھول سخن بول
تنگی ہے مرے حال پر اے غنچہ دہن بول

اے آشنا اسکوں[3] مرے حال کی خبر نہیں
تجھ زلف کے پیچوں نے دیا مجکوں شکن بول

مدت[4] ستی پروانہ توں ہمدرد مرا ہے
اس شمع سیں تیری جو لگی آج لگن بول

آتی ہے تجھے دیکھ کے گل رو کی گلی یاد
اے بلبلِ بے تاب تجھے[5] اپنا وطن بول

خاموش[6] نہ ہو سوزِ سراج آج کی شب پوچھ
بھڑکی ہے مرے دل میں ترے غم کی اگن بول

۱۲

۱۴۹۸
گر چلے سیر کوں وو گلشنِ خوبی کا نہال
کیا تعجب جو کرے سرو بھی استقبال

۱۔ نہیں ہے تجھے ۱۳۹۱ ا کا اضافہ شعر یہ ہے: گلگشت لالہ زار ستی دل میں داغ ہے ؎ بیہودہ ہے بیو کے بہرسوں میر زمن میں گل۔
۲۔ یکبار مرے غم سوں سانول ؎ غنچہ دہن بول۔ لے بات مرے دل کوں محبت کے سخن بول ۔۔ ۳۔ بیوکوں ۱۳۹۱ ا۔ ۴۔ مدت سوں آ پروانہ ۱۳۹۱ ا۔ ۵۔ توں تجھ ۱۳۹۱ ا۔ ۶۔ ۱۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار: مشتاق ہوں تجھ لب کی فصاحت کے بیان کا خاموش ہا نہ مہر سوں اے من کے موہن بول۔ بے جم نہ ہو سوزش بے تابی دل پوچھ۔ بھڑکی ہے مرے من میں ترے غم کی اگن بول۔ بیں فکر سوں بولا نہیں اے سفر ۔۔ ؎ بیچم نے کہا تجکوں سراج اپنے سخن بول۔

یار بن جب سیں ہوا خواب حرام انکھوں کوں
تب ستی لخت جگر مجھ کوں ہوا قوت حلال

تم بن انکھوں کیے اگر نہیں ہے شہاب آنسو کا
کیوں کیا غم کے زنگار نے مرا دامن لال

اہل صورت پہ ہے مجھ ناموری کا سکہ
جب ستی صوبہ معنی ہے مرے دل کوں بحال

بوالہوس سیر بیابان فنا کیوں کہ کرے
حلقۂ دام ہے یہاں نقش کف پائے غزال

گردش چرخ سیں آسیب نہیں عاشق کوں
غم میں ہے قطب کے مانند اوسے استقلال

شعر رنگیں نے غزالوں کوں کیا صید سراج
رشتۂ دام ہے تار نگہ دام خیال

۱۳

۱۵۰۵

دل مرا پیو کے باج ہے بیکل
بیشتر کل سیں آج ہے بیکل

اپس میں نیں ہے تری جدائی میں
کیا کرے لاعلاج ہے بیکل

تجھ محبت میں عاشق شیدا
کھو کے سب شرم و لاج ہے بیکل

ماسوا سیں ترے مرے دل کوں
نہیں ہے کچھ احتیاج ہے بیکل

آتش بیخودی میں جیوں سیماب
آشنائی سراج ہے بیکل

۱؎ پیو بن جب سوں مجھ انکھیاں میں ہوا خواب حرام ۳۹۱ ا۔ ۲؎ انکھیاں کے نہیں ہے مرا نجھواں کا شہاب ۳۹۱ ا۔ ۳؎ کے ح و ۳۹۱ ا۔ ۴؎ چشم ۵۸۲ ا۔ ۵؎ شراب۔ ۶؎ از ۳۹۱ ا۔

ردیف م

۱

۱۵۱۰

یک نگہ سیں لیا ہے وو گل فام　　کیا خرد کیا شکیب کیا آرام

حق میں عشاق کے قیامت ہے　　کیا کرم کیا عتاب کیا دشنام

مجھ کوں گل گشت باغ زنداں ہے　　سبزہ زنجیر و شاخ سنبل دام[۱]

مے کشی کوں تری گلستاں میں[۲]　　سرو مینا ہے دور نرگس جام

وقت ہے اب[۳] نماز مغرب کا　　بیاند[۴] رخ لب شفق ہے گیسو شام

آرزو وہ ہے جو منزل مقصود　　ترک مطلب ہے مدعائے تمام

صدق دل سیں سراج باندہا ہے
کعبہ کوئے یار کا احرام

۲

۱۵۱۷

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم　　کہ اصل ہستی نابود[۵] ہے عدم کا عدم

---

۱ شام ح ۔ ۲ ہے ۔ ۱۳۹۱ ۔ ۳ مجھیہ ہوئی اب نماز مغرب فرض ہیں و ۱۲۹۱ ۔ ۴ گکہ چیندر ۱۳۹۱ ۔ ۵ موہوم ۱۵۰۲ ۔

اسی جہان میں گویا مجھے بہشت ملی　　اگر رکھو گے مرے پر یہی کرم کا کرم

ابھی تو تم نے کئے تھے ہماری جاں بخشی　　پھر ایک دم میں وہی کھینچا علم کا علم

وو گل بدن کا عجب ہے مزاج رنگارنگ　　فجر کوں لطف تو پھر شام کوں ستم کا ستم

نہ رکھ سراج کسی خوب رو سیں چشمِ وفا
صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم

۳

صنم[1] بلبل کا دل ہنس کر لئے تم　　عبث ہے باغ میں گل کا تبسم

دکھا[2] نورِ چراغِ حسن مجکوں　　کیا ہوں نقدِ دل تجھ زلف میں گم

مرے دل میں محبت کا نشہ ہے　　لبالب ہے شرابِ غم سیں یہ خم

ہماری آہ آتش[3] یار کوں دیکھ　　خجالت سیں ہوا پانی جہنم

گھٹا غم کی مری آنکھوں میں چھائی　　برستی ہے جھنوار[4] آنسو کی جھم جھم

کیا کیوں حالِ مظلوماں پریشاں　　تجھے لازم ہے اے ظالم ترحم

---

[1] سجن۔ م ۳۹۱ ا۔ [2] م ۳۹۱ ا میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ عرق تجہ مکھ اوپر یوں جلوہ گر ہے۔ کہ جیونکہ چاند کے نزدیک انجم [3] سن کر۔ م ۳۹۱ ا۔ [4] انجھو کا مینہ۔ م ۳۹۱ ا۔

1522

او ٹھے[1] کیوں کر شہید خنجر عشق
سراج اسکو مسیحا اگر کہے "قُم"

۴

۱۵۲۹

کیا ہے لشکرِ غم نے ہمارے[2] دل پہ ہجوم
عجب نہیں ہے اگر فوجِ عیش[3] ہوئے معدوم

صنم کے حسن کی شہرت ہوئی[4] ہے عالم میں
تمام[5] کوچہ و بازار میں پڑی ہے دھوم

دہن ترا ہے مگر خاتم سلیمانی
ہوئے ہیں دیو و پری جس سبب ترے محکوم

تمہارے[6] عارض و کاکل سیں نہیں ہے راہ گریز
ہوئی ہے[7] متفق اب فوجِ زنگ و لشکرِ روم

کرے گا عاشق بے تاب کا جگر صد چاک
تری نگاہ کے خنجر سیں یوں[8] ہوا معلوم

شراب عیش میسّر نہیں مرے دل کوں
ہوا ہے[9] جب سیں تری بزمِ وصل سیں محروم

سراج یوں مجھے استاد مہرباں[10] نے کہا
کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے اور علوم

---

[1] ۳۹۱ر میں یہ شعر اضافہ ہے۔ سنا ہوں جب ستی مصرع ولی کا۔ ہوا ہے ہوش میرا تم ستی گم۔ [2] میرے جگر۔ س۔ [3] عقل۔ ک۔ [4] ہے بس کہ ہر جانب۔ س۔ [5] ہر ایک۔ س۔ [6] پیارے۔ س۔ [7] ہوئی ہے۔ س۔ [8] یو۔ س [9] ہوا ہوں جب سوں۔ س۔ [10] سوں ہوا معلوم۔ س

۵

۱۵۳۶

کون کہتا ہے جفا کرتے ہو تم — شرط معشوقی وفا کرتے ہو تم

مسکرا کر موڑ لیتے ہو بھویں — خوب ادا کا حق ادا کرتے ہو تم

ہم شہیدوں پر ستم جیتے رہو — خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم

سرمئی آنکھوں کوں کیا سرمے سیں کام — ناحق ان پر توتیا کرتے ہو تم

ہر بر بلبل کوں اے خونیں نگاہ — خون گل سیں کربلا کرتے ہو تم

پیستے ہو دل کوں جیوں برگ حنا — ہات خوں آلودہ کیا کرتے ہو تم

خاک کرتے ہو جلا جان سراج
اور کہو کیا کیمیا کرتے ہو تم

۶

۱۵۴۳

ہر ایک کی آنکھ میں محبوب ہو تم — عجب ہو زور[1] کچھ ہو خوب ہو تم

زلیخا قبر میں سیں سُن[2] کر آئی — کہ نور دیدۂ یعقوب ہو تم

حجاب عشق مجھ کوں چاہیے[3] ہوئے — سبب کیا اس قدر محجوب ہو تم

۱؎ زور ہو۔ ۳۹۱/ ا۔ ۲؎ اوٹھ کر۔ ۳۹۱/ ا۔ ۳؎ بیچ میں پیا نہیں۔ ۳۹۱/ ا۔

دلوں کے[1] باغ میں جیوں سرو آزاد قد و قامت میں خوش اسلوب ہو تم
دیوانے کوں دیوانا کر نہ بوجھو کہ اُس کی[2] عقل میں مجذوب ہو تم
عبث ہے قصۂ فرہاد و شیریں اگر طالب ہیں[3] ہم مطلوب ہو تم
جلو مثل سراج آتش میں غم کی
جو پروانے طرف منسوب ہو تم

۷

۱۵۵۰ کھینچتا ہوں آہ کا مد اشک حسرت کی قسم دل مرا بے تاب ہے شورِ قیامت کی قسم
آہ کی تیشے سیں جاں کندن ہے اے شیریں دہن مجھ کوں ہے فرہاد کے تعویذ تربت کی قسم
رات گذری ہے مجھے ماہِ محرم تجھ بغیر مجھ کوں عید وصل کی صبح سعادت کی قسم
زخم دل پر بلبلوں کے مت ستم کا لون کھ اے سلونے مان توں اپنی ملاحت کی قسم
جاں بلب ہوں تشنگی سیں وصل کا پانی پلا ہے تجھے حسنین کے تیغے کے شربت کی قسم
مجھ نگیں داغ دل پر نقش ہے حرفِ وفا عشق کی امت میں ہوں مہر[4] نبوت کی قسم

۱ے انکھیاں۔ ۳۹۱ و ۔ ۲ے دیوانے کے نزدیک ۳۹۱ ا۔ ۳ے ہوں میں۔ ۵۸۴ ا۔ ۴ے آنکھوں کی مہروں۔ ک۔

عاشقوں کا لخت دل، برگِ گل بے خار ہے
پھول پر مت پانو رکھ تجھ کوں نزاکت کی قسم

ہات آیا سورۂ اخلاص کا مجھکوں عمل
مصحف رخسار جاناں کی تلاوت کی قسم

کس سہی قد کے فراقوں توں سنی ہو راکھ ہوئی
راست کہہ اے فاختہ تجھ کوں ہی نسبت کی قسم

کیا بلا ہے انتظار جلوۂ آئینہ رو
تجھ گئیں انکھیں مری تصویر حیرت کی قسم

اے صبا جلدی سیں اس گل کا مجھے پیغام دے
پیک آہ سینۂ عاشق کی سرعت کی قسم

قتل ہوناں تیغ غم سیں عین ایماں ہے مجھے
نالۂ بسمل کی انگشت شہادت کی قسم

جانماز سجدۂ عاشق ہے نقش پائے یار
گرد نعلِ دلدل شاہِ ولایت کی قسم

عرض رکھتا ہوں کہ یہ طرز تغافل خوب نہیں
گر تمہیں منظور ہے چشم مروت کی قسم

ہر گل داغِ جگر رونے سیں پایا تازگی
رشحۂ گلشن نواز ابر رحمت کی قسم

لوگ کہتے ہیں کہ اپنا حال دلبر سیں کہہ
بات کہنے کی کہاں طاقت ہے جرات کی قسم

شوق کے شعلہ سیں روشن ہے چراغ دل سراج
ہر پر پروانۂ بزم محبت کی قسم

۸

١٥٦٧

کافر ہوا ہوں رشتۂ زنار کی قسم
تجھ زلف حلقہ دار کے ہر تار کی قسم

اسے پیتم کوں بول، ۳۹۱ ـ ا ـ

ہرگز مریض ہجر کوں بن وصل نہیں علاج
اس خوش ادا کی نرگسِ بیمار کی قسم

اُس گل بدن کے کاکل پر پیچ کا خیال
زنار مجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم

تیرے بھنوؤں کی یاد نے[1] ٹکڑے کیا ہے دل
ہے ذوالفقار حیدر کرار کی قسم

امیدوار چاہ زنخدانِ یار ہوں
میں تشنہ لب ہوں شربت دیدار کی قسم

درکار اگر حنا ہے تجھے آنکھوں میں رکھ قدم
ہے تجھ کوں میرے دیدۂ خونبار کی قسم

یک جا ہوئے ہیں بلبل و پروانہ اے سراج
اس شمع رو کے چہرۂ[2] گلنار کی قسم

۹

ہیں چاہ میں وو میٹھے لبوں کی مدام ہم
رکھتے نہیں ہیں یوسف مصری سیں کام ہم

سنبل ہمارے حال پریشاں پہ دال ہے
ہیں یاد میں وو زلف کی خم مثل لام ہم

جلتے ہیں پن جگر سیں نکلتا ہے دود آہ
ہیں پختہ مغز عشق کے نزدیک خام ہم

درکار نہیں ہے شیشۂ مے بزم شوق میں
پائے ہیں اسکی چشم کی گردش سیں جام ہم

۱۵۶۴

---

[1] دار سوں سینہ ہوا ہے چاک ۳۹۱ ا۔ ۳۹۱ ا میں یہ تین شعر اضافہ ہیں۔ درسن دکھا کے آتش غم کوں مری بجھا۔ اب تشنہ لب ہوں شربت دیدار کی قسم۔ دل ہے مثال بلبل و پروانہ شوق مند۔ اس شمع رو کے چہرہ گلنار کی قسم۔ کھا تیرہ کا دار تڑپتا ہوں خاک میں بسمل ہوا ہوں عشق کی تلوار کی قسم۔ [2] شعلہ دیدار ۵۸۴ ا۔

مسجد میں تجھ بھنووں کی کئے جب سنی نماز　　سب[1] عاشقوں کی صف میں ہوئے ہیں امام ہم

ہے یار کی گلی کا عجب دلکشا مکان　　کیا[2] لے کرینگے گلشن دار السلام ہم

طرز ادا سیں[3] مول لیا ہم کوں اے سراج

موہن کی دلبری کے ہوئے ہیں غلام ہم

۱۰

۱۵۸۱

جا بول اے صبا وو دلارام کوں سلام　　میری طرف سیں دلبر گل فام کوں سلام

جس قد کوں دیکھ سرو کے اڑتے ہیں فاختے　　بکہہ سجا وو سرو گل اندام کوں سلام

قاصد کوں بھیج مجکوں سرفراز کر کرو　　نامے کوں دیدہ بوس کروں نام کوں سلام

خم کیوں نہ ہوئے زاہد خشک اسکی زلف دیکھ　　کافر نہ ہوئے جو کرے اسلام کوں سلام

ہیں عشق کے طفیل کیا سیر باغ دل　　اس خوش ہوا بہار کے ہنگام کوں سلام

ہو با ادب ہلال تجھ ابرو کے خم کوں دیکھ　　کرتا ہے چاند رات کے دن شام کوں سلام

لاوے بجا سراج تو کیا بلکہ آفتاب

ہر صبح اوس صنم[4] کے در و بام کوں سلام

---

[1] سب عاشقاں۔ ۱۳۹۱ا۔ [2] کیا لے کر ینگے گلشن دار السلام ہم۔ ۱۳۹۱ا۔ [3] ملیے سخن سوں تجھ لیا مول۔ ۱۳۹۱ا

[4] سجن۔ ۱۳۹۱ا۔

۱۱

۱۵۸۸ تجھ پر ہوا ہوں دل سیں فدا جان کی قسم ۔۔۔ ثابت ہوں اپنے دین[1] پر[2] ایمان کی قسم

گل شعلۂ فراق ہے سنبل ہے دود آہ ۔۔۔ ہے عرس بلبلوں کے چراغان کی قسم

آیا ہے ان دنوں دلِ آشفتہ پیچ میں ۔۔۔ اس مو کمر کی زلف پریشان کی قسم

ہوں تشنہ لب ترے دمِ خنجر کے آب کا ۔۔۔ موجِ زلالِ چشمۂ حیوان کی قسم

سیپارۂ جگر میں[2] ہیں اعراب زخمِ ہجر ۔۔۔ الحمد[3] نام دوست ہے قرآن کی قسم

منکر ہوا تھا گل ترے گلزارِ حسن کا ۔۔۔ بلبل کوں دے کتاب گلستان کی قسم

مرشد[4] کے سوزِ حسن کا قربان ہے سراج
ہے ذاتِ پاک حضرتِ رحمان کی قسم

۱۲

۱۵۹۵ سیرِ باغِ خامشی سیں مسکراہونٹوں میں ہم ۔۔۔ ڈوب گئے جیسوں غنچۂ گل رنگ کے ہونٹوں میں ہم

۱۔ پ ۔ ۵۸۴ الف ۔ ۲۔ ک ۔ س ۔ ۳۔ احمدی یوں کا ۔ س ۔ ۴۔ ۳۹۱ و س کے اضافہ اشعار ۔ ہر بات تجھ دہن سوں ہے آیاتِ مصحفی ۔ کھاتا ہوں تجھ لب گہر افشان کی قسم ۔ تشنہ در میں غم کے ہوں مجھے مت بھول یک بیک ۔ ہر چار یار احمدِ ذیشان کی قسم ۔ سر دیر یم باٹ میں مثل سراج آج ۔ غازی ہوا ہوں عشق کے میدان کی قسم ۔ لے مجھ سوں جان جان کر انجان کیوں ہوا اب جاں بلب ہوں دلبر جاناں کی قسم ۔

گر صف مژگاں ہو گھیرے عقل کیا غم جیوں نگاہ
عشق کے ہیں سات پر دوں کے سدا کوٹوں میں ہم

رحم کر اب اے کماں ابرو کہ مانند زرہ
چھن گئے تیر نگاہ تیز کی چوٹوں میں ہم

دیکھئے کب ہاتھ آوے گا کنار مدعا
بہہ چلے ہیں درد کی دریا کی لوٹوں میں ہم

گھیر لی ہے ہم کوں آتش بازی غم نے سراج
شمع مجلس میں ہجوم آہ کے ٹوٹوں میں ہم

۱۳

آفت جاں ہے تمہاری بے حجابی اے صنم[1]
مجھ کوں بے ہوشی ہے تم کو نیم خوابی اے صنم ۱۶۰۰

رشتۂ اُمید تیغ ہجر سیں ہوتا ہے قطع
نا اُمیدی کوں خجل کر آشتابی اے صنم

آشتابی سیں وگرنہ مجلس عشاق میں
ظلم ہے، غم ہے، قیامت ہے، خرابی اے صنم

تازہ گل ہر باغ کا ہے مجھ نظر میں تازہ داغ
آتش سوزاں ہے فرش ماہتابی اے صنم

جب ستی ہے ذوق تجھ کوں چہرۂ گلنار کا
اشک ہے مجھ چشم خونیں کا شہابی اے صنم

جب کرم سیں توں مرا احوال پوچھے روز وصل
بس ہے تب مجھ کوں جواب لاجوابی اے صنم

تاب سیں بے تاب ہے تیری جدائی میں سراج
رحم کر عاشق پر اپنے ہو ثوابی[2] اے صنم

---

[1] ۳۹۱ا میں اے صنم کی بجائے۔ اے سجن۔ ردیف ہے۔ [2] ثوابی۔ ح

۱۴

١٦٠٧

شربت وصل پلا جا لب شیریں کی قسم
جان جاتا ہے مرا سورۂ یٰسیں کی قسم

دیکھ مجھ حال کوں اے تازہ بہار خوبی
اشک رنگیں ہیں رواں دامن گلچیں کی قسم

مکتب عشق میں آ عقل کی تختی دھونا
راست ہے یہ سخن استاد کی تلقیں کی قسم

شیشۂ خاطر نازک کوں مرے مت کر چور
اے ستمگر تجھے اپنے دل سنگیں کی قسم

اشک ہے نیل شب ہجر میں اے جان سراج
ہر پلک حسرت زیتون ہے والتیں کی قسم

۱۵

١٦١٢

چھپا[۱] ہے سبزۂ خط بیچ نشہ سوار تبسم
نہ ہوے کیونکہ دل وحشی مرا شکار تبسم

شہید خندۂ پنہاں ترے سیں کیا ہے تعجب
اگر مزار سیں اس کے اوٹھے غبار تبسم

توں باغ حسن کا چیں جبیں کوں مت کرے درباں
ہے عاشقوں کوں ترے لب سیں انتظار تبسم

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکز خوبی
ہے نقطۂ دہن تنگ پہ مدار تبسم

ہے دل مرا گل رعنائے فصل غیر مقرر
کبھی خزان تغافل کبھی بہار تبسم

---

۱ یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں۔ از ۱۵۲ ۱۔

نہ بوجھ رنگ رُخ گل کا اس کوں والہ و شیدا ہمیشہ ہے دل بلبل کوں خار خار تبسم

نہ دیوے نا کبھی آسیب اس کوں سایہ بخش دھڑی سیں پان کی کھینچے ہو تم حصار تبسم

ہوا ہے کشور دل سیں غمی کوں دیس نکالا ہے تیرے حسن کی دولت میں اختیار تبسم

آتش غیرت میں مثل شمع ہے سوزاں سراج

تری بغل میں ہے آئینہ حصہ دار تبسم

۱۶

صحرائے جنوں میں ہے جیسے ولولۂ غم ہیں پائے جگر میں او سے کئی آبلۂ غم

نہیں لشکر آرام سیں امید رفاقت ہے جب سیں مجھے ہمرہی قافلۂ غم

آتش میں جدائی کی جلاتا ہے شب و روز کب لگ میں لکھوں صفحۂ دل پر گلۂ غم

جس دل کوں اداسی ہے او سے بزم طرب نیں جز نالہ جانکاہ نہیں مشغلۂ غم

بن[1] شربت خونابہ دل اور غذا نہیں ہے سلسلۂ دام جیسے سلسلۂ غم

یکبار گی آ دور کیا زنگ کدورت ہے صافی آئینہ دل مصقلۂ غم

فانوس دل چاک کوں کیوں زینت ہوئے

روشن ہے سراج آہ ستی مشعلۂ غم

---

[1] صاف نہیں۔

۱۷

۱۶۲۸

جب یار بسا جیو میں سنسار سیں کیا کام
دلدار اگر یار ہے اغیار سیں کیا کام

ازبسکہ ہوا کفر اور ایماں سیں بیزار
تسبیح سیں کیا مطلب زنار سیں کیا کام

کافی ہے ترے ابروئے خم دار کی شمشیر
عاشق کی شہادت تئیں تلوار سیں کیا کام

مجھ درد کا احوال وو گلرو پہ عیاں ہے
بلبل کی نمن شورش اظہار سیں کیا کام

پھولا ہے ترے ہجر سیں گل اوسکے نین میں
تجھ وصل کے مشتاق کوں گلزار سیں کیا کام

جیوں غنچہ اپس لب کوں کرو بند؟
خاموشی اسرار میں گفتار سیں کیا کام

قربانی الفت کوں نہیں باغ کی خواہش
بلہار ہے تیر او سے گلہار سیں کیا کام

جو گرمی خورشید محبت سوں جلا ہے
سردی کوں او سے سایہ دیوار سیں کیا کام

ہر چند سراج اوسکوں ہیں دیکھوں سیں [ہوا] سیر
لب تشنۂ دیدار کوں مقدار سیں کیا کام

ردیف ن

۱

۱۹۳۷

گر نہیں تجھ کوں خیال[1] گل بدن — چاک کیوں کرتا ہے اے گل پیرہن

حالت وصل و جدائی کیا کہوں — ایکدم ہے حق میں میرے سو قرن

مت جگاؤ مجکوں میٹھی نیند سیں — خواب میں آیا ہے وو شیریں دہن

جی دیا ہوں یاد چشم یار میں — برگ نرگس سیں کرو میرا کفن

خوش ہے فرش خار کوئے یار کا — کیا کروں گا بستر برگ سمن

گھر سیں وو خورشید رو نکلے تو خوب — ہے مجھے کال آج کا سورج گہن

اے سراج اس شمع رو سیں جا کے بول
ہے جگر میں آتش غم شعلہ زن

۲

۱۹۴۴

عشق میں آ کہ عقل کوں کھوناں — باخرد[2] ہو کہ بے خرد ہوناں

۱؎ اے گلبدن۔ ک۔ ۲؎ بے خبر ہو کہ باخبر ہوناں۔ ب ۳۹۱ ا۔

فرش مخمل سیں مجکوں بہتر ہے — غم کے کانٹوں کی سیج پر سوناں

ابر رحمت ہے بیج وحدت[1] کا — گنج مخفی[2] کے کھیت میں بوناں

خندۂ گل ہے گریۂ شبنم — ہے ہنسی یار کی مرا روناں

روپ درسن دکھائے سیمیں تن — نہیں تو جاتا ہے ہاتیں سوناں

گرد غم سیں جو دل ہو میلا — اپنے آنسو کے آب سیں دھوناں

شوخ حیا و ادا نے تجھ پہ سراج

گردش چشم سوں کیا ٹوناں

۳

اے شوخ جب سیں[3] دیکھا تیرا و قد موزوں — گلزار میں ہوا ہے ہر سرو بید مجنوں

اے بحر[4] حسن تیرے دانتوں کی دیکھ گوہر — پانی ہو انجل ہو دریا میں دُرِّ مکنوں

حیران و منتظر ہے گلزار میں ہمیشہ — نرگس نے جب سیں دیکھی تیری دو چشم مے گوں

بیمار دل مرے کی کر اے طبیب دارو — تیرا کلام شیریں یاقوت کی ہے معجوں

[1] پتلی۔ ک و ۳۹۱ ا و ۵۸۴ ا۔ [2] گنج۔ س [3] سرو ۵۸۴ ا۔ [4] شہرت

تری داس کی جیب سوں پری ہے جگمیں۔ ۳۹۱ ا۔

۱۶۵۱

تجھ زلف عنبریں نے[1] اور لعل لب[2] نے تیرے — لشکر پہ[3] دین و دل کے مارے ہیں مل کے شب خوں

مستوں کوں غم کے بس ہے یہ نشّۂ دو بالا — اس سبز خط کی سبزی خال سیہ کے افسوں

برجا سراج کوں ہے گر تجکوں جان بولے
ہے جیم زلف کا خم یعنی الف ہو یوں نوں

مہم

١٩٥٨

مری تلخیٔ نزع کی ہیں دوائیں — تمھارے تبسم کی میٹھی ادائیں

شکر گرد کلفت ہے اور شیر آنسو — ملی ہیں کسے اس مزے کی غذائیں

دم سرد سیں عاشقوں کوں ہے راحت — کہاں سیر گلشن میں ایسی ہوائیں

گذر غیر کا نہیں شتابی سیں آؤ — دل و دیدہ خالی ہیں دونو سرائیں

ارے غنچہ ہر صبح اس خوش دہن سیں — مناسب نہیں خندہ پن کی صدائیں

جگر سینہ چاکوں کا حق میں تمہارے — لب زخم سے مانگتا ہے دعائیں

نہ پہنچیگا[4] انجام کوں یہ تسلسل — تمہاری جفائیں ہماری وفائیں

دو زلفوں نے گھیرا[5] ہے چہرہ کوں تیرے — بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

---

[1] ہیں ۳۹۱ ۔ [2] ہیں شیریں ۳۹۱ ا ۔ [3] عاشق کے جگر پہ ۳۹۱ ا ۔ [4] ہوجیگا ۵۸۴ ا ۔ [5] گھیرے ہیں ۔ ح

کیا سیل حیرت نے ازبس کہ طوفاں | سرک گئی ہیں شہر خرد کی بنائیں
گیا لالہ رو جب سیں سیر چمن کوں | خوشی سیں چھپی ہیں گلوں کی قبائیں

سراج آتش عشق میں جل گیا ہے
پتنگوں کے آخر یہی ہیں سزائیں

۵

۱۶۶۹

اگن میں ہجر کی جلتا ہوں میں سدا جاناں | زلال وصل سیں یہ آگ آ بجھا جاناں
چھپا نہیں ہے کہیں آفتاب پردے میں | عبث نقاب میں چہرے کوں مت چھپا جاناں
اٹھے ہیں عاشق بیدل کے قتل کرنے کوں | ترے دو ابرو خونریز کوں سکھا جاناں
رقیب شوخ مرے دل کا درد کیا باوے | کسی کا کام نہیں راز دل کوں پا جاناں
ترے ہے پا نزاکت میں فرش گل جیوں خار | چمن کی سیر کوں زنہار تونئیں جا جاناں
مثال ماہی بے آب تلملاتا ہوں | زلال لطف و کرم ایکدم پلا جاناں

۱ے گئیں۔ ۵۸۴ ا ۔ ۲ے برہ کی آگ میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ے اپس کے مہر کے پانی سوں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ے سرج کی جوت نہاں ہوئے کیونکہ پردے میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۵ے اٹھی ہے ۔ ک ۔ ۶ے جانے ۔ ۳۹۱ ا
۷ے مہر سوں بجھا جاناں ۔ ۳۹۱ ا ۔

ہوا ہے شام جدائی میں بے قرار سراج
مثال صبح توں اپنی جھلک دکھا جانان

۶

وو نگاہ تند تیر بے خطا سیں کم نہیں
کس قدر صافی ہے بس تیر قضا سیں کم نہیں

مثل سیماب آتش غم میں زبس بے تاب ہوں
بعد میرے خاک میری کیمیا سیں کم نہیں

بستر بے تابی دل پر یہ آہ جاں گداز
خاطر بیمار عاشق کوں عصا سیں کم نہیں

خسرو ملک جنوں کوں کوچہ و بازار میں
سنگ طفلاں سایۂ بال ہماں سیں کم نہیں

غنچۂ داغ جنوں کوں تازہ روئی کیوں نہو
موج آہ سرد بے تابی صبا سیں کم نہیں

دیکھنا تجھ رخ کا اے سرمایۂ عمر ابد
تشنۂ دیدار کوں آب بقا سیں کم نہیں

ہر طرف شور قیامت کیوں نہ ہووے جلوہ گر
لب بلا ابرو بلا بالا بلا سیں کم نہیں

جان کندن سیں کیا فارغ نگا کر تیغ ہجر
یہ جفا حق میں شہیدوں کے وفا سیں کم نہیں

کیا عجب گر ہوئے شہید تیغ بے تابی سراج
یہ زمین غم زمین کربلا سیں کم نہیں

۱۶۶۶

۱۔ تجھ نگہ کی نوک۔ ۱۳۹۱۔ ۲۔ مرنے۔ ۱۵۸۴۔ بعد مرنے۔ ۱۹۹۔ ۳۔ تازہ روئی کیوں نہ ہوئے ۱۳۹۱

۷

۱۶۸۵ گر[1] ہوئے بلند وو قدِ رعنا بہشت میں — خم ہوئے بار شرم سیں طوبا[2] بہشت میں

اس[3] لالہ رو کے عارضِ گلگوں کا بس خیال — ہر گز نہیں ہے ذوقِ تماشا بہشت میں

میری نظر میں آتشِ دوزخ ہے سیرِ باغ — بے دوست کیونکہ جاؤں میں تنہا بہشت میں

تیری گلی کا سیر اُسے دار السلام ہے — دل خوش نہ ہوئے عاشقِ رسوا بہشت میں

داغ جفا میں اشکِ چمن ہے دِل سراج

گل دیکھنے کی نہیں ہے[4] تمنا بہشت میں

۸

۱۶۹۰ چمن میں گل بدن جب قامتِ رعنا سیں آتے ہیں — بہشتی چھوڑ جنت سایۂ طوبا سیں آتے ہیں

نہ پوچھو خوبخود کرتا ہوں تعریف اُسکے قامت کی — کہ یہ مضمون مجکوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ہجوم داغ کے ٹکڑے بنایا غم کے مالی نے — عجب پھولوں کی دونے گلشن سودا سیں آتے ہیں

مرادِ خاصِ اشک و آہ طوفِ کعبۂ دل ہے — کوئی دریا سیں آتے ہیں کوئی صحرا سیں آتے ہیں

کہو کیونکر رہے فوجِ خرد کا مورچہ[5] قائم — کہ یہ قلقل کے گولے قلعۂ مینا سیں آتے ہیں

---

[1] گر جلوہ ہوئے۔ ۳۹۱ا۔ [2] طوبی۔ ۵۸۴ا۔ [3] بس ہے خیال عارض گلچہر کا خیال ۳۹۱ا۔ [4] ح میں "ہے" چھوٹ گیا ہے۔ [5] مورچا۔ ۵۸۴ا۔

ہمارے دل کا شیشہ پھوٹتا ہے سنگِ غیرت سیں
محل میں آرسی کے جب تن تنہا سیں آتے ہیں

سراج اس ہستیٔ موہوم کا احوال لکھنے کوں
عدم کے صاف تختے کشورِ عنقا سیں آتے ہیں

۹

۱۱۹۷

اے صنم[1] تجھ برہ میں روتا ہوں
اشکِ خونیں سیں منہ[2] کوں دھوتا ہوں

بندگی میں مجھے قبول کرو
میں تمہارا غلام ہوتا ہوں

بارشِ[3] آبِ اشک ہے درکار
داغ ہجراں کے بیج بوتا ہوں

بولتا ہوں جو وو بلاتا[4] ہے
تن کے پنجرے میں اس کا[5] طوطا ہوں

مت[6] کہو مجھ سیں قصۂ فرہاد
خوابِ شیریں میں آج سوتا ہوں

تاب نہیں ہم کلام ہونے کی[7]
دیکھ کر تجھ کوں ہوش کھوتا ہوں

گوہرِ اشک کوں مثال سراج
رشتۂ آہ میں پروتا ہوں

---

[1] سجن۔ س۔ [2] مکھ۔ س۔ [3] خوب ہے گر انجھو کی بارش ہوئے۔ س۔ [4] پیو۔ س۔ [5] بولانا۔ ک و ۵۸۴۔ [6] پیوکا۔ س۔ [391] ۔ نہ منہ۔ س۔ [7] کا۔ س۔

۱۰

۱۶۰۴
یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں　　میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں
یہ عجب ہے کہ دن کوں تاریکی　　رات کوں آفتاب دیکھا ہوں
نسخۂ حسن میں ترے قد کوں　　مصرع انتخاب دیکھا ہوں
کس ستی اب امید لطف رکھوں　　تجھ نگہ سیں عتاب دیکھا ہوں
دل ہوا تب سیں تاب[1] سیں بے تاب　　جب سیں تجھ رخ کے تاب دیکھا ہوں
اب ہوا سب سیں فارغ التحصیل　　بے خودی کی کتاب دیکھا ہوں
لشکر عشق جب سیں آیا ہے　　ملک دل کوں خراب دیکھا ہوں
مجلس چشم مست ساقی میں　　دور جام شراب دیکھا ہوں

اے سراج آتش محبت میں
دل کوں اپنے[2] کباب دیکھا ہوں

۱۔ باب ۔ ع ۵۸۴ ا ۔ ۲۔ کیوں ترے زلف میں نہ ہوں پابند ۔ کشور دل ۔ ع ۳۹۱ ا
۳۔ ع ۳۹۱ ا ۔ کا اضافہ شعر ۔ مکتب غم میں کیوں نہ ہوئے استاد ۔ تجھ درس کی کتاب دیکھا ہوں ۔

۱۱

۱۷۱۳

مرا دل نہیں ہے میرے ہات تم بن[1] خوش آتی نہیں کسی کی بات تم بن

گھٹا غم، اشک پانی، آہ بجلی[2] برستا ہے عجب برسات تم بن

پکاروں کیوں نہیں "سہی دو ہے دو سنت" کہ ہر شب قتل کی ہے رات تم بن

کبھی تو آئیگی[3] پھر وصل کی آن کیا غم نے مرے پر گھات تم بن

سراج ازبس کہ ہے[4] بے تاب دیدار
اوسے ہے زندگی سکرات تم بن[5]

۱۲

۱۷۱۸

مرا دل آگیا جھٹ پٹ جھپٹ میں ہوا لٹ پٹ لپٹ زلفوں کی لٹ میں

نمایاں ہے وو نورِ چشمِ مردم پلک کی پٹ میں پتلی کی اوٹ میں

اگر دیدار کے پانی کی ہے چاہ لے سمرن آنسووں کی رہٹ میں

---

[1] ع ۳۹۱ ا تم کی بجائے ہر جگہ "پیو" ہے۔ [2] انجھو پانی گھٹا ہے آہ۔ ع ۳۹۱ ا۔ [3] آئے پھر کرع ۳۹۱ ا [4] یہی ہے شربت دیدار کا وقت۔ سراج اب مجھ پہ ہے سکرات پیو بن۔ ع ۳۹۱ ا۔ [5] ع ۳۹۱ ا میں ذیل کے دو شعر زیادہ ہیں۔ تصور یار کا ہے یار جانی خیال غیر نیں محسوسات پیو بن۔ اثر ہنسنے کا کچھ باقی رہا نیں نفی نے آ کیا اثبات پیو بن

ہر ایک ناقوس میں آتی ہے آواز
کہ ہے پرگھٹ وو ہر ہر ہر کے گھٹ میں

لگی ہے جب پٹی مت کر نپٹ ہٹ
چھپے مت لٹ پٹے گھونگٹ کے پٹ میں

دلِ دیوانہ میرا آگیا ہے
تری زلفوں کے سایہ کی جھپٹ میں

سراج اس شمع رو بن جل گیا ہے
نپٹ حسرت کے شعلوں کی لپٹ میں

۱۳

۱۰۲۵
عجب ہے خطِ زمردِ نگارِ گلشنِ حُسن
ہوئی ہے جس ستی افزوں بہارِ گلشنِ حُسن

نہیں ہے باغ کی گلگشت کی او سے خواہش
جو کوئی کہ سیر کیا لالہ زارِ گلشنِ حسن

گلی میں شوخ کی مجکوں ہمیشہ مانع ہے
ہوا رقیب[1] مرے حق میں خارِ گلشنِ حسن

تجلیاتِ[2] الٰہی کا اوس میں پرتو ہے
ہوا ہے جب سیں دل آئینہ دارِ گلشنِ حسن

سراج کیوں نہ غزل خوان بےخودی ہوئے
ہوا ہے[3] بلبل بےاختیارِ گلشنِ حُسن

---

[1] بجز رقیب نہیں کوئی ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] ہے خیالِ عارض خوبی ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] ہے عندلیب
تمن بےقرار ۔ ۳۹۱ ا ۔

۱۴

۱۶۳۰

حیف صد حیف وو حبیب نہیں — ہجر کے درد کا[1] طبیب نہیں

دل مرا محفل جدائی میں — لذّتِ غم سیں بے نصیب نہیں

روز و شب اسکے پاس ہتا ہوں — غیر دل کوئی مرا رقیب نہیں

جب سیں دردِ فراق ہے نزدیک — عیش تب سیں مجے قریب نہیں

جب سیں دیکھا ہے چہرۂ گل رو — مبتلا گل کا عندلیب نہیں

لب تصویر سا ہوا ہے خموش — یار کے مبتلا کوں جیب نہیں

مصرعِ اولیں ہے وردِ سراج

حیف صد حیف وو حبیب نہیں

۱۵

۱۶۳۷

لیا ہے نقدِ جان بلبلاں یعنی خراج اپناں — چلایا خسروِ گل نے اسی نگوں رواج[2] اپناں

ارے غم صبح آنے کی خبر ہے سروقامت کے — قیامت کل کوں آنی ہے عمل کر لے توں آج اپناں

ہماری سوزشِ سودا سیں تجکوں کیا ارے ناصح — ہوا ہے ان دنوں کیا کیجیے[3] یوں کر مزاج اپناں

---

[1] کوئی مرے درد کا۔ ۳۹۱ا۔ [2] علاج۔ ح۔ [3] کیا کہیئے جی۔ ۳۹۱ا۔

لگا کر راکھ جوگن ہوئی ہے قمری باغ کوں تجکر — مگر کوئی سرو قد کے واسطے چھوڑی ہے راج اپناں

مرا پیغام اس بلقیس ثانی پاس سیتی[1] لا یا — کہو ہدہد رکھے سر پر کبوتر کے یہ تاج اپناں

ترا غم زہر تھا پن نوش دارو جان کر کھا یا — کیا ہے اپنے ہاتوں دل ہمارے نے علاج اپناں

وو ظالم تنکوں جلنا دیکھ اتنا بھی نہیں کہنا

کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہووے آخر سراج اپناں

۱۶

۴۴، ۱۷ — اشکِ خونیں[2] ہے شفق آج مری آنکھوں[3] میں — سانجھ[4] پھولی ہے ترے باج مری آنکھوں میں

ایک دن[5] نین جھروکے کی طرف سیں گذرو — مردم چشم[6] ہے محتاج مری آنکھوں میں

بیٹھ کر تخت مرصع پہ مری پتلی کے — ہے مبارک جو کرو راج مری آنکھوں میں

۱ — باغ میں نرگس حیراں نے تجھے دیکھ کہی — تیری آنکھوں سی کہاں لاج مری آنکھوں میں

آج کی رات عجب رات مبارک ہے سراج

اسکی صورت کوں ہے معراج مری آنکھوں میں[7]

---

۱ سوں لانا ۔ ۱۲۹ ا ۔ ۲ خونی ۔ ح ۔ ۳ آنکھاں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ سانج ۵۸۴ ا ۔ ۵ دم ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۶ میں ۔ ک ۔ ۷ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ راہ دروازہ ٔ کان سیں کب آ وے گا ۔ انتظاری ہے پیا باج مری آنکھاں میں ۔

۱۷

۱۷۴۹
کبھی جو آہ کے مصرعے کوں یاد کرتا ہوں ۔ خیال قد کوں ترے مستزاد کرتا ہوں
وو چشم دیکھ ترے چہرہ کتابی پر قلم سیں شاخ غزالوں کے[۱] صاد کرتا ہوں
اگر چمن میں کرے لالہ عزم خود روئی یہ داغ دل کوں دکھا بے سواد کرتا ہوں
اگرچہ عشق کے[۲] شعلے اوٹھے ہیں سینے میں خیالِ وصل سے میں دل کوں شاد کرتا ہوں

نہیں ہے دل میں مرے آ سراج ذوقِ چمن
کہ سیرِ گلشنِ نو طبع زاد کرتا ہوں

۱۸

۱۷۵۴
کب[۳] تلک طرزِ جفا ظالم مری فریاد سُن بسمل تیغ جفا کی کان دھر رو داد سُن
قمری دل پر نگاہِ لطف سیں یک بار دیکھ اے گلستانِ ادا کے خوش ادا شمشاد سُن
جان لیکر یک بیک انجان ہونا خوب نہیں اس مروت کوں نکر یک بارگی برباد سُن
مشکل آسانی کوں میری بس ہے شمشیر نگاہ جی سیں آیا ہوں تنگ اے مہرباں جلاد سُن
آ ہوئے دل پر عیاں ہے وحشت شہر آج کھینچ دامِ حلقۂ کاکل میں اے صیاد سُن

---

[۱] پہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ [۲] ہجر ۔ ۳۹۱ ا ۔ [۳] اے سجن مجھ عاشق بے تاب کی فریاد سُن ۔ ۳۹۱ ا ۔

نام تیرا[1] اسم اعظم سا کیا ہوں وردِ جاں — گر تجھے باور نہیں تو تجھ زباں سیں یاد سُن

خانہ زادی کا دیا ہوں تجھے جان سراج

مت توں اپنی بندگی سیں کر مجھے آزاد سُن

۱۹

۱۷۹۱

عید وصل سرو قد سیں ہیں مرے[2] گھر شادیاں — عالم بالا سیں آتی ہیں مبارک بادیاں

کیا تبسم کیا ادا کیا ناز کیا انداز سیں — یاد ہیں اس شوخ کوں کئی طرز[3] کی اوستادیاں

صاف ہو لوں سیں نگاہوں کی مجھے کرنا ہے قتل — ختم ہیں اس ظالم خوں ریز پر جلادیاں

پانو میں زنجیر الفت اور گلے میں طوق غم — کیہ دل وحشی کوں میرے کیوں کے ہویں آزادیاں

کیا چلے دام نگاہ مہربانی سیں تری — صید ہو جاویں یہاں صیاد کی صیادیاں

گرچہ لیلیٰ اپنی شوخی سیں نہیں آتی ہے باز — چھوڑتا نہیں اب تلک مجنوں بھی اپنی بادیاں

طاق پر سیں دل کے گر جاتا ہے آئینہ سراج

یاد آتی ہیں مجھے جب اون کی طرحیں[4] سادیاں

۱؎ اوسکا ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۲؎ ت ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ طرح ۔ ۳۹۱ ا ۔

۴؎ طرح ۔ ک ۔

۲۰

چمن میں شور ہے اُس گلعذار کے ہاتھوں ہوا ہے جامۂ گل چاک خار کے ہاتھوں[1] ۱۶۹۸

ہوا ہے سخت دوہاں ان دنوں میں توسن عشق عنانِ صبر نہیں اختیار کے ہاتھوں

دلِ شکستہ مرا ناپسند تھا سب کوں میں ہار مان کے بیچا ہوں یار کے ہاتھوں

قرار[2] و صبر و دل و دیں و عقل ہوش گیا جو کچھ ہوا سو ترے انتظار کے ہاتھوں

ہزار حیف کہ ہم "پیاس پیاس" کر مر گئے تمہارے[3] لعل لب آبدار کے ہاتھوں

مجھے بھی خوار کیا آپ[4] بھی خراب ہوا میں جاں بلب ہوں دلِ بے قرار کے ہاتھوں

سُنا ہے جب سیں کہ آتا ہے سیر کوں گل رو بکا ہے باغ میں بلبل بہار کے ہاتھوں

ہوا ہے رشتۂ امید قطع اے ظالم تری نگاہِ تغافل شعار کے ہاتھوں

صنم[5] کے دامن دل پر غبار ہے اب لگ
سراج سوختہ خاکسار کے ہاتھوں

۲۱

جس دن سیں میں یار پوچھتا ہوں کب صبر و قرار پوچھتا ہوں ۱۶۶۶

۱؎ ہاتوں ۵۸۴ ا۔ ۲؎ انکھیاں سوں خواب گیا۔ اور جگر سوں تاب گیا ۳۶۱ ا۔ ۳؎ سجن تمہارے ۳۹۱ ا۔ ۴؎ آپ ۵۸۴ ا۔ ۵؎ سجن ۳۹۱ ا۔

زنداں میں مجھے ہے سیر گلشن　　زنجیر کوں ہار بوجھتا ہوں

گلشن میں بغیر وصل گل رو　　ہر پھول کوں خار بوجھتا ہوں

تجھ شوق میں دل ہوا ہے طنبور　　ہر آہ کوں تار بوجھتا ہوں

ازبس کہ ہوا ہوں سب سیں یکرنگ　　اغیار کوں یار بوجھتا ہوں

مشتاق ہوں جب سیں سرو قد کا　　شمشاد کوں دار بوجھتا ہوں

مانند سراج سوز غم میں

جلنے کوں بہار بوجھتا ہوں

۲۲

۱۶۸۴ نہ تھا بے اختیاری کے عمل میں اختیار اپناں　　کروں کیا دل کے ہاتھ آخر کوں سونپا کاروبار اپناں

کچہری میں چمن کی ہر طرف فریاد بلبل ہے　　کئے ہوا ن نویں گل کوں نشا ید پیشکار اپناں

نہ روئی شمع بھی حسرت سیں پروانے کی تربت پر　　کہ کوئی تھا عاشق بنا خاکسار اپنا نثار اپناں

قیامت پایا تمکین ہے اس یار خودبیں میں　　کہ کوئی دم آرسی میں کھینچتا ہے انتظار اپناں

ہر ایک چاک قفس کی چشم وا کی یہ اشارت ہے　　اے بلبل بھول گئی تو گل کے دیکھیے کیا قرار اپناں

لہ تیں۔ ۱۱۵ الف۔

اِسی کوں طوق کہتے ہیں، تو یہ سبکوں خدا دیوے — گلے میں فاختہ کے سرو نے ڈالا ہے ہار اپناں
خدا کے واسطے ٹک رحم کی آنکھوں ستی دیکھو — مجھے گر جانتے ہو تم شہیدِ ناں شکار اپناں
تڑپناں تلملاناں غم میں جلناں خاک ہو جاناں — یہی ہے افتخار اپناں یہی ہے اعتبار اپناں

سراج آتش سیں غم کی آسماں پہ بھی قیامت ہے
کرن مت بوجھ سورج نے جلایا تار تار اپناں

۲۳

۱۸۹۳

تمہاری زلف کا ہر تار موہن — ہوا میرے گلے کا ہار موہن
تصور کر ترا حسن عرق ناک[1] — مری آنکھیں ہیں گوہر بار موہن
دمِ آخر تلک ہوں کافرِ عشق — ہوا تارِ نفس زنّار موہن
برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت — دکھا اس وقت پر دیدار موہن
ہمارے مصحفِ دل کی قسم کھا — کیا ہے ظلم کا انکار موہن
گلِ عارض کوں تیرے یاد کر کر — ہوا ہے دل مرا گلزار موہن

سراج آتش ہیں ہے تیرے فراق وں
بجھا جا مہر سیں یک بار موہن

---

[1] نچھاور کوں ترے مکھ کے عرق پر۔ ع ۳۹۱ ا۔

۲۴

۱۸۰۰ فجر اوٹھ یار کا دیدار کرناں　　شب ہجراں[۱] کا دکھ اظہار کرناں

اگر ثابت ہے لئے دل کفر میں توں　　قیامت میں بھی اقرار کرناں

کہا[۲] یوں کھول کر زلفوں کوں صیاد　　کسی وحشی کوں اپنا یار کرناں

تصور میں ترے اے مظہر رب　　تماشائے در و دیوار کرناں

تجھے سوگند اپنے چاہنتے کی　　کہ اپنے چاہنتے پر پیار کرناں

نہ کہناں خوب ہے تجھ زلف کی بات　　عبث ہر تار کا بستار کرناں[۳]

سراج اب عشق کی پروانگی ہے
کہ سیر کوچہ و بازار کرناں

۲۵

۱۸۰۶ کھولکر نار ستی زلف کے تم تاروں کوں　　سجن جا دیس پریشاں نہ کرو ماروں کوں

غیر کوں بار نہ دیو اپنی گلی میں ہرگز　　گلشن خلد میں کچھ کام نہیں خاروں کوں

۱؎ ہجرت ۔ ۱۲۹۱ ر ۔ ۲؎ سجن نے کھول کر زلفوں کوں یوں بولا ۔ ۱۲۹۱ ر ۔ یہ شعر زیادہ ہے ۔ مرا دل دیکھتے ہی لے گئے ہو عجب آنا ہے بیدا انگا کرناں ۔ ۳؎ ۱۲۹۱ ر میں یہ شعر زیادہ ہے ۔ مجھے تجھ ہجر نے پیغام بھیجا کہ طوق غم گلے کا ہار کرناں ۔

سبزۂ خط کی ترے کیف چڑھی ہے مجکوں — چاہتا ہوں لب شیریں کے شکر پاروں کوں
زلف سیں چھین لیا دین و دل و عقل و شکیب — ایک زنجیر میں لا قید کیا چاروں کوں

شعلۂ رخسار سیں کوئی عرض کرو حال سراج
آب الفت سیں بجھا ہجر کے انگاروں کوں

۳۶

١٨١٣

مجھے مصری ستی بے زاریاں ہیں — وو شیریں[۱] لب کی باتیں[۲] پیاریاں ہیں
چلایا موبمو شمشیر نگہ کی — وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں
بجا ہے بیل بوٹے[۳] پر جگر کے — برہ زخموں کی نادر دھاریاں ہیں
ہوئے[۴] اول قدم مانند منصور — جنہوں کوں عشق کی سرداریاں ہیں
نہ پوچھو آسماں پر نجم[۵] تارے — ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں
جدائی میں تری اے لالہ رخسار — جگر پر داغ کی گل کاریاں ہیں
غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی — ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

---

۱ شکر - ۵۴۳ ا - ۲ باتاں - ۳۹۱ ا - ۳ مجھ جگر پر ۵۴۳ ا - ۴ نذکرتے ہیں سر ہوکے قدم پر - ۳۹۱ ا - ۵ ہیں - ۳۹۱ ا -

ترے[1] بن آج شب کیوں کر کٹے گی مری آنکھوں میں پلکیں آریاں ہیں

سراج اس بات کی ہے شمع شاہد
کہ ہر شب صبح لگ بیداریاں ہیں

۲۷

تجھ کوں کچھ میری خبر ہے یا نہیں روز محشر سیں حذر ہے یا نہیں

میں تو ہوں بے تاب تیرے[2] ہجر میں بن ترے دل میں اثر ہے یا نہیں

ایک دن اس کلبۂ احزان میں آ دل مرا پیچ کہہ کہ گھر ہے یا نہیں

باغ میں آکر کہی بلبل نے یوں گلبدن کا یہاں گذر ہے یا نہیں

وصل سیں کر مجکوں اے گل رو نہال داغ دل کوں کچھ ثمر ہے یا نہیں

اے کہ تو خط[3] لکھا بن مجکوں نہال دل سریکا تجکوں پر ہے یا نہیں

دیکھ توں بلبلاں تنگوں کا سراج
تجکوں ہمت اس قدر ہے یا نہیں

[1] پیا بن آج کی شب کیوں کٹے گی ۔ ۲۹۱ ا ۔ [2] تیرا اسے ہجر ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] گر لکھا نا ہے تو بول ۔ ۳۹۱ ا ۔

۲۸

۱۸۲۸

صبا میرے جوانِ لشکری کوں جا خبر کرناں　　دلِ بیدرد میں اُس یار کے جا کر اثر کرناں

ہمارے شیشۂ دل پر روا نہیں اِس قدر سختی　　تجھے لازم ہے آہِ دردمندوں سیں حذر کرناں

کہا کس نے تجھے اے لاابالی شوخ بے پروا　　کہ اپناں بوجھ کر پھر مجھ پہ سختی اِس قدر کرناں

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک　　خیالاتِ جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں

چڑھا کر آستینِ شوق کس کر دامنِ ہمت　　محمد اور علی کے نام کوں تیغ و سپر کرناں

بتایا ہے امامِ عشق نے مجکوں وضوئے غم　　کہ اپنے مو بمو کوں اشک کے پانی سیں تر کرناں

انگیٹھی میں جگر کی آگ روشن کر محبت کی
سراج اپنے دلِ پرسوز کوں اس پر اگر کرناں

۲۹

۱۸۳۵

عجب[1] طرح کا بدن میں لباس رکھتے ہیں　　کہ جس لباس میں پھولوں کی باس رکھتے ہیں

پری رخاں ہیں دلِ خاکسار سیں وحشی　　کہ نقشِ پا سیں غزالاں ہراس رکھتے ہیں

پیئے ہیں چاہِ ذقن سیں جو کوئی کہ آبِ حیات[2]　　کہاں وو چشمۂ کوثر کی پیاس رکھتے ہیں

۱؎ اپس کے بر میں پیا کا۔ ہ۳۹۱ا۔ ۲؎ خضر نمن جو پرت کی۔ ہ۳۹۱ا۔

ہر ایک اشک مرا ہو سمجھتے ہیں درِ تبسم
جو کوئی کہ دیدہ گوہر شناس رکھتے ہیں

جو کوئی کہ سرو قدوں کی طرف ہوئے ہیں رجوع
شفیعِ روزِ قیامت کی آس رکھتے ہیں

نہیں ہے تیر حوادث سیں غم شہیدوں کوں
کہ لختِ دل کی سپر اپنے پاس رکھتے ہیں

سراج لطف ترے شعر کا وہی پاویں
جو کوئی کہ عقل و شعور و قیاس رکھتے ہیں

۴۰

۱۰۴۲

گلشنِ عالم میں آسائش نہیں
یہاں گلِ[۱] عشرت کی پیدائش نہیں

صاف دل کوں ہے نمد پوشی سیں کام
آرسی کوں ذوقِ آرائش نہیں

کیوں نہ تجھ قد کوں[۲] کہوں سرو سہی
راست ہے کچھ اس میں بالائش نہیں

رحم کر تقصیر میری کر معاف
کیا گنہگاروں کوں بخشائش نہیں

میں کہا جی[۳] دیوں تو ظالم نے کہا
شوق ہے یہاں کس کی فرمائش نہیں

دل میں رہتا ہے خیال اُس یار کا
غیر کوں اس گھر میں گنجائش نہیں

کونسا[۴] دم[۵] ہے کہ جاناں بن سراج
شوق کے شعلوں[۶] کوں افزائش نہیں

۱۔ گلشن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ کیوں نہ کہوں اس قد کوں میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ جیو ۵۸۴ ا ۔ ۴۔ کونسی شب ۔ ۳۹۱ ا
۵۔ دن ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۶۔ شعلے ۔ ۳۹۱ ا، ۵۸۴ ا ۔

۳۱

۱۸۴۹

اے[۱] بوالہوس نہ پائے گا اس کے سُراغ کوں — لایق نہیں ہے گلشن فردوس زاغ کوں

زنجیر[۲] زلف یار میں جب سیں ہوا ہے بند — پایا نہیں ہوں نام و نشان فراغ کوں

سبزے نے خط کے حسن کی افزوں کیا بہا — اس ناز بو نے زیب دیا صحنِ باغ کوں

ہے قوت روح اسکے پسینے[۳] کی باس میں — اس عطر نے کیا ہے معطّر دماغ کوں

اس لالہ رو نے تیغ محبت کے زخم سیں — تازہ کیا ہے پھر کہ مرے دل کے داغ کوں

سرکش کوں بزم عشق میں جیوں شیشہ کب ہے راہ — جس انجمن میں بار نہیں ہے ایاغ کوں

اس[۴] شعلہ رو کے عشق کی مجلس میں اے سراج
روشن کیا ہوں آہِ جگر کے چراغ کوں

۳۲

۱۸۵۶

جو کوئی کہ حلقۂ غم سیں فراغ پاتا[۵] نہیں — یک آن فرصتِ گلگشت باغ پاتا نہیں

پھرا ہوں باس ہو باد صبا کے کاندھے[۶] پر — چمن[۷] میں اس نزاکت خو کا دماغ پاتا نہیں

۱۔ بھولا ہے بوالہوس تیرے پرت کے سراغ کوں۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ ہے پیچ و تاب پیچ گرفتار زلف یار۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ پیو کے ۳۹۱ ۴۔ مجلس میں عاشقی کی مثال سراج آج۔ ۳۹۱ ا۔ ۵۔ ک، میں "پایا نہیں" ہے۔ ۶۔ کہاندے ک۔ ۷۔ یہ ۳۹۱ ا۔

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں　　نشانِ گلشنِ فردوس، زاغ پاتا نہیں

کہو طبیب کوں اٹھ جا مرے سرہانے سیں　　کہ دل کی سوزشِ پنہاں[1] کا داغ پاتا نہیں

نہ ہووے کرشمۂ ساقی کا معتقد زاہد　　کہ رمزِ گردشِ چشم ایاغ پاتا نہیں

گلی میں اس کی ہوا ہوں تمام پیشانی　　بغیرِ نقشِ قدم کوئی سراغ پاتا نہیں

سراج ظلمتِ غفلت میں اسکوں کیا سوجھے
جسے تجلیِ دل کا چراغ پاتا نہیں

۳۳

آ پھنسا ہوں ہجر کے جنجال میں　　اب مجھے طاقت نہیں اس حال میں

غافلوں کوں گرچہ ہے فکرِ رسا　　بند ہیں تجھ زلف کے اشکال میں

ہوں شبِ ہجراں[2] میں محتاجِ وصال　　کر بھکاری پردھرم اس کال میں

چل پڑی ہے فوج میں آرام کے　　کیا قیامت ہے تمھاری چال میں

فیض سیں مجھ اشک کے اے بحرِ حسن　　ہیں بھرے موتی مرے[3] رومال میں

سامنے ہے جس کوں حسنِ لایزال　　دم بدم خوش حال ہیں ہر حال میں

---

[1] ۔ سوزِ نہانی ۳۹۱ ا ۔ [2] ۔ روپ ورس دے برہ کی رات میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] ۔ ترے ۔ کسا ۔

مصحف[1] دل کھول جب دیکھا سراج
سورۂ اخلاص نکلا فال میں

۳۴

مجھ سیں مت پوچھ اے صنم بے تابی احوال کوں　　جی سیں آیا ہوں بہ تنگ اب دور کر جنجال کوں

چشم خونیں ہیں سپاہی تیغ ابرو کوں سنبھال　　ہات میں لیکر کھڑے ہیں مردمک کی ڈھال کوں

کیوں نہ تڑپے تجھ پلک کے تیر کا زخمی مدام　　زہر کا پانی پلایا ہے نگہ کی بھال کوں

کوئی کسی کوں پوچھتا نہیں حیف شہر حسن میں　　جانشینی کی مگر خدمت ہے زنگی خال کوں

کھول[2] کر زلفِ مطول کی گرہ کوں ایک دم　　حل کرو مجھ عقدۂ پرپیچ کے اشکال کوں

گر تجھے سیر چمن کا ذوق ہو اے گلبدن　　سرو نکلے باغ سیں تجھ قد کے استقبال کوں

ہجر کی آتش میں جیوں پروانہ جلتا ہے سراج
کب تلک اب تاب لاوے تجھ برہ کی جھال کوں

---

[1] دل کے درپن میں تجھا دیکھ سراج۔ قرعہ حیرت ہے اس کے فال میں۔ بم ۳۹۱ ا۔ اور یہ شعر اضافہ ہے ایک دم پیو سوں جدا ہوتے نہیں۔ عاشقاں خوش حال ہیں ہر حال میں۔ بم ۳۹۱ ا۔ [2] تم اپنی کی زلف۔ بم ۳۹۱ ا۔

۳۵

ترا رخ[1] دیکھ کر جل جائے جل میں　　کہاں یہ رنگ یہ[2] خوبی کنول میں
رعیت[3] شہر طاقت کی گئی بھاگ　　جنوں کی صوبہ داری کے عمل میں
کمر باندھے اگر عاشق کُشتی پر　　کرے قتل دو عالم ایک پل میں
عجب اس یوسفِ مصری کے ہیں لب　　نہیں ہرگز دو شیرینی عسل میں
جگر کے داغ سیں لے پھوہے لالہ　　تماشا دیکھ آ دل کے محل میں
اگر ہوئے اسکی ابرو کے مقابل　　پڑے دندانہ شمشیر اجل میں

ہوا شعر سراج ازبس کہ رنگیں
لطافت گل[4] کی ہے ہر یک غزل میں

١٨٠٠

۳۶

دل[5] ترے سوزِ غم میں جلتے ہیں　　شمع مانند جان گلتے ہیں

١٩٠٠

---

[1] کھ س۔ [2] دبو خوبی ۳۹۱ ا۔ [3] ہوا ویران نگر میری خرد کا۔ ۳۹۱ ا۔ [4] ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار۔ اگر وو گلبدن گلشن میں آوے۔ پڑے بلبل کا دل جا کر خلل میں۔ بہت بیتاب ہے دل خارِ غم سوں کہ جیوں کہ گل لگے ماہی کے گل میں۔ [5] عاشقاں تجھ برہ میں۔ ۳۹۱ ا۔

دل مرا تجھ وفا میں ثابت ہے — کیا[1] سپاہی بھی رن میں ٹلتے ہیں
شوخ ابرو کماں کے غمزے سیں — دل کے تودے پہ تیر چلتے ہیں
چھول پر جب سیں تم نے پانوں رکھے[2] — تب سیں سینے میں خار سلتے ہیں
جنکوں نہیں چاشنی محبت کی — جیوں مگس اپنے ہات ملتے ہیں
درد کے آنسووں کے فوارے — چشم کے حوض سیں اچھلتے ہیں

شمع[3] رو بن سراج سینے میں
غم کے شعلے سدا نکلتے ہیں

۳۷

تری نگاہ کی انیاں جگر میں سلیاں ہیں — نجانوں کونسے زہر آب بیچ بلیاں ہیں
ادھر سیں تند نگاہیں ادھر[4] دلِ نازک — کدھر کے تیر کی چوٹیں کدھر کوں چلیاں ہیں
خیالِ غنچۂ دہن میں زبسکہ جاری ہے — ہمارے اشک کی لڑ موتیے کی کلیاں ہیں
زبانِ حال سیں کہتا ہے انکا نقشِ قدم — بہشت دیدہ و دل خوش قدوں کی گلیاں ہیں

۱۸۸۴

---

[1] کہیں۔ ک۔ [2] رکھا۔ ۳۹۱ ا۔ [3] فکر کر شعر نہیں کیا ہے سراج۔ آپ سوں آپ لعل اوگلتے ہیں ۳۹۱ ا۔ [4] ایدھر۔ ک۔

نہ پوچھ سہ وکاں قمریوں کوں خاک نشیں
وو شعلہ قد کے وکھوں لے سراج جلیا ہیں

۳۸

۱۸۹۶
جفا کے ملک کے راجوں نے ڈھیل ڈالے ہیں — وگر نہ وہم میں ہزاروں قنبیل ڈالے ہیں
جنھوں کوں ہات لگا اسم اعظم اصلی — خیال غیر کے سایہ کوں کیل ڈالے ہیں
عجب طرح کی اگن آہ سوز عشق میں ہے — کہ جس کے دوں نے پر جبریل ڈالے ہیں
ورق سیں دل کے کئے ہم نے دور داغ ہوس — جتنے تھے شبہ کے نقطے سو چھیل ڈالے ہیں
لگا ہے قلعۂ دل عاشقوں کے ہات سراج
غبار غم سیں بنائے فصیل ڈالے ہیں

۳۹

۱۹۰۱
کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں — آشنا نہیں دوست نہیں ہمدم نہیں
عالم دیوانگی کیا خوب ہے — بے کسی کا وہاں کسی کوں غم نہیں
خوف نہیں تیرے تغافل سیں نرے — دل ہمارا بھی سپر سیں کم نہیں

۱۔ کہل۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ عاشقوں ۳۹۱ ا۔ ۳۔ سوں۔ ۳۹۱ ا۔

شربت دیدار کا ہوں تشنہ لب — آرزوئے چشمۂ زمزم نہیں

مجھ نظر میں خار ہے[1] ہر برگِ گل — یار[2] بن گلشن میں دل خرم نہیں

اشک بلبل سیں چمن لبریز ہے — برگ گل پر قطرۂ شبنم نہیں

کونسی شب ہے کہ مہرو بن[3] سراج
درد کے[4] آنسو سیں دامن نم نہیں

۴۰

جو کوئی شادی کوں ماتم جانتے ہیں — وہی کچھ لذتِ غم جانتے ہیں

کسی کوں رازِ پنہاں کی خبر نہیں — ہماری بات کوں ہم جانتے ہیں

یگانوں سیں جنے بیگانگی ہے — قدم اور دم کوں ہمدم[5] جانتے ہیں

جو کوئی مشتاق ہیں زخم جفا کے — دم خنجر کوں مرہم جانتے ہیں

طبیبوں[6] پاس جانا درد سر ہے — جگر کی درد کوں کم جانتے ہیں

پئے ہیں عاشقوں نے[7] عشق کا جام — شراب تلخ کوں سم جانتے ہیں

1908

---

[1] گل ہر سرو ہے۔ ع ۳۹۱ ا۔ [2] پیہ بنا۔ ن ۳۹۱ ا۔ [3] پیو بن اسے۔ ع ۳۹۱ ا۔ [4] گوشۂ دامن آنجھو سیں تمام نہیں۔ ع ۳۹۱ ا۔ [5] محرم۔ ع ۳۹۱ ا۔ [6] کن علاج۔ ع ۳۹۱ ا۔ [7] درد۔ ع ۳۹۱ ا۔

سراج[1] اس شعلہ رو کے سوزِ غم سیں[2]
جلا ہے، اہلِ عالم جانتے ہیں

۴۱

1915

ہم اس خوش خط کے رُخ کوں قطعہ[3] تعلیم کرتے ہیں
ورق[4] پر دل کے ان زلفوں سیں مشقِ جیم کرتے ہیں

جتنے ہیں سرو گلشن راستی کوں دیکھ تجھ قد کی
مثالِ بید مجنوں ہو کہ خم تسلیم کرتے ہیں

بہشتِ غم میں ہم دل کے چمن کوں تازگی دینے
یہ[5] اپنی چشم پرنم چشمہ تسنیم کرتے ہیں

اگرچہ عاشقوں کا دل ہے آتش خانۂ حسرت
خیالِ یار سیں گل زار ابراہیم کرتے ہیں

امیرِ فوجِ خوباں ناز سیں جس وقت آتا ہے
دل[6] و ہوش و خرد او شہ صدر سیں تعظیم کرتے ہیں

شہادت آرزو ہے جس کوں شمشیرِ محبت کی
رضا کا زخم[7] کھا کر جاں بحق تسلیم کرتے ہیں

وو ہی ہیں اے سراج اس شمع رو کے عشق میں ثابت
کہ جانبازی میں جیوں پروانہ ترکِ بیم کرتے ہیں

---

[1] سراج اوپر نوازش کی نظر کر۔ ترا ہوا ہے عالم جانتے ہیں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] بیا۔ ک۔ [3] کو۔ ۳۹۱ ا۔ [4] صفحے۔ ۳۹۱ ا۔ [5] اپس کی۔ ۳۹۱ ا۔ [6] ہزاروں ہوش دل مسند سوں۔ ۳۹۱ ا۔ [7] وار۔ ۳۹۱ ا۔

۴۲

شہید خنجرِ یارِ کرشمہ داں ہوناں[1] — اگر وو چاند ہے لازم مجھے کتاں ہوناں ۱۹۲۲

یہی[2] تھی آرزوِ دل خدا نے برلایا — کہ زخم غمزۂ خونیں سیں نیم جاں ہوناں

اگرچہ شیشہ دل میں ہو یَن سبب کیا ہے — مری نظر سیں مثالِ پری نہاں ہوناں

گلی میں اُس[3] کی جہاں مردمک ہے نقش قدم — قدم قدم[4] ادب اشک سیں رواں ہوناں

ہمارے بلبلِ دل کوں ہے موجِ خندۂ گل — ترے تبسم رنگیں کا گل فشاں ہوناں

حجابِ جلوۂ دیدار ہے مجھے مانع — وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہوناں

سراج شوخ[5] کی ہر ہر ادا قیامت ہے
کبھی عتاب کبھی دل سیں مہرباں ہوناں[6]

۴۳

کیا قیامت[7] ہے مرے دل کوں لبھاناں جاناں — پھر تغافل کی اگن بیچ جلاناں جاناں ۱۹۲۹

---

[1] ناز۔ ک۔ [2] تھی تری آرزو دل میں۔ ک۔ [3] یو کی وہاں۔ ع ۳۹۱ ا۔ [4] ادب کی راہ میں مثل انجھو۔ ع ۳۹۱ ا۔ [5] شوخی ہر ہر ادا۔ ک۔ شوخ کی ہر یک ادا۔ ع ۳۹۱ ا۔ [6] ع ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ اگر ہے جاہ کہ پاوے توں گوہرِ مقصود۔ نین کی بارشِ نیساں سیں در فشاں ہوناں۔ [7] بلا ہے کہ اول۔ ع ۳۹۱

تم کوں لازم ہے کرم حالِ دلِ عاشق پر　　جلوۂ حسن دکھاناں نہ چھپاناں جاناں
دلِ بے تاب پہ طوفانِ بلا نازل ہے　　ٹک جھلک اپنی دکھا پھر نہ دکھاناں جاناں
دلِ سوزاں کی اگن مہر کے پانی سیں بجھا　　کن نے بولا ہے جلاناں نہ بجھاناں جاناں
جب ستی جان کوں میں جان سیں جا دیکھا ہوں　　ہے تجھے تب سیں یہی وردکہ "جاناں جاناں"
شوخی[1] و ناز سیں جاتا ہے توں پھر آتا ہے　　آفت دل ہے قیامت ہے یہ آناں جاناں

بے طرح تشنگی ہجر سیں مرتا ہے سراج
شربت وصل اوسے آکے پلاناں جاناں

(۴۴۴)

۱۹۳۶

اے گل بہار عارض جاناں کوں دیکھ توں　　شرمندگی سیں اپنے گریباں کوں دیکھ توں
رہ سیر میں تبسم نوخط کی چاہ فصل　　موجِ گل و طراوتِ ریحاں کوں دیکھ توں
بیجے کے اپنے نکتۂ یاقوت پر نہ بھول　　خونیں دلوں کے دیدۂ گریاں کوں دیکھ توں
ہے برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی کیا بہار　　درپن میں چہرۂ عرق افشاں کوں دیکھ توں
دل کا چراغ ہاتھ لے کر من عرف کی سیر　　ظلمات بیچ چشمۂ حیواں کوں دیکھ توں

---

[1] شوخیٔ یار۔ ک۔

گر تجھ کوں طوفِ کعبۂ معنی کا عزم ہے
انسان ہے تو صورتِ انساں کوں دیکھ توں

تا قدرِ عشقِ بلبلِ شیراز ہوئے تجھے
لے آرسی کتاب گلستاں کوں دیکھ توں

زلفوں کوں کھول بوالہوسوں کی طرف نہ جا
مارے ہوؤں کے حالِ پریشاں کوں دیکھ توں

شعلے اوٹھے ہیں آگ کے اشکِ سراجؔ سیں
آبِ رواں میں سیرِ چراغاں کوں دیکھ توں

۴۵

۱۹۴۵

مان مت کر عاشقِ بے تاب کا ارمان مان
جان کر انجان مت ہو مجکوں تو بے جا جان

فکر اپنی نہیں مجھے ہے اسکی بدنامی کا خوف
مجکوں نام[1] و ننگ کی ہے ہر گھڑی ہر آن آن

تیر و خنجر[2] میں نہیں ہے آبداری اس قدر
تجھ نگہ کی دیکھ کر جلدی ہوا قربان بان

دشتِ[3] وحشت میں بیٹھے کس ہوں آئے ہو گدا
ہوں بھکاری وصل کا دے مجکوں اس میدان دان

قتل[4] کرنے پر ترے ہے تیغ بر کف وو صنم
سرکشی مت کر سراجؔ اب جان کا فرمان مان

---

[1] نیک ہے ہر ـ ۱۳۹۱ ا۔ [2] خنجر و شمشیر ـ ۱۳۹۱ ا۔ [3] ہجر کے میدان میں آ کھو دیکھا دے شہسوار ـ ۱۳۹۱ ا۔ [4] تیغ بر کف ہے سریجن قتل کرنے کوں مرے ـ ۱۳۹۱ ا۔

۴۶

۱۹۵۰ صنم کی کاکلِ مشکیں کی بو ختن میں نہیں — وو چشمِ مست کی شوخی کی دھج ہرن میں نہیں

عجب ہے اس لبِ یاقوت رنگ کی لالی — برابر اس کے عقیق یمن میں نہیں

خجل ہو روزِ قیامت کہیگا کنت تراب — عبیر خاکِ رہِ دوست جس کفن میں نہیں

زبانِ حال سیں کہتی ہے آرسی یہ بات — جو بات رمز کی ہے بات وو سخن میں نہیں

چراغِ آہ سیں روشن ہوئی ہے بزمِ سراج
غلط ہے گر کہے کوئی نور انجمن میں نہیں

۴۷

۱۹۵۵ کیا سبب وو یوسفِ گل پیرہن آیا نہیں — مصر سیں یعقوب کا نورِ نین آیا نہیں

ہم سخن مجھ سیں ہوا نہیں بس کہ ہے خوفِ رقیب[1] — شکر میرے لال کے لب پر سخن آیا نہیں

نرگسِ گلزار حیرانی ہے چشمِ منتظر — اب تلک وو دلبرِ غنچہ دہن آیا نہیں

ہجر کی آتش میں جلتا ہوں ولیکن جانو جھ — کیوں بجھانے کوں[2] مرے دل کی اگن آیا نہیں

نہیں ہے بے حجابِ بیخودی کے دشت میں وحشت مری — جس نے میرا من ہرا وو من ہرن آیا نہیں

---

[1] مجھ سیں خوفِ رقیباں سوں کیا نیں پیو نیں بات۔ ۳۹۱ ا۔ [2] مرے من کی بجھانے کوں۔ ۳۹۱ ا۔

موٹھ جادو کی ہے جسکی تیغ ابرو کا خیال   وو قیامت نازنینِ سحر فن آیا نہیں[1]

رفع ہوئے[2] کس طرح تاریکیِ غم اے سراج

دیدۂ حیراں کا شمعِ انجمن آیا نہیں

۴۸

جب سیں تجھ عشق کی گرمی کا اثر ہے من میں   تب سیں پھرتا ہوں[1] وو دسی ہو برہ کے بن میں

آج کی رات مرا چاند نظر آیا ہے   چاندنی دو دسی چھٹکی ہے مرے آنگن میں

اس کی ثابت قدمی پر ستی قرباں ہوں میں   کھیت چھوڑا نہیں مجھ دل نے[2] پرت کے[3] رن میں

قطرۂ اشک مرا دانۂ تسبیح ہوا   رات دن مجھ کوں گزرتا ہے تری سمرن میں

جب سیں دستار رنگایا ہے صنم[4] عباسی   گلِ عباس کوں نہیں رنگ رہا گلشن میں

سیرِ دریا سیں نہیں ہم کوں تسلی ممکن   غم کے طوفان اُبلتے ہیں ہمارے من میں[5]

ا؎ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ یوں ہوا معلوم اس کی لاابالی وضع سوں۔ دل لجانے کا و۔سے شاید کہ فن آیا نہیں۔ ۲؎ مثل بلبل آج یہ مصرعہ ہوا ور دسراج۔ جان آیا لب پہ لیکن گلبدن آیا نہیں۔ ۳۹۱ ا

۳؎ پری۔ ک۔ ۴؎ سجن۔ ۳۹۱ ا۔ ۵؎ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ روبرو پیو کے ہے جیو جی کے مقابل پیو ہے۔ کر نظر شوق کی انکھاں سوں تجا درپن میں۔

کیوں نہ ہوئے دل یاقوت لبا موم سراجؔ
کام کرتا ہے مری آہ کا ہیرا الکن ہیں

۴۹

۱۹۶۹
جب نظر آئے ترا عارضِ گلگوں مجکوں　　تب کہیں اہلِ چمن بلبلِ مفتوں مجکوں
آستاں بوس ترا آج میسر آیا　　خاکساری نے دیا فرِ فریدوں مجکوں
پردۂ عشق کا حکمت ستی کھولا ہوں طلسم　　جامِ دل کے سبب یں ہوا تخمِ فلاطوں مجکوں
چینِ ابرو سیں تری جلوہ نما ہے شوخی　　خوب معلوم ہوا فرد کا مضموں مجکوں
سیرِ گل ہجر میں گُلرو کے تعیب بلبل　　ہر گلابی ہے گلی شیشۂ پر خوں مجکوں
ہے تعجب کہ نہوں سرخوش کیفیتِ عشق　　لذتِ غم نے دیا نشۂ معجوں مجکوں

نغمۂ آہ کا ہے سازِ خوش آہنگ سراجؔ
ہات آیا ہے عجب سوز کا قانوں مجکوں

۵۰

۱۹۷۶
عشق میں آکر عقل کھو رہناں　　زندگانی میں ہات دھو رہناں

لہ دل یاقوت لباں موم ہوا ہے مجھ پہ　　۳۹۱ و ـ مقطع نیچے لکھا ہے ـ اے سراج اس لب رنگیں کی کرو کیا تعریف
لعل جس باشرم ستی جاکے چھپا معدن ہیں ــ

یا تو گلزار آپ ہو جاناں	یا کسی گلبدن کے ہو رہناں
امرت اس کے لبوں سیں گر نہ ملے	دل میں ہے زہر کھا کے[1] سو رہناں
مثلِ آئینہ ہو کہ ہم زانو	شوق ہے اس کے روبرو رہناں

دین کی آبرو یہی ہے سراجؔ
چار یاروں میں سرخرو رہناں

۵۱

۱۹۸۱

کیوں ترے گیسوکوں گیسو بولناں	دل میں آتا ہے کہ شب بو بولناں
پیچ کھا کر دل مرا جیکرت میں[2] ہے	زلف کوں تیری جکا بو بولناں
بھول گئی آہو کوں[3] اپنی چوکڑی	تجھ نگہ کوں دام آہو بولناں
یا فلک کی آرسی میں ہے ہلال	یا کسی کا عکس ابرو بولناں
سیکھ گئی گلشن میں تیرے قد ستی	سرو پر قمری نے کوکو بولناں
کان میں ہے تیرے موتی آبدار	یا کسی عاشق کا آنسو بولناں
سامنے اس چہرۂ گل فام کے	ہر گل خوشبو کوں خودرو بولناں

[1] ک۔ ۱۸۸۴ ا ۔ [2] ہوا۔ ۱۳۹۱ ا ۔ [3] نے ۔ ک۔

حسن کے لشکر کے راوت ہیں دو چشم　　زلف و لب شبخو لکا قابو بولناں

اب چراغ عقل گل کرنی سراج
سوز دل سیں ایک "یا ہو" بولناں

۵۲

۱۹۹۰ تجھ رخ کے[1] دیکھنے کی نہیں تاب مہر و مہ میں　　ہیں فرش ہر قدم پر تیری گلی کی رہ میں

مجلس میں عاشقوں کی ہے شمع کا عجب رنگ　　ہر شب اگن سیں غم کی جلتی ہے تجھ برہ میں

ششدر میں آپھسا ہے اول جو دل تنہا یہ غم　　شطرنج میں برہ کی آیا ہے شاہ شہ میں

دل کیوں خیال ابرو کر کر نہو سپاہی　　شمشیر غربی کی آئی ہے موٹھ گھہ[2] میں

ہو سینہ چاک شانہ رکھتا ہے دانت مجھ پر　　ہے بند جب ستی دل تجھ زلف کی گرہ میں

گلگوں قبا زری کی جھمکار جب سیں آئی　　تو شرم سیں چھپی ہے ہر برگ گل کی تہ میں

اب لگ سراج یکدم اپنے میں آ بہہ نہیں ہے
کیا سحر سامری ہے اس شوخ کی نگہ میں

۵۳

۱۹۹۶ صنم خوش طبعیاں سیکھے ہو تم کن کن ظریفوں سیں　　کہ یہ لطف ادا معلوم ہوتا ہے لطیفوں سیں

---

[1] مکھ کو دیکھنے کی کاں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] کہہ۔ ۳۹۱ ا۔ ۔

لکھوں وصف اسکی زلفوں کے قلم کر شاخ سنبل کوں
دواتوں میں سیاہی بھر گل شبو کی قیفوں سیں

تری سیدھی نگاہیں ان دنوں گرم الفت ہیں
مجھے سیفی لگی ہے ہات کئی وردا ور وظیفوں سیں

خیال اس کا ہم آغوش نظر ہے سات پردوں میں
عجب شوخی سیں پیش آیا ہی یہ شوخ ان عفیفوں سیں

کہاں پاوے مزے کے اس قدر آسی بڑے کوئی
تری انکھوں کوں سو درجے شرافت ہی شریفوں سیں

ہجوم بوالہوس کے شمع مجلس ہو سو کیا معنی
لطیفوں کوں روا نہیں اختلاط ایسے کثیفوں[1] سیں

مزاجیں ناموافق ہوں تو کب صحبت برار ہوئے
نہیں ملتی ہماری طبع ان دنیا کے جیفوں سیں

عبث مت دیکھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ ان چشم نونیں کوں
پڑا نہیں نرگس باغی تجھی کام ان لیفوں سیں

خس و خاشاک رہے ہیں ہم ترے اے شعلہ خو ظالم
مناسب نہیں ہے اتنی سرکشی آخر ضعیفوں سیں

سبک روحاں معنی بوئے گل ہیں باغ عرفاں کے
ہر اک خار گراں جالوں خبر کیا ان لطیفوں سیں

غلط نہیں ہے کہ بلبل حافظ سیپارہ گل ہے
سند رکھتا ہوں میں گل برگ کے رنگیں صحیفوں سیں

رقیب اس سنگدل سیں منتظر ہیں ہم کلامی کے
سخن کرتا ہے کب وو کوہ تمکیں ان خفیفوں سیں

لیا ہوں گو کے میدان سخن میں ہم ردیفوں سیں
سوار توسن معنی ہوں چوگان طبیعت سیں

ادیب عشق کے شاگرد ہیں فرہاد اور مجنوں
کہ کوہ و دشت کا مکتب ہی گرم ان دو خلیفوں سیں

---

[1] کیفوں ۔ ح ۔

سراج اس شمع کوں ہے شوق پروانے جلانے کا
دعا کریا الٰہی موم دل ہووے ہم نجیبوں سیں

۵۴

۳۰۱۲ گل باغ تبسم[1] جب مرے نزدیک آتے ہیں — شکیب و عقل و ہوش و صبر و طاقت سب لیجاتے ہیں
خدا کے[2] واسطے ایسی قدر بھی بانکپن کیا ہے — تمہاری تیغ کے زخمی لہو میں تلملاتے ہیں
یگولا جن کے سر پر چتر شاہی ہے زمیں مسند — وہی اقلیم غم میں آہ کی نوبت بجاتے ہیں
جدائی میں تری اے سرو قامت غم کے اغوش سیں — جگر کے باغ میں لالہ کی تختے لہلہاتے ہیں
پری رویاں جسے تیغ جفا سیں قتل کرتے ہیں — پلا دیدار کا شربت اوسے پھر کر جلاتے ہیں
دکھاتے ہیں ہمارے مرغ دل کوں خال کا دانہ — کمند پیچ و تاب زلف میں پھر کر پھساتے[3] ہیں

سراج ان خوب رویوں کا عجب میں قاعدہ دیکھا
بلاتے ہیں دکھاتے ہیں لبھاتے ہیں چھپاتے ہیں

۱ے پیا حبیب مہربانی سوں مرے بر دیکھو ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۱ے تلطف سوں پریشاں حال آکہ ٹک دیکھو ۳۹۱ ا ۔ ۲ے ۳۹۱ کا اضافہ شعر ۔ اگر آپ تلطف سوں بجھا جاوے تو کیا ہووے ۔ ۳ے محبت مجھ دل کے ہرن کی برہ ہیر کے لگاتے ہیں ۔

۵۵

۲۰۱۹

جس کوں[1] راہِ چشم سیں خونِ جگر جاری نہیں
یوں ہوا معلوم اس کوں زخم غم کاری نہیں

سلسلے میں عاشقوں کے کب ہے اس کوں اعتبار
دام زلف یار میں جس کوں گرفتاری نہیں

جو ہوا ہے جرعہ نوشِ ساغرِ بزمِ جہاں
خوابِ غفلت سیں اوسے یک آن ہشیاری نہیں

اے طبیبِ عاشقاں اب شربتِ دیدار دے
ہے مجھے دردِ جگر ظاہر کی بیماری نہیں

بس کہ پایا لذتِ دیدار ساقی خواب میں
صبح محشر لگ مجھے اب ذوق بیداری[2] نہیں

طبع نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم[3]
جاں نثاری تجھ قدم پر مجھ کوں دشواری نہیں

ہجر کی شب میں نہیں ہے تاب و طاقت اے سراج
کونسا دن ہے کہ جس میں نالہ و زاری نہیں

۵۶

۲۰۲۶

لڑ آنسو کی ہے سہرا موتیوں کا غم کے دولے کوں
کیا ہے طاش کا مقنع برہن کے بگولے کوں

وو شیریں لب بچن ہے جھوٹے شیر آنکھوں سنتی رہیا
لگاتا ہوں جگر پر ناخنِ غم کے بسولے کوں

چراغِ حسن و کھلا گم ہوا دل زلف میں تیری
مثل مشہور ہے جاناں بتاناں راہ بھولے کوں

---

۱ نت آنکھاں سنتی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ ہوشیاری ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔

گزرتا نہیں ہے طفل اشک میرا اپنی شوخی سیں — جھولاتا ہوں پلک ڈوری لگا آنکھوں کے جھولے کوں

نہیں بخششی ہے کیفیت نصیحت خشک زاہد کی — جلا دیو آتش صہبا سیں اس گی بی کے پولے کوں

سراج اب ورد کرتا ہے "الا یا ایہا الساقی"

کیا ہے یاد از بس خواجہ حافظ کے مقولے کوں

۵۷

۲۰۳۲

کیا ہوں جاں نثاری اس صنم[۲] کے پاں لگانے میں — کہ کھینچیا دیدۂ آہو پہ خط سرمہ لگانے میں

کھلا ہے یک بیک مقصود کے گلشن کا دروازہ — دل بلبل صفت پر دلبر گل رو کے آنے میں

تمہارے چہرۂ گلنار گوں سیں کچھ عجب نہیں ہے[۳] — کہ انگلی سرخ ہو جاوے اشارت کے بتانے میں

برہ کی جان کندن میں چلا ہے چھوڑ کر جاناں — ہمارا جان جاتا ہے ہمارے جان جانے میں

ہے بیر نقد دل پر زخم غم کا سکہ حالی — کمی کیا اشرفی کی ہے محبت کے خزانے میں

مرا زخم جگر ہنستا ہے جیوں گل اس کے دیکھے سیں — نہ جانوں کیا قیامت ہے تمہارے مسکرانے میں

---

[۱] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر:- ہمارا یوسف گل پیرہن کہاں ہے کہ ہنستا ہے۔ دکھاوے پھول کر یعقوب کی آنکھوں کے پھولے کوں۔ [۲] سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ [۳] "ہے" ک و ح [۴] ۳۹۱ میں یہ شعر یوں ہے:- سجن کے چہرہ گلنار سیں کچھ عجب نہیں ہے۔ کہ انگلی سرخ ہو جاوے اشارت کے بتاتے میں۔

سراج اس شمع رو پر جان سیں قربان ہوتا ہے
کمی کرتا نہیں پروانہ اپنے دل جلانے میں

۵۸

اول کی تم نے بھول گئے مہربانیاں ۔۔۔ لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں

کیا ہوئے گا سنو گے اگر کان دھر کے تم ۔۔۔ گذری برہ کی رات جو مجھ پر کہانیاں

دامن تلک بھی ہاتھ مجھے دسترس نہیں ۔۔۔ کیا خاک میں ملیں ہیں ہی جانفشانیاں

داغ فراق لالۂ باغ خیال ہے ۔۔۔ رہ گئیں مرے جگر میں تمہاری نشانیاں

شاید کسی کے قتل کی ہوتی ہے مصلحت ۔۔۔ رمزیں تری نگاہ کی سب ہم نے جانیاں

مجھ دل کے کوہِ طور کوں سرمہ کئے ہو تم ۔۔۔ باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

کب لگ روا رکھو گے تغافل سراج پر
اب اس قدر بھی خوب نہیں سرگرانیاں

۵۹

راست بازوں میں خود نمائی نہیں ۔۔۔ تری ابرو میں کج ادائی نہیں

۱۔ ٹی ۔ک و ۳۹۱ ر ۔

۲۰۳۹

۲۰۴۶

تجھ تبسم میں جو لطافت ہے[1]　　اس قدر گل میں خوشنمائی نہیں
اس سیں بہتر ہے صورت دیوار　　جس میں سامانِ دلربائی نہیں
خوب رو عاشقوں کے عاشق ہیں[2]　　حسن اور عشق میں جدائی نہیں
عاشقوں کوں نہیں ہے ننگ سیں کام　　عشق بازی ہے میرزائی نہیں
آشنائی کا نام ہے لیکن　　آشنایوں میں آشنائی نہیں[3]

خوف کر توں سراج سوزاں سیں[4]
آہ کا تیر ہے، ہوائی نہیں

۶۰

۲۰۵۳ ساقی کے بن رباب آہ سینہ ربابیوں میں　　دل کوں کباب کرنے غم ہے کبابیوں میں
فصل خزاں میں بلبل ہے گل کا مرثیہ خواں　　مرغِ چمن ہیں جتنے سب ہیں جوابیوں میں
ہے دل میں گل رخوں کے بوئے دورنگ ضمی　　ہرگز نشہ وفا کا نہیں ان گلابیوں میں

۱ے جیوں۔ک۔ ۲ے دلبراں عاشقاں کے۔ ب۳۹۱ ا۔ ۳ے ب۳۹۱ ا کا اضافہ شعر:- سینہ صافی کی لاف جس میں ہے۔ شاید اوس دل میں کچھ صفائی نہیں۔ ۴ے اے سراج اب مرے سوں بات نکر۔ طبع میری بحال آئی نہیں۔ ب۳۹۱ ا۔

اُس زلفِ عنبریں کے لکھتا ہو وصف از بس[1] — ہے مشک کی سیاہی چینی رکابیوں میں

جیناں تڑپ تڑپ کر مرناں[2] سسک سسک کر — فریاد ایک جی ہے کیا کیا خرابیوں میں

ملکر وو چشم خونیں[3] کرتے ہیں قتلِ عاشق — کیا اتفاق ہیگا دیکھو شرابیوں میں

پروانہ کیوں نہ ہوئے اوس پر سراج زیبا

وو یار شمع رو ہے کیا بے حجابیوں میں

۶۱

مجھ درد[1] میں یار آشنا نہیں — شاید کہ کسی کا بنلا نہیں

خوباں کوں روا ہے قتلِ عاشق — اس شہر میں رسم خوں بہا نہیں

نہیں[2] یار یزید بوالہوس کوں — ظالم کی گلی ہے کربلا نہیں

تجھ زلف میں دل نے گم کیا راہ — اس پیچ گلی کوں انتہا نہیں

اے شمع دلِ سراج مجھ کوں

جلنے کے بغیر مدعا نہیں

۲۰۶۱

---

[1] صفت ہوں ۔ک۔ [2] خونی ۱۵۸۴ ۔ [3] جیو حال مرے سوں ۔ س و ۱۳۹۱ ۔ [4] کار بار ۱۳۹۱ او س۔ اسکے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں : ۔ زاہد توں نہ ماخطا سوں پیو پیاس ۔ اس تیر نگاہ کوں خطا نہیں
جز شربت وصل خوب رویاں ۔ بیماری عشق کوں دوا نہیں ۔ [5] اے جان سراج مہر کچھ تجھ بارج کسی کا مدعا نہیں ۔

۶۲

۲۰۶۵ زرد رنگی کوں بہار طرب افزا سمجھوں | گل صد برگ کوں میں لالۂ حمرا سمجھوں
باغ حسرت کا تماشا مجھے آیا ہے پسند | کف افسوس کوں برگ گل رعنا سمجھوں
گلشن شوق میں ہوں مست مئے یک رنگی | پھول کوں ساغر مئے سرو کوں مینا سمجھوں
طپش دل ہے مجھے شاہد مقصود کا وصل | پیچش دود جگر زلف چلیپا سمجھوں
عالم آب ہے سیرابی گلزار جنوں | خط ساغر رگ برگ گل سودا سمجھوں
گر نظر آوے مجھے خواب میں وو نقش قدم | صورت آئینۂ چشم زلیخا سمجھوں
نقل ناز اصل میں ہے آئینۂ عین نیاز | گل تصویر کوں میں بلبل گویا سمجھوں
قبر میں اس لب جاں بخش کی آوے جو صدا | قم باذن اللہ اعجاز[1] مسیحا سمجھوں

عرس کا سیر مجھے آتش غم میں ہے سراج
شعلۂ دل کوں چراغوں کا تماشا سمجھوں

۶۳

۲۰۷۴ کام مت فرما اے ظالم جہد[2] ضرو تلوار تیں | تیغ ابرو کوں سنا کر آ عاشق بیمار تیں

---

[1] آواز۔ ک۔ [2] خنجر۔ ک و ۵۸۲ ا۔

کیونکہ ہووے ہر ذرہ معدوم کی وانگیں ہیچ
بار نہیں خورشید کوں جس سایۂ دیوار تیں

ہجر کے داغوں سیں سینہ داغ ہی آسیر کر
اے صبا پیغام لے جا شوخِ گل رخسار تیں

شوق کی شمشیر سیں کھتا ہے سینہ چاک چاک
جس کا پہنچا ہاتھ مثل شانۂ زلفِ یار تیں

یوں تمنا دل میں ہے پھیرے کہ ہوں جمشید وقت
جام بھر دے مجھ کوں اے کافر خط زنار تیں

جو ہوا منصور پایا ہے حقیقت کا نشاں
بوالہوس کوں نہیں رسائی عشق کے اسرار تیں

دل میں ہے داغ جنوں سو سب دکھاوں اے سراج
گر رسائی مجھ کوں ہووے اس پری رخسار تیں

۶۴

۲۰۸۱

حیف اس گلزار میں سرو بھی بالا نہیں
چہرہ نافرمانی و خط ناز بو والا نہیں

صحنِ گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر
داغ ہوتے ہیں کلیجے میں کہ وو لالا نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ میں گریاں پڑیں
ہے یہی سمرن تری ور کار کوئی مالا نہیں

آہ و زاری پر ہماری رحم کیا آوے اسے
جس نے خون دل سیں طفل اشک کوں پالا نہیں

کیوں نہ بے کل ہو پکارے غم کی سختی میں سراج
عشق کی برچھی لگی ہے جان سُر والا نہیں

۶۵

۲۰۸۶ تری نازک کمر کا ہے شبہ باریک بینوں میں — خلل ہو یا نہ ہووے نظارہ بازوں کے یقینوں میں

لگے چھپنے خجل ہو جو ستارے صبح صادق کے — مگر روشن ہوا کوئی آفتاب ان مہ جبینوں میں

تری آنکھوں کی کیفیت چمن میں دیکھ کر نرگس — خجالت سیں گئی ہے ڈوب شبنم کے پسینوں میں

سلیماں زماں ہوں لالہ رخساروں کے کشور کا — کیا ہوں نقش تیرا نام داغوں کے نگینوں میں

نکلنے دے مرے شمشاد قد کوں گھر ستی باہر — ہوا اے سرو توں بھی باغ کے بالا نشینوں میں

حقیقت ہجر کے دن کی کہے اور وصل کی شب کی — کرے جو ختم قرآں ماہ رمضاں کے شبینوں میں

پسند خاطر عشاق ہے بیت اس کے ابرو کی — رکھے ہیں کوئی[1] سینوں میں لکھے ہیں کوئی سفینوں میں

بہار آئی لباس نونہالاں کیوں نہ ہو رنگیں — بھرے ہے رنگ غنچوں کے گلابی آبگینوں میں

سراج اس شعلہ رو کے حسن کے گلشن کا ہے مالی
لگاتا ہے نہال آتشیں تازے[2] زمینوں میں

۶۶

۲۰۹۵ اس لب کوں کب پسند ہیں ریشمی کٹوریاں — لالہ کے پھول کی ہیں جیسے قہوہ خوریاں

دام و قفس نہ چاہیے دل کے شکار کوں — کرتی ہیں بند آنکھ کے ڈوروں کی ڈوریاں

۱؎ کوئی تو ۸۸۴ ا۔ ۲؎ تازہ ک۔

ہے بس کہ دور ساغر چشم پری رخاں　　گر گئی ہیں دل کے طاق سیں نرگس کی غوریاں

ہنستے ہو کیوں جو تم نے مرا دل نہیں لئے　　معلوم ہوئیں تمہاری نگاہوں کی چوریاں

اب غم کی رات سیر چراغاں ہے اے سراج
یہ اشک گرم نیل ہے آنکھیں سکوریاں

۶۷

۲۱۰۰

تنزیہ میں اگرچہ ہے صاحب کتاب توں　　تشبیہ کی کتاب کا ہے انتخاب توں

کوئی حمد کوئی نعت میں مشغول ہے تری　　ہے دونوں مرتبے میں لیاقت مآب توں

احمد کہوں احد کہوں میں تجھ کوں کیا کہوں　　کیں بے حجاب کیں ہے سراسر نقاب توں

پایا ہے تیرے نور سیں سب خلق نے ظہور　　ذرات کائنات کا ہے آفتاب توں

آکر لباس رنگ میں بلبل کا دل لیا　　ہر چند ہے خلاصہ بوئے گلاب توں

ہے بحر و کاں کوں فیض ترے نور و نار کا　　یاقوت میں ہے آگ توں موتی میں آب توں

میں تشنہ لب لال سحاب کرم کا ہوں　　کشت امید کوں مری مت رکھ خراب توں

سیماب دل کوں آتش دوری کی نیں ہے تاب　　کب لگ کرے گا رفع مرا اضطراب توں

اس موسم بہار میں ساقی مجھے پلا　　جام عطا سیں بزم بقا کی شراب توں

اس مدعا کا گرچہ سزاوار میں نہیں　　کر آخری دعا کوں مری مستجاب توں

لے جب سوں ۔ ک ۔

پروانہ ہے سراجؔ تری شمع حسن کا
میں خانہ زاد خسروِ عالیجناب توں

۶۸

۲۱۱۱
کیا بلا کا ہے نشہ عشق کے پیمانے میں ۔۔۔ کوئی ہوشیار نہیں عقل کے کاشانے میں
ڈوب جاتا ہے مرا جی جو کہوں قصّہ درد ۔۔۔ نیند آتی ہے تجھی کوں مرے افسانے میں
دل مرا زلف کی زنجیر سیں ہے بازی میں ۔۔۔ اپنے اس کام کا کیا ہوش ہے دیوانے میں
کیا مزے کا ہے ترے سیب زنخدان کا خال ۔۔۔ لذت میوہ فردوس ہے اس دانے میں
اس ادب گاہ کوں مت بوجھ تو مسجد جامع ۔۔۔ شیخ بے باک نہ جا گوشہ مے خانے میں
انکھ اوٹھاتے ہی مرے ہاتھ سیں مجکوں لے گئے ۔۔۔ خوب اوستاد ہو تم جان کے لے جانے میں
خوش ہوں میں صحبت مجنوں سیں لیو عقل کا نام ۔۔۔ آشنائی کی کہاں باس ہے بیگانے میں

شعلہ ہے آب حیات دل مشتاق سراجؔ
اس سمندر سیں بڑا فرق ہے پروانے میں

۶۹

۲۱۱۹
تغافل کیا ہے جانے تم کوں ایسے یار جانی سیں ۔۔۔ ایدھر بھی مسکرا دیکھو نگاہِ مہربانی سیں
قفس میں غم کے ہے خاموش اے آئینہ رو تم بن ۔۔۔ ملاؤ طوطی دل کوں مری شیریں زبانی سیں

خیابانِ جگر میں داغ کے گل لہلہاتے ہیں | اوبلتا ہے مری آنکھوں کا حوض آنسو کے پانی سیں
لگاؤ ایک دم شمشیر تا تن سیں جدا ہووے | مرا سر بار ہے مجھ پر تمہاری سرگرانی سیں
جدھر کوں دامنِ صحرا میں دیکھو پھول لالے[1] کے | کرو معلوم لختِ دل کوں داغوں کی نشانی سیں
رواں ہے طبع میری شعرِ درد انگیز کہنے میں | مگر پائے[2] ہیں تعلیم اشکِ حسرت کی روانی سیں
بنفشی جامہ مت بر میں کرو اے شوخ نافرماں | مرا دل خوف کرتا ہے بلائے آسمانی سیں
جھٹکنا کیا سبب دامن سیں اپنے خاکساروں کوں | تعجب ہم کوں آتا ہے تمہاری قدردانی سیں

سراج اس شمع رو کے دل میں ہرگز رحم نہیں آتا
پتنگوں کی طرح کیا فائدہ اس جاں فشانی سیں

۶۰

کیا ہے سیرِ چمن جب سیں وو گل رنگیں | ہے موجِ خندۂ گل بلبلوں کوں چینِ جبیں ۲۱۲۸
ہوا ہے شہرۂ شہرِ انتظار میں اوس کے | سوادِ دیدہ مرا ہے بیاضِ نقشِ نگیں
جسے ہے راحتِ دل قدرِ عشق کیا بوجھے | کہ سنگِ راہِ محبت ہے منزلِ تسکیں
نہیں ہے مستِ محبت کوں احتیاجِ شراب | ضعیف رتبۂ بینش ہے چشمِ عینک بیں

---

[1] لالہ ۔ ۵۸۴ ا ۔ [2] پچھایا تو ۔ ۵۸۹ ا ۔ [3] پائے ہیں اوس کی حیرت ۔ ۵۸۴ ا ۔

تمام گنج خفی کا کیا ہے سیر سراج
صفا کی راہ میں ہے جس کے پاس شمع یقیں

۱۷

۲۱۲۴ کیا ہے کشور دل کوں تمہارے ظلم نے ویراں　　کرو گے مہر سیں کب لگ ہمارے درد کا درماں
رہوں یہ آگ میں کب لگ نہیں ہے طاقت دوری　　جلا ہوں آتش غم میں کہاں ہے وو مہ رخشاں
تمہارے خنجر غم سیں ہوا ہوں بسمل حیرت　　ہوا ہے چشمۂ آئینہ میرا دیدۂ گریاں
نہیں ہے شمع کی پروا کہ تیرا جلوہ عارض　　ہماری مجلس دل میں ہوا ہے چاند سا تاباں
سراج اس آرزو میں ہے یہی ہے فکر میں ہر دم
کہاں ہے اس کوں یہ ساماں جو تیرے پر کرے قرباں

۲۷

۲۱۲۸ خدا جانے صبا نے کیا کہی غنچوں کے کانوں میں　　کہ تب سیں دیکھتا ہوں عندلیبوں کوں فغانوں میں
کیا ہوں سیر حسن دل کی یک رنگی کا گلشن میں　　عوض بلبل کے برگ گل پڑے تنکے آشیانوں میں
کبھی اس دلبر[1] یاقوت لب نے منہ لگایا ہے　　نہ پوچھو خود بخود آیا ہے رنگ سرخ پانوں میں

[1] دلربا۔ ک۔ اس کے بعد کی غزلیں ح و ۳۸۵ ا میں نہیں ہیں۔ [2] صرف ۳۹۱ ا۔ ا سطح ہے

الف قد کے خیال زلف میں جب سیں پریشاں ہیں — اسی دن سیں ہے حرف لام نشانوں کی زبانوں میں

سراج اس شمع رو کوں کیا ہے غم عاشق کے جلنے کا

یہی ہے ایک پروانہ ہمارے قدر دانوں میں

۷۳

۱۴۳

جب سیں وہ مخمور چشم نیم خواب آتا نہیں — مجلس عشاق میں جام شراب آتا نہیں

جب سوال بوسہ کرتا ہوں میں گل رخسار سیں — لب سوں اس خاموش لب کے کچھ جواب آتا نہیں

نغمۂ داؤد سن ازبس کہ بے آرام ہوں — گرچہ ہوئے بستر مخمل تو خواب آتا نہیں

حشر میں جل آتش دوزخ سیں ہوئے گا خاک سراج

جس کی خاطر میں خیال بوتراب آتا نہیں

۷۴

۲۱۴۷

ہر ایک ادا پہ تری وار وار ہوتا ہوں — ہر ایک بار میں جی سیں نثار ہوتا ہوں

ترے فراق میں اے جان جان جاتا ہے — [illegible] آ کہ نپٹ بے قرار ہوتا ہوں

ہزار شکر کہ جاناں سیں چار چشم ہوا — عجب کہ ایک سیں دو ہو کے چار ہوتا ہوں

کبھی جو شوق سوں میں جاتا ہوں گلبدن کی طرف — رقیب شوخ کی انکھوں میں خار ہوتا ہوں

سجن کے کاکل مشکیں کوں دیکھ کر یک دم — پرت کے جال میں جی سیں شکار ہوتا ہوں

ہر آشناں سیں نرا سی ہوا ہوں آخر کوں　　وو گلبدن کے گلے کا میں ہار ہوتا ہوں

کیا ہوں کعبۂ معنی کا قصد۱؎ مثل سراج

خیال عالم صورت سوں نار ہوتا ہوں

۷۵

۲۱۵۴

آئینہ رو کے شوق میں حیراں ہوا ہوں میں　　زلفوں کوں اس کی دیکھ پریشاں ہوا ہوں میں

ہے خون دل شراب مجھے اور گزک جگر　　جب سوں پرت کی بزم میں مہماں ہوا ہوں میں

آب حیات وصل سیں دے عمر جاوداں　　خنجر سوں تجھ فراق کے بے جاں ہوا ہوں میں

سینہ کے داغ کس کوں دکھاؤں میں کھول کر　　دل کے لہو میں ڈوب کے غلطاں ہوا ہوں میں

۲؎ ہے تجھ بھواں تمھاری زیارت کعبے کا مجھ کوں ذوق　　تیری بھواں کوں۳؎ دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں

سینہ ناسبب ہو کے [illegible] ثانی کی یاد میں　　کہتا ہے دل پکار کے کنعاں ہوا ہوں میں

اس [illegible] دیکھ کر　　مجلس میں غم کی شوق سیں گریاں ہوا ہوں میں

اس ماہ رو کوں دیکھ کے جیوں شمع اے سراج

اپنے عرق کے شرم سیں پنہاں ہوا ہوں میں

۱؎ مقصد۔ ر ۳۹۱ ا۔ ۲؎ ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر زائد ہے۔ دل کے چمن میں جب سیں چلی صرصر فراق

تری بھواں کے دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں۔ ۳؎ کے ۳۹۱ ا۔

۷۶

کیا بلا سحر ہیں سجن کے نین — ہے خجل جس انگے ہرن کے نین ۲۱۶۲

مجھ پہ کرتے ہیں یار کا جادو — اس ستمگار سحر فن کے نین

گردش سے سوں آج فارغ ہے — جن نے دیکھے ہیں خوش نین نین

آرزو میں تری اے نور نظر — منتظر ہوں کھلے ہیں ان کے نین

شور ڈالے ہیں سارے عالم میں — دلبر شکریں سخن کے نین

گل نرگس اگر نہیں دیکھا — دیکھ یکبار[1] گلبدن کے نین

کیوں نہ ہوئے سحر بے خبر سوں سراج
ہوش کھوتے ہیں من ہرن کے نین

۷۷

دوں ہجر کی لگی ہے ترے باج من منیں — سلگی برہ کی آگ مرے تن بدن منیں ۲۱۶۹

ہرگز نہیں ہے سیر گلستاں کی آرزو — بو گلبدن کی نیں ہے گل یاسمن منیں

ہر صبح تجھ نثار کوں اے آفتاب رو — موتی ہیں جیوں طبق میں ستارے گگن منیں

[1] دیکھے ۔ ک

یک پل مری نگاہ سوں ہونا نہیں جُدا　　　پتلی ہو آبسا ہے سجن مجھ نین منیں

کہنے میں بات بیدل بچا کوں حق دیا　　　اعجاز عیسوی ہے ترے ہر سخن منیں

تجھ لعل لب کی یاد کیا جب سوں دل پہ نقش　　　شہرت ہوئی ہے نام ترے کی یمن منیں

دے مجلس وصال میں پروانگی مجھے

جلتا ہوں جیوں سراج برہ کی اگن منیں

۶۸

جب میں پیو کا جمال دیکھتا ہوں　　　حیرت کا خیال دیکھتا ہوں

تجھ مکھ پہ عیاں ہے سورۂ نور　　　قرآن میں فال دیکھتا ہوں

قمری کی عجب صدا ہے پرسوز　　　ہر سرو پہ حال دیکھتا ہوں

یہ کاکل حلقہ دار تیرا　　　تجھ پیو کا فال دیکھتا ہوں

پتلی کی لگا انکھیاں پہ عینک　　　تیرا خط و خال دیکھتا ہوں

اے گلشن ناز تجھ قدم سوں　　　ہر گل کوں نہال دیکھتا ہوں

مانند سراج غم میں جلتاں

ہر کس کوں محال دیکھتا ہوں

ردیف ۔ و

۱

تری گلی کا جو نہیں عزم اے بُتِ دل جُو　　تو کیوں چلے ہیں مجھ آنکھوں ستی نکل آنسو ۲۱۸۳

گر ہے ذوق[۱] کہ سیپارہ گل کا حفظ کریں　　کئے ہیں قطرۂ شبنم سیں بلبلوں نے وضو

دھڑی مسی کی جما پھر کہ پان کھائے[۲] ہو　　کسی شہید کے شبخوں کا ہے مگر قابو　　بھیر

بہار جوشش میں ہے رشتۂ رگِ گل سیں　　ہوا ہے چاک گریبانِ عندلیب رفو

وو سرو قد کوں مگر دیکھ فاختے اوڑ گئے　　کہ آج قمری گلشن نے بھول گئی کو کو

نہیں ہے غم سیں مجھے دودِ آہ نو میدی　　ہے زیب چہرۂ مقصود کوں یہی گیسو

برہ کی یاد ستی سجھ گیا سراج کا دل
جمال اپنا دکھا اے نگارِ آتش خو

۲

تم اپنے لب کی مصری کا مجھے شربت پلا جاؤو　　برہ کا جان کندن سخت ہے[۳] پانی چوا جاؤو ۲۱۹۰

---

۱ شوق۔ ک۔ ۲ کھائے ہیں۔ ک۔ ۳ چوہا۔ ۳۹۱ ا۔

کہو گے خوب کوئی ہے جب مرے سیں آشنا ہو گے[1]　　　ملو تو خوب ہے میرے سخن کے رمز پا جاوو

نہایت باغ میں سرو آپکوں خوش قد کہاتا ہے　　　تم اپنے[2] اس لٹک چلنے کی چھب آکر دکھا جاوو

مری آنکھوں کے دو نو پٹ کھلے ہیں انتظاری میں　　　بہانا مت کرو تم کوں جو آنا ہے[3] تو آ جاوو

نظر ہے گر تمہیں جاں بخشی فرہاد بیجاں پر[4]　　　لب شیریں سیں اپنے دو سخن میٹھے سنا جاوو

سبق کوں جو چلے کے بھولتا ہو مکتب غم میں　　　تم[5] اپنا درس دیگر حرف خاموشی بنا جاوو

سراج اس آرزو میں ہے کہ اپنی باد دامن سیں
کسی دن آ کے شمع ہوش کوں اُس[6] کی بجھا جاوو

۳

۲۱۹۰

بے رحم نہ ہو عاشق رسوا کی خبر لیو　　　گل تق نے کیا بلبل شیدا کی خبر لیو

پاتا نہیں گلشن میں سراغ دل وحشی　　　ٹک کام کرو دامن صحرا کی خبر لیو

کس سرو سہی قد ستی اٹکا ہے مرا دل　　　معلوم نہیں عالم بالا کی خبر لیو

پتھر بھی نہیں ہے شرر شوق سیں خالی　　　بیتابی نبض رگ خارا کی خبر لیو

---

[1] ۳۹۱ ا۔ مصرعہ اول، ثانی۔ [2] ذرا اپنے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] اگر جانا۔ ۳۹۱ ا۔ [4] ہجراں۔ ک
[5] ٹک۔ ۳۹۱ ا۔ [6] میری۔ ۳۹۱ ا۔

اکثر ہے پریشانی جمعیت دل کم — دیکھو تو ستاروں میں ثریا کی خبر لیو

آسان نہیں نام گہر پاشی احساں — کیوں خشک ہے پانی[1] لب دریا کی خبر لیو

ہے بے خودی دل کا اثر لطف میں اس کے — جب سنگ ہو آب تو مینا کی خبر لیو

شہباز[2] حقیقت کا مکاں گوشۂ دل ہے — اس قاف میں جا آپ ہو[3] سیں عنقا کی خبر لیو

جلتا ہے[4] سراج آتش ہجرت میں تمہاری
دل سوختۂ شعلۂ سودا کی خبر لیو

۴

۲۲۰۶

تجھے کہتا ہوں اے دل عشق کا اظہار مت کیجو — خموشی کے[5] مکاں میں بات اور گفتار مت کیجو

محبت میں دل و جان ہوش و طاقت سب اکارت ہے — کہو کوئی عقل کوں جا کر بڑا بستار مت کیجو

عیوض[6] نقد دو جگ کے مفت ہے دشنام اس لب سیں — ارے دل عشق کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو

---

۱ پا نہیں ـ ح ـ پانیں ۳۹۱ ا و ۵۸۴ ا ـ ۲ صہبائے [illegible] ا ـ ۳ آب ـ ۵۸۴ ا ـ
۴ کہتا ہے سراج آگ میں نسخہ عشق کی جل جل ـ ۳۹۱ د ب ـ ۵ نگر ـ ۳۹۱ ا ـ ۶ ۳۹۱ ا میں شعر یوں ہے
دو شعر زیادہ ہیں ـ غنیمت ہے اگر دشنام دیوے ہو دعا بدلے ـ پرت بازار کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو ـ ہرے دل کوں آزار دہ مت ستا
اس نصیحت کے ـ دیوانا ہے دیوانے کوں اتنا بیزار مت کیجو ـ لی مجھ دل کو عیاری سوں پھر کہنا سو منکر ہے ـ سیکھا یا کس نے اے ظالم تجھے اقرار مت کیجو

اوسے انچا ہے ظالم دام نے تجھ مہربانی کے ہمارے صیدِ دل اوپر ستم کا وار مت کیجو

اگر خواہش ہے تجکوں اے سراج آزاد ہونے کی
کمندِ عقل کوں ہرگز گلے کا ہار مت کیجو

۵

۲۲۱۱

دامن سیں مجکوں گرد سمجھ دور مت کرو سنگیں دلی سیں شیشۂ دل چور مت کرو

کس نے کہا ہے تجھ کوں کہ شہرِ خرد تمام ویران کر کے پھر اوسے معمور مت کرو

مہتاب روئے کوں کہو دن وصل کا ظلمات ہجر سیں شبِ دیجور مت کرو

اس چشم نیم خواب کا کافی ہے ایک دور تم آرزوئے بادۂ انگور مت کرو

آئینۂ سکندری دل اگر ملے ہرگز تلاش چینیٔ فغفور مت کرو

ہے مجھ جگر میں داغ محبت کا پھر اوسے خار جفا کے زخم سیں ناسور مت کرو

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج
پھر زشتِ بیہدہ رازِ عشق کوں مشہور مت کرو

ا۔ آہوئے دل پر۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ من۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ دلکا گر۔ ۳۹۱ ا۔ ۴۔ چندر مکھی۔ ۳۹۱ ا
۵۔ بیتم کی چشم مست میں دیکھو نگاہ کر۔ ۳۹۱ ا۔

۶

مثال عکس سب کی آنکھ کے درپن کے اندر ہو | ہوا معلوم یوں ہم کوں کہ طالع کے سکندر ہو ۲۲۱۸

خمارِ غم سیں باہر کھینچتا ہے درد سرِ عاشق | شرابِ ناز پی کر بے خبر تم اپنے مندر ہو

نین راون ہیں ارجن بال پلکیں بھنوں دھنک بھیم کی | ہماری دل کی دکھ نگری کے راجہ رام چندر ہو

الف کھینچ آہ کا ہر دم صدائے آہ کرتے ہو | ارے میاں بی نوا ول زورباں کے قلندر ہو

سراجؔ اس شعلہ رو سیں جب کیا اظہار جاں سوزی
کہا ہنس کر تمہارا کیا جلے گا تم سمندر ہو

۷

اے شکار افگنِ دل مائلِ نخچیر نہ ہو | ناصحِ حشر میں تو منکرِ تقصیر نہ ہو ۲۲۲۳

راست کہتا ہوں کہ ان کج نظروں سے مت مل | اے دا فہم مری بات سیں دلگیر نہ ہو

دوڑ لپٹینگے مری آہ کے یہ زہری ناگ | صندلی جامے ستی شاخ طلاگیر نہ ہو

خوف کر تیز نگاہی سیں کماں ابرو کی | بلبلِ غنچۂ پیکان سنئے تیر نہ ہو

یاد رکھ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل | جامۂ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

۱؎ یا۔ ح۔ ۲؎ بھر۔ ۵۸۳ا۔

لہرئی جیرے سیں کہہ بلبل دل کوں میرے — موج گل کی سی طرح حلقۂ زنجیر نہ ہو

اہل حیرت پہ نہ ہو گرم غضب جان[1] سراج

شمع افروختۂ مجلس تصویر نہ ہو

۸

۲۲۳۰ گناہ اہل محبت کوں تم معاف کرو — نگاہ تیز کی شمشیر کوں غلاف کرو

جسے ہے درد کا دعوا بزور بیدردی — تو اسکوں محکمۂ عشق میں خلاف کرو

علاج گرمی بلبل کوں رنگ کا شربت — حریر پارچہ برگ گل میں صاف کرو

اگر ہے ذوق[2] نہیں پردہ پوشئی[3] عالم — پلک کوں موند کہ آنکھوں بیچ تم لحاف کرو

بہت[4] محال ہے ہوناں سراج کی مانند

برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی نہ لاف کرو

۹

۲۲۳۵ پی کر شراب شوق کوں بے ہوش ہو بے ہوش ہو — جیوں غنچہ لب کوں بند کر خاموش ہو خاموش ہو

---

[1] اے جان۔ک۔ [2] شوق۔ ۵۸۴ ا۔ [3] جگ کی پردہ پوشی کا۔ ۳۹۱ ا۔ [4] بہوت ۵۸۴ ا۔

ہو عاشق خونیں جگر جیوں لالہ اُس گل زار میں　　کہا دل پہ داغ عاشقی گلپوش ہو گلپوش ہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی　　اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

اڈلا ہے دریا درو کا یارب مجھے رسوا نہ کر　　آیا ہے جوش اس دیگ کوں سرپوش ہو سرپوش ہو

مجلس میں غم کی اے سراج اب وقت آیا دور کا
گر خون دل موجود ہے مئے نوش ہو مئے نوش ہو

۱۰

مت مجھے مجروح تم تیغ تغافل سیں کرو　　حق میں عاشق کے کرو جو کچھ تامل سیں کرو　　۲۲۴۰

تیغ ابرو سیں اگر دل چاک ہو اے عاشقو　　تم رفو اس کا خیال تار کاکل سیں کرو

جو شہید پیچ و تابِ زلفِ محبوباں ہوا　　تختۂ تابوت اُس کا شاخ سنبل سیں کرو

حسن و عشق از بسکہ ہیں یک رنگ باغ دوستی　　مو قلم تصویر بلبل کا رگِ گل سیں کرو

وحشیٔ دشت محبّت ہے دلِ زار سراج
حلقۂ زنجیر اس کوں تارِ کاکل سیں کرو

۱۱

دلِ پر خوں پہ مرے حلقۂ کاکل کھینچو　　گردنِ گل میں کمندِ رگِ سنبل کھینچو　　۲۲۴۵

---

۱ ہوں ۔ک ۔

زہر شیریں نگہ لطف کا کافی ہے مجھے — جان لینا ہے[1] تو مت تیغ تغافل کھینچو

تپ دل پر نکرے شیخ کا تعویذ اثر — صفحہ برق پہ مت نقش تحمل[2] کھینچو

دعوی عشق پہ گر گل کی سند رکھتے ہو — دل بے تاب ستی[3] نالۂ بلبل کھینچو

کھول کر دیدۂ جاں دل کا تماشا دیکھو[4] — پردۂ چشم کا اس راہ میں مت پل کھینچو

عاشقو سو تم صہبا سیں تمہیں کیا ہوگا — لب ساقی سیں مگر ساغر پے[5] مل کھینچو

بس ہے اے گوشہ نشینو تم ابرو کا خیال — مد بسم اللہ دیوان توکل کھینچو

شرم عکس رخ گلرو سیں ہوئی ہے پانی — آرسی میں ہے بجا گر عرق گل کھینچو

چشم بینا کا جو ہے شوق تو مانند سراج
سرمۂ اصلی گرد پئے دل کھینچو

۱۲

کس نے کہا کہ دل پہ ہمارے ستم کرو — اے گلعذار لطف کرو اور کرم کرو   ۲۲۵۴

ہر بوالہوس کوں[6] کب ہے شہادت کا مرتبہ — شمشیر کوں نگاہ کی مت تم علم کرو

۱ے منت مرے قتل پہ شمشیر تغافل کھینچو ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ے دکامل ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ے سوں یک ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ے دیکھو ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۵ے پر ۔ ۳۹۲ ا ۔ ۶ے بسمل ہو خاک و خوں میں تڑپتے ہیں عاشقاں ۔ ۳۹۱ ا ۔

محراب بیچ سجدہ ریائی ہے زاہدو — ان ابرووں کوں دیکھ کہ قامت کوں خم کرو

مستی اگر ہے عشق کی اے عاشقو نہیں — دل کوں شراب شوق ستی جام جم کرو

گلرو کی چشم مست مقابل چمن کے بیچ — نرگس جو سر کشی کرے اسکوں قلم کرو

گر آرزو ہے لالہ رخوں کے وصال کی — سینے کوں داغ عشق سیں باغ ارم کرو

گر[1] آبرو ہے عشق کی درکار جیوں سراج

پانی سیں اشک گرم کے چہرہ کوں نم کرو

۱۳

۲۲۶۱

تیغ ابرو سیں لب زخم کوں خنداں نہ کرو — دامن دل کوں مرے چاک گریباں نہ کرو

یار کی چاہ زنخداں کے اگر طالب ہو — پھر[2] عبث آرزوئے چشمۂ حیواں نہ کرو

کوچہ[3] یار کی سو بار گدائی بہتر — خواہش سلطنت تخت سلیماں نہ کرو

بسمل تیغ محبت پہ ستم بے جا ہے — اب مرے زخم جگر کوں نمک افشاں نہ کرو

ہے اگر تم کوں تمنا ذرہ نوازی پہ نظر — اپنے خورشید سیں رخسار کوں پنہاں نہ کرو

---

[1] گر انجھو آبرو..... الخ ۳۹۱ ا۔ [2] عاشقاں۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ملک خوبی کے اگر شاہ کے تم ہوگئے گدا۔ ۳۹۱ ا۔

حسن کی تاب و کھا آب کئے ہو جانی — اس قدر چہرۂ درپن کوں پشیماں نہ کرو

بستر غم پہ ہے بیمار دل زار سراج
شربت وصل کے بن غیر کا درماں نہ کرو

۱۴

۲۲۶۸ ہے جب سیں اس لب شکر افشاں کی آرزو — تب سیں نہیں ہے لعل بدخشاں کی آرزو

اوس سرو قد کی موج تبسم کا مبتلا — رکھتا ہے کب نہال گل افشاں کی آرزو

ناساز ہے دماغ محبت کوں بوئے گل — ہے گل بدن کے عطر گریباں کی آرزو

تاج سکندری ہے نزا نقش پا مجھے[1] — ہرگز نہیں ہے تخت سلیماں کی آرزو

آئینہ رو کے وصل کا امیدوار ہے — ہر دم مجھی ہے دیدۂ حیراں کی آرزو

الانتظار اشد من الموت ہے سراج
لیوے گی جان دلبر جاناں کی آرزو

۱۵

۲۲۷۴ دل گلزار کوں سیر چمن اپنا پوچھو — سینۂ چاک کوں برگ تن اپناں پوچھو

[1] مجھے نقش پا تزا۔ ک۔

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو — تم کوں دیدوں کی قسم یہ وطن اپناں بوجھو

جان شیریں ہے وے نہیں ہے تمہارے سیں عزیز — مجکوں تم عاشق فرہاد فن اپناں بوجھو

عشق میں جی سیں گذرنا قدم اول ہے — کوچۂ یار میں جامہ کفن اپناں بوجھو

ذبح[1] کرتے ہو تو بہتر، مجھے قربان کرو — ہے مرے حق میں یہ عید، پن اپناں بوجھو

گرچہ ہم ذرہ بے قدر ہیں تم ہو خورشید — ہر طرح سیں ہمیں[2] اے گلبدن اپناں بوجھو

شکریں لب ستی بر لاؤ تم امید سراج

خوب اوسے طوطیٔ شیریں سخن اپناں بوجھو

۱۶

دلبری ہر بوالہوس کی حد سیں افزوں مت کرو — مفلس بے قدر کوں یک پل میں قاروں مت کرو

مت چڑھاؤ آستیں تم قتل کرنے پر مرے — اپنے دامن کوں عبث آلودہ خوں مت کرو

مہربانی کی طرح پہلی نہ بھولو یک بیک — بیت ابرو کوں تم اپنی[3] تازہ مضموں مت کرو

لذت[4] مستی اگر دل کوں تمہارے ہے عزیز — جب تلک دیوانہ ہوئے تب لگ فلاطوں مت کرو

---

[1] ذبح کر اپنے اوپر وار کے قربانی دیو۔ ہے مرے حق میں وہی عید کا دن اپنا بوجھو۔ ۳۹۱ا۔ [2] سیتی ۳۹۱ا

[3] اپس کی۔ ب ۳۹۱ا۔ [4] ب ۳۹۱ا اس شعر کا مصرعہ ثانی نیچے کا مصرعہ ثانی ہے۔

۲۲۱۱

اپنے عاشق کوں دکھا جلوۂ ایمان فریب
عقل کی رکھنا ہے یو زاہد کوں مجنوں مت کرو

کر دیئے ہیں عاشقوں نے خون اپنے کوں سبیل
پنجۂ نازک کوں مہندی لا کے گلگوں مت کرو

چھوڑ دیو تا آتش حسرت میں جلکر خاک ہونے
لاشۂ عاشق کوں مرتے بعد مدفوں مت کرو

عاشقوں کوں اس دو بالا کیف کی برداشت نہیں
خط کی سبزی لب کی شکر ساتھ معجوں مت کرو

خود بخود بے خود ہوا ہے دیکھ کر تم کوں سراج
اس قدر ناز و ادا کا سحر و جادو مت کرو

۱۵

اس لب لعل کوں تم شکر شیریں کہو
اس کف دست کوں گلدستۂ رنگیں کہو

شکن زلف سیں ایمان مرا چھین لیا
اس بت صاحب زنار کوں بے دیں کہو

یار کے ہجر سیں آیا ہے مرا جی لب پہ
جان جاتا ہے مرا سورۂ یٰسین کہو

ناخن جور سیں مجھ دل کوں کیا ہے پرخوں
نہیں ہے مژگاں و تم پنجۂ شاہیں کہو

۲۲۹۰

لے اپنا سبیل ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ لالہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ ۔ ۳۹۱ ا ۔ اس شعر کا مصرعہ ثانی نیچے کا مصرعہ ثانی ہے ۔ ۴ ہجر و افسوس ۳۹۱ ا ۔ ۵ کوں برباد کیا ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۶ دل ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۷ جان کندن میں ہوں کوئی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۸ ناخون ک ۔ ۹ سیہ ۔ ۳۹۱ ا ۔

حشر لگ یار کے قدموں کی رہو خاک سراج
عاشقو دل کی محبت سنی "آمین" کہو[1]

۱۸

۲۲۹۵

کبھی تم مول لینے ہم کوں ہنس ہنس بھاؤ کرتے ہو — کبھی تیر نگاہ تند کا برساو کرتے ہو
کبھی تم سرد کرتے ہو دلوں کی آگ گرمی سیں — کبھی تم سرد مہری سیں جھٹک کر باد کرتے ہو
کبھی تم صاف کرتے ہو مرے دل کی کدورت کوں — کبھی تم بے سبب تیوری چڑھا کر تاؤ کرتے ہو
کبھی تم موم ہو جاتے ہو جب میں گرم ہوتا ہوں — کبھی میں سرد ہوتا ہوں تو تم بھڑکاؤ کرتے ہو
کبھی لالا مجھے دیتے ہو اپنے ہات سیں پیالا — کبھی تم شیشۂ دل پر مرے پتھراؤ کرتے ہو
کبھی تم دھول اڑاتے ہو مری غصے سیں رو کھے ہو — کبھی منہ پر حیا کا لا عرق چھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی خوش ہو کہ کرتے ہو سراج اپنے کی دلجوئی
کبھی اسکے سمجھا دینے کوں کیا کیا داؤ[2] کرتے ہو

---

[1] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر :۔ دست گل پا گل و رخسار گل و عارض گل ۔ یار کے قد کوں سراپا (تم) گل تمکین کہو ۔ بسمل تیغ تغافل نہ کرو عاشق کوں ۔ کس ستمگار کی ہے رسم کہ آمین کہو ۔

[2] داؤ ۔ ک ۔

۱۹

۲۳۰۲

ہمارے پر ترکش ابرو کیے ہو　　　رقیبوں کی طرف اب رو کیے ہو

نمک رکھتے ہو میرے زخم دل پر　　　عجب مجھ درد کی دارو کیے ہو

تم اپنے خندۂ پنہاں سیں گل رو　　　ہمارے[2] قتل کا قابو کیے ہو

دکھا کر من ہرن انکھوں کی گردش　　　دل و دیں کوں رم آہو کیے ہو

کیے ہو[3] اہتمام ناز جب سیں　　　ہمارے صبر کوں یکسو کیے ہو

ہوا ہے چھو نہاں دشوار مجکوں　　　شکار حلقۂ گیسو کیے ہو

سراج اب کیوں نہ ہو حیران و مدہوش
نگاہِ ناز سیں جادو کیے ہو

۲۰

۲۳۰۹

حال دل اشک و آہ سیں پوچھو　　　نہیں غلط دو گواہ سیں پوچھو

دل آشفتہ کا مرے احوال　　　اس کی زلف سیاہ سیں پوچھو

---

[1] سر نچن خندۂ پنہاں سوں اپنے ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ [2] عجب مجھ قتل کا ۱۳۹۱ ا ۔ [3] ایس کے اہتمام دلبری سوں ۔ [4] اپنی ۔ ک ۔

لشکرِ عقل کیوں کیا غارت　　　بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو

روشنی اس جمال روشن کی　　　تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھو

چہرۂ عاشقوں کا حال[1] تمام　　　زردیِ رنگ کاہ سیں پوچھو

بے گناہوں کوں کیوں کرے ہے شہید　　　اپنی تیغ نگاہ سیں پوچھو

تم بنا ہے[2] سراج ڈانواں ڈول

اسکوں تم آکے چاہ سیں پوچھو

۲۱

۲۳۱۰۶

ہے زلف یار حلقۂ زنجیر ہو بہو　　　ابرو ہے جیوں کمان پلک تیر ہو بہو

اس خط کوں شرح معجزہ اسرار مت کہو　　　ہے سورۂ جمال کی تفسیر ہو بہو

باریکیِ خیال سنی مو قلم بنا　　　کھینچا ہوں دل پہ یار کی تصویر ہو بہو

دل کے ورق پہ زخم جدائی سیں یار کی　　　شنگرف سیں لہو کی ہے تحریر ہو بہو

---

[1] رنگ ۔ ۳۹۱ ا۔

[2] تم بنا ہی ۔ ۳۹۱ ا۔

کہتے ہیں اتفاق سیتی بلبلان ہند — تیری گلی ہے گلشن کشمیر ہو بہو
رخسار[1] یار دیکھ کے معلوم یوں ہوا — مصحف لکھا ہے کاتب تقدیر ہو بہو

گل لینے اشک کرم کا تپلی کی شمع سیں
ہیں دو پلک سراج کی گل گیر ہو بہو

---

[1] تجھ مکھ کوں دیکھ کر مجھے ۔ ۳۹۱ ا ۔

ردیف ھ

۱

۲۳۲۴

اے دوست تلطف سیں مرے حال کوں آ دیکھ　　　سینے کی اگن مہر کے پانی سیں بجھا دیکھ

صادق ہوں مجھے بوالہوس اے جان توں مت جان　　　شمشیرِ تغافل دلِ زخمی پہ چلا دیکھ

پیاسا ہوں تری تیغ کے پانی کا ہر ایک دم　　　باور نہیں یہ بات تو یک بار پلا دیکھ

مجھ آہ کی گرمی سیں جھڑے پھول چمن کے　　　اے سروِ گلستانِ ادا باغ میں جا دیکھ

بندہ ہوں ترا[1] خواہ کرم خواہ جفا کر　　　جس طرز[2] ترے شوق میں ہوے مجھ کوں جلا دیکھ

نقدِ دلِ خالص کوں مری قلب توں مت جان　　　ہے تجھ کوں اگر شبہ تو کس دیکھ تپا دیکھ

تجھ لب کے تبسم میں ہے اعجازِ مسیحا
اے جانِ سراجؔ اس دلِ بے جاں کوں جلا دیکھ[3]

۲

۲۳۳۰

جلوۂ جاں فزا دکھاتا رہ　　　دلِ بے جان کوں جلاتا رہ

۱۔ خواہ میا خواہ ستم ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ طرح ۔ ک ۔ ۳۔ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر: تجھ غم سوں ہوا سخت جگر لعلِ بدخشاں ۔ از بہرِ خدا مجھ طرف اے کانِ حیا دیکھ ۔

دل ہمارا غریب خانہ ہے گاہ گاہ اس طرف بھی آنا رہ

خشک ہوتے ہیں ہم بدم انجم آب شمشیر کا پلانا رہ

عشق آتا ہے فوج غم لیکر تجھ کوں کہنا ہوں ہوش جانا رہ

تا کہ خوش ہوئے گلبدن بلبل اکثر اپنی غزل سنانا رہ

منصب عشق ہے اگر تجکوں نوبت آہ کوں بجانا رہ

شمع رو سیں سراج جا کر بول

کہ پتنگوں کوں مت جلانا رہ

۳

۲۳۳۰

لیا ہے ہات میں ساقی شراب کا شیشہ کہاں رہیگا سلامت حجاب کا شیشہ

خبر بہار کی سن بلبلیں ہوئیں بے ہوش لے آؤ غنچۂ گل سیں گلاب کا شیشہ

لباس اہل چمن کیوں نہ ہو سرخ افشاں ہے غنچۂ گل لالہ شہاب کا شیشہ

ہے ذوق بادہ کشی زاہد ریائی کوں بھرو شراب سیں شکل کتاب کا شیشہ

عجب کہ غفلت و بینش ہیں لازم و ملزوم بغیر چشم نہیں رنگ خواب کا شیشہ

ہوس نے واز کیا راز سینۂ زاہد ہوا سیں پھوٹ گیا اس حباب کا شیشہ

شراب نور جلالی سیں بس کہ ہے لبریز

سراج چرخ میں ہے آفتاب کا شیشہ

۴

۲۳۴۴

ہوا ہے مہرباں وو موکمر آہستہ آہستہ　　کیا مجھ آہ نے شاید اثر آہستہ آہستہ

کیا ہے مسکرا کر بات مثل پھول گلرو نے　　نہالِ عشق نے لایا ثمر آہستہ آہستہ

پلا کر[1] جام اپنی چشم کی گردش سیں یچ در پے　　کیا ساقی نے[2] مجکوں بے خبر آہستہ آہستہ

طفیل[3] سوزشِ دل منزلِ جاناں کوں پہنچا ہوں　　ہوئی ہے آہ میری راہبر آہستہ آہستہ

گلی میں اس پری رو کی کیا ہے عزم اوڑنے کا　　نکالا مرغِ دل نے بال و پر آہستہ آہستہ

مرے حالِ پریشاں کی حقیقت کوں[4] سنا جا کر　　صبا کوچے میں گلرو کے گذر[5] آہستہ آہستہ

سراج اس شوخ نے دربیں لایا مدارو کوں
مرا دل کیوں نہ ہوے زیر و زبر آہستہ آہستہ

۵

۲۳۵۱

ہوائے نائرۂ غم سیں سینہ ؟ آہ　　شرر فشاں ہے ہر ایک دم جگر میں اخگرِ آہ

برہ کی آگ میں کب لگ مثال شمع جلوں　　شبِ فراق درازی میں ہے برابر آہ

---

[1] اپس کی گردش انکھاں کا دے کر جام عالم کوں۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] اس کی نگہ نے۔ ب ۳۹۱ ا۔ [3] ج ندارد۔ [4] بول گلرو سیں۔ ب ۳۹۱ ا۔ [5] اس کے کر گزر۔ ب ۳۹۱ ا۔

عجب نہیں جو بہے خونِ دل مجھ آنکھوں سیں — جگر شگاف ہے ہر لحظہ نوکِ خنجرِ آہ

کیا ہے جوش مرے دل میں خونِ سودا نے — بجا ہے گر رگِ دل پر لگاوے[1] نشترِ آہ

لکھا ہوں شکوۂ زلفِ درازِ سروقداں — کتابِ سینہ اوپر کھینچ تارِ مسطرِ آہ

رواں ہے قافلۂ اشک راہِ چشم ستی — ہوا ہے عرصۂ[2] دل میں ہجومِ لشکرِ آہ

عجب ہے گر نہ جلے پنبہ زارِ عقلِ سراج[3]
جگر میں شعلہ فشاں ہے ہمیشہ اخگرِ آہ

۶

۲۳۵۸

عجب ہے خوشنما اس دلبرِ مخمور کا طرہ — رکھا ہے کیا مگر دستار اوپر نور کا طرہ

مرے داغِ جگر کوں ہے[4] شفا دلبر کے ملنے سیں — بغیر از[5] مرہم کافور نہیں ناسور کا طرہ

مرا[6] دل جل کے سرمہ ہو ہوا منظورِ سنگیں دل — تجلی شعلۂ انوار کی ہے طور کا طرہ

سہا[7] ہوں غم کی تاریکی کوں جب تا پہنچا ہے — صنم کی زلفِ مشکیں ہے شبِ دیجور کا طرہ

---

۱ نے ہے۔ ۳۹۱ اور ۵۸۴ ا۔ ۲ جب سوں جگر۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ ملنے سوں پیتم کے۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ ہے سوائے۔ ۵۸۴ ا۔ ۵ اس۔ ۳۹۱ ا۔ ۶ ہوا ہے جل کے دل سرمہ ولے منظور جاناں ہے۔ تجلی شعلۂ انوار کی ہے نور کا طرہ۔ ۳۹۱۔ ۷ انا الحق کے چمن کا سرو بلبل کوں آساں نہیں۔ سیا داری اس باغ میں منصور کا طرہ۔ ۳۹۱ ا۔

شراب ناب دے ساقی کہ گلشن میں ایک جا نب رکھا ہے تاک سر پر خوشۂ انگور کا طرّہ

سراج آزاد ہے سب میں نہیں ہے طالبِ جنّت
کمندِ گردنِ زاہد ہے زلفِ حور کا طرّہ

۷

۲۳۶۴
ہے حجابِ دوست دامنگیر آہ نہیں تو جاتا چرخ اوپر تیر آہ
اشک کے شنگرف سیں لکھتا ہوں میں صفحہ دل کے اوپر تصویر آہ
سلسلے میں عشق کے آیا ہے وو جو ہوا پا بستۂ زنجیر آہ
جامۂ فانوس کیوں ہوئے آسماں تکمۂ دل ہے گریباں گیر آہ
مہرباں[1] ہے شمع رو مجھ پر سراج
مدّتوں کے بعد ہوئی تاثیر آہ

۸

۲۳۶۶
اس من ہرن کی زلف شکن در شکن کوں دیکھ ہر ایک شکن میں نافۂ مشکِ ختن کوں دیکھ
اے دل اگر ہے ماندگی راہ غم تجھے حلقہ میں زلفِ یار[2] کے حب الوطن کوں دیکھ

---

[1] اے جان جاناں مہرباں ہے مجھ اوپر۔ اے سراج اب ہے مگر تاثیر آہ۔ ۳۹۱ ا۔ [2] بیو کی زلف۔ ۳۹۱ ا۔

دیکھا نہیں جو گلشنِ امید کی کلی
اس گلعذارِ غنچہ دہن کے دہن کوں دیکھ

یک پل میں مجھ سیں جان کے انجان ہو گیا[1]
اس دیدہ بازِ شاہدِ پُرفن کے فن کوں دیکھ

گل گل ہوا ہے داغِ محبت سیں[2] دل مرا
گر آرزو ہے سیر کی آ اس چمن کوں دیکھ

میری طرف سیں ظالمِ خوں ریز کوں کہو
یک بار اپنے بسملِ خونیں[3] کفن کوں دیکھ

بے جا نہ کر تو لاف دلبری کی[4] اے سراج
اس تند خو کے ابروئے شمشیر زن کوں دیکھ

۹

تب تو لگتا تھا مجھے خوب آشنائی کا مزہ
میں نہ جانا تھا کہ یوں ہو گا[5] جدائی کا مزہ

خوش لگی تھی ہم کوں دل جہربانی کی طرح
اب ہوا معلوم تیری بے وفائی کا مزہ

کوئی صاحب دل نہ چھوٹے گا تمہارے دام سیں
بے طرح تم کوں پڑا ہے دلربائی کا مزہ

لذتِ دشنام تیری کی چکھا ہے چاشنی
ذائقے کوں کب پسند آوے مٹھائی کا مزہ

خوب نہیں نا گی کدورت کی آئینہ رُو نہیں[6]
ترش روئی چھوڑ کر دیکھو صفائی کا مزہ

---

[1] ہے پھر۔ ۳۹۱ ا۔ [2] سوں یہ دل مرا تمام۔ ۳۹۱ ا۔ [3] خونی۔ ۳۹۱ ا۔ [4] کا۔ ۳۹۱ ا۔
[5] ہوئیگا۔ ۵۸۴ ا۔ ہیگا۔ ک۔ [6] تجھے۔ ۵۸۴ ا۔

بھیک کے پیالے پہ قرباں تاج شاہی کوں کریں　　　پادشاہوں کوں جو ہاتھ آوے گدائی کا مزہ

دیکھ جا یک بار آتش بازی آہ سراج
خوب ہے اس وقت پر سیر ہوائی کا مزہ

۱۰

غم آہستہ رویاں رفتہ رفتہ[1]　　　کیا ہے مجھ کوں حیراں رفتہ رفتہ
وو ساحر نے ادا کا سحر کر کر　　　لیا مجھ سیں دل و جاں رفتہ رفتہ
جگر عشاق کا داغ جفا سوں　　　ہوا صحن گلستاں رفتہ رفتہ
کمند زلف دکھلا کر کیا ہے　　　مرے دل کوں پریشاں رفتہ رفتہ
زبس اُس یوسف مصری کے ہیں لب　　　ہوا دل مثل کنعاں رفتہ رفتہ

سراج اب تو نہ ہو غمگیں کہ رحماں
کرے گا مشکل آساں رفتہ رفتہ

۲۳۸۴

---

[1] از ۳۹۱ ا۔

ردیف ی

۱

۲۳۸۹ نہیں ہے دل میں زاہد کے صفائی — کہاں اس بوریا میں بے ریائی

بیاض چشم رو رو کر ہوئی سرخ — ہوا ہے کاغذ ابری حنائی

ہوئے ہیں راست بازاں تیغ پہ قرباں — کماں ابرو نہ کر توں کج ادائی

جدائی[1] سیں ہوا ہوں دل شکستہ — تم اپنے وصل کی دیو مومیائی

جدائی[2] میں پیا اس سیم تن کی

ہوا ہے رنگ رو میرا طلائی[3]

۲

۲۳۹۴ دور کر دل سیں نقش دانائی — عاشقی میں کہاں ہے مرزائی

---

[1] ہوا دل اب جدائی سوں شکستہ۔ اپس کے وصل سوں دے مومیائی۔ ۳۹۱ ا۔ [2] مراں) اس سیم تن کے دیکھنے باج۔

[3] ۳۹۱ کے اضافہ اشعار۔ ہوا آزاد قید دو جہاں میں۔ لیا ہے جس نے پیشہ بے نوائی۔ منور کر شب تاریک ہجراں۔ نہیں تجھ باج گھر روشنائی۔ نگاہ ناز کا یک وار بس ہے۔ تجھے کر دوں ہے تیغ آزمائی۔ نہ دیکھا خواب میں قل نے ... عجب ہے تجھ کف پا کی صفائی۔

بلبل و گل ہیں یہ ہے خرید و فروخت | توں بھی آگر ہوا ہے سودائی
عشق ہے یا بلا قیامت ہے | ایک جی[1] پر ھزار رسوائی
صبح کچھ شام کچھ مزاج ترا | خوب نہیں اس قدر بھی رعنائی
تجھ گلی سیں ہوا ہے رو گرداں | تب سیں ہے آفتاب ہرجائی
دل ہمارا ہوا سکندر وقت | چاک کر کر لباس دارائی
قیس دشتی و کوہکن کوہی | اشک حسرت سیں ہوں میں دریائی
نہیں رہا ہم کوں خوف مرنے کا | کہ ترے لب میں ہے مسیحائی
شاہ خوباں کوں عرض کر اے آہ | اشک میرے ہوئے ہیں صحرائی
اب ہوا ہے سخن ہمارا سبز | طوطیوں کی عبث ہے گویائی
لب پہ تیرے بلاف کا موتی | ہے چراغ دو کان حلوائی
جاں او ٹھے اسکے حسن کا برقع | وہاں کی یوسف کرے زلیخائی

شعلۂ غم سیں دل جلا کے سراج
آپہہ ہنستا ہے ہو تماشائی

---

[1] اے دل ۔ ۱۸۴۲ء ا۔

۳

۲۴۰۷

سجا ہے دل مرا اگر ہوئے شرابی ۔۔۔ نشہ سیں ہیں تری آنکھیں گلابی

لباسِ سُرخ میں دیکھا ہوں تجھ کوں ۔۔۔ نہ ہووے کیوں مرے آنسو شہابی

تمام آیاتِ خوبی ہیں خط و خال ۔۔۔ تبسم ہے شوق کا چہرہ کتابی

سجا ہے گر ترا[1] حیران و خاموش ۔۔۔ لبِ تصویر کوں ہے لاجوابی

ترا[2] رخسار ہے دیوانِ خوبی ۔۔۔ بہویں ہیں اس میں بیت انتخابی

دوئی کوں ترک کر اور ایک کوں بوجھ ۔۔۔ سخن کہتا ہوں میں تجھ سیں حسابی

سراج اب جاں بلب ہے تجھ فراق سوں
شتابی[3] آ شتابی آ شتابی

۴

۲۴۱۴

بہار ساقی ہے، بزمِ گلشن، ہیں مطربانِ چمن شرابی
پیالہ گُل، سروِ سبز شیشہ، شراب بو اور کلی گلابی

---

[1] آئینہ ۔ ک ۔ [2] یہ کہ دیوان خوبی ہے کہ جس میں ۔ نزی ابرو ہیں ۔ ۱۲۹۱ ا ۔ [3] ۱۲۹۱ کے اضافہ اشعار۔

محبت میں تری اے آتشیں رو ۔ مجھے ہے مثل سیماب اضطرابی ۔ وفورِ اشک سیں حیرت میں تیری ۔ انکھیاں مری ہوئی ہیں
مرغابی ۔ نصیبِ نور نیں ترِ دامناں کوں ۔ کہ ہے لیے نورِ فانوس نہ ابالی ؟ ۔

نہیں ہے بلبل کوں ایسے موسم میں درد و غم دھوپ میں خزاں کی
کہ آشیاں اس کوں خس کا بنگلا ہے سایۂ گل ہے آفتابی

ارے چکورو یہ چاندنی نہیں عبث کئے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوش بہار نسریں سیں دھوپ کا رنگ ماہتابی

ہوا شفق پوش باغ و صحرا محیط ہے رنگ لالہ و گل
غبار گلگوں ہے آب رنگیں زمیں ہے سرخ اور ہوا شہابی

سراج اس شوخ چشم کوں کہہ کہ باغ میں منتظر ہے نرگس
ہجوم شبنم سیں لے کہ موتی نثار کرنے کوں بھر رکابی

۴۱۹

راہِ خدا پرستی اول ہے خود پرستی　　ہستی میں نیستی ہے اور نیستی میں ہستی
اے ساقیٔ دل آگاہ کر درد سر سیں فارغ　　مخمور ہوں عطا کر جام ازل کی مستی
آبادیٔ[1] جہاں ہے اس کی نظر میں ویراں　　عاشق کوں ہو میسر جس وقت دل کی بستی
امید ہے کہ موہن دیدار مجکوں دیگا　　غم ہجر کا کریگا کب لگ دراز دستی

[1] آبادی دو عالم لگتی ہے اسکوں ویراں۔ ۳۹۱ ا۔

جلنے میں شمع بولی مجکوں سراج[1] یک شب
کرتی ہے ہر بلندی آخر کوں عزم پستی[1]

۶

غیرت سیں تجھ رفتار کی ہے سرنگوں کبک دری
اور شرم سیں رخسار کے پنہاں نظر سیں ہے پری

خورشید[2] رو کے رخ طرف ہرگز نہیں تاب نظر
خط شعاعی[3] سب ہے مگر ہر تار دستار زری

قمری اگن میں عشق کے جل مشت خاکستر[4] ہوئی
سرو بھی اس غم سنی کسوت کیا[5] اپنی ہری

دارائے[6] ملک راز ہو نوبت بجاؤں[7] عشق کی
دل کا اگر مجکوں ملے آئینہ اسکندری

درکار نہیں عشاق کوں کان جواہر گنج زر
سینہ کے ہے صندوق میں ہر داغ مہر اکبری

طرز نگہ کا پڑھ فسوں یک پل میں دل موہ[8] لیا
چشم[9] صنم کے دور میں اب ختم ہے جادوگری

ہر مصرعہ موزوں ترا سلک گہر ہے اے سراج[1]
بازار عالم میں نہیں کوئی تجھ سخن کا جوہری

---

[1] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ جام وشراب ساقی تب ایک ہو واکا ۔ فارغ کریگی سب ل جب سیم مدہ کی مستی۔ [1] سورج مکھی کے مکھ طرف۔ [2] ۳۹۱ ا۔ [3] شفق ہے۔ [4] ۳۹۱ ا۔ [4] ہوا۔ ح۔ [5] رنگا۔ [6] ۳۹۱ ا۔ [6] دارائے ملک بے خودی گر ہوں تو برجا ہے مجھے۔ [7] ۳۹۱ ا [7] بجادوں۔ ک۔ [8] تیر سے زین۔ [9] ۳۹۱ ا۔

۷

۲۴۳۱

شراب جہل سیں بے خود ہیں کیا نحوی کیا صرفی
کہ علم بے عمل کا جام ہے لبریز کم ظرفی

الف کا نقش ہے دل پر خیال سرو قامت سیں
ہے میری آہ کے مکتوب کا مضمون یک حرفی

غنیم عقل بیدردی کا لشکر ہو آیا ہے
مناسب نہیں ہے اس موسم میں فوج غم کی طرفی

مزہ کب ہے او سے حلوا گرم دل گدازی کا
کہ برف سرد مہری جسکوں ہے شیرینی برفی

سراج آنکھوں سیں میری اشک خونیں یوں ہے جاری
کہ رنگ زعفرانی سیں عیاں ہے موج شنگرفی

۸

۲۴۳۸

زلف[1] کافر سیں کیوں نہ دل اٹکے
جس کی ہر لٹ میں ہیں کئی لٹکے

دل مرا چاہتا ہے اے ظالم
تیغ ابرو کے ایک دو جھٹکے

بوالہوس گرد کی طرح جھڑ جائیں
اپنے دامن کوں یار جب جھٹکے

ہے[2] ترے قد پہ زلف خم در خم
نخل صندل پہ ناگ جیوں لٹکے

جب کروں سیر باغ گلرو بن
پھول پھولا ہو آنکھ میں کھٹکے

۱؎ پیو کی زلفوں میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ زلف مشکیں عیاں ہے تجھ قد پہ ۔ ۳۹۱ ا ۔

سوزِ غم سیں سراج ہے بے کل
دستِ افسوس کب تلک[1] پٹکے

۹

۲۴۴۲

جان جاتا ہے اب تو[2] آ جانی　　ہجر کی آگ پر چھڑک پانی
دامن و آستیں کوں رو رو کر　　خون دل سیں کیا ہوں[3] افشانی
زلف[4] تیری سیں داد پاؤں گا　　ہات آئی ہے اب پریشانی
لالہ رو پھر[5] بہار آئی ہے　　کیوں نہ ہوئے پھول کی فراوانی
گنج مخفی سیں آشنا ہے سراج
جب سیں ہوئی ہے نگاہ رحمانی[6]

۱۔ ب ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار :- اس پہ مت اپنے ظلم کا خنجر۔ جس نے کہا ہاہے میں ہجر کے پھٹکے۔ عاشقاں سر کوں لا کر ین قرباں
نازنیں تیغ ناز جب جھٹکے۔ جب کریں گلعذار سیر چمن۔ گل کی انکھیاں میں خار ہو کھٹکے۔ آب حیوان عشق ہے نایاب۔ خضر
جس کی تلاش میں بھٹکے۔ اے سجن رحم کر سراج اوپر۔ کب تلک تجھ بن سیں دکھوں پٹکے۔ ۲۔ تک دکھا۔ ب ۳۹۱ ا
۳۔ دام میں اینچتا ہوں آبیت۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴۔ پر۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۵۔ ب ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر کعبہ میں عشق
میں سر سجن کے۔ جان و دل سوں ہوا ہوں قربانی۔ کیوں نہ ہوئے ہو جیوتی میں ہو کا ظاہر۔ نظر آتی ہے شکل انسانی۔

۱۰

۲۴۴۷

موئے مژگاں ہیں مری چشم میں برچھی[1] کی انی — بلکہ ہر مو ہے ترے ہجر میں ہیرے[2] کی کنی
ابر نیساں برستا ہے مرے آنسو کا — کیوں نہ ہوئے موئے[3] پلک رشتۂ در عدنی
خار ہو آنکھ میں سلتا ہے مری برگ سمن — جب میں دیکھا ہوں میں اُس یار کی نازک بدنی
بر میں اسکے ہے عجب رنگ قبائے گلگوں — شاخ نورستہ کوں ہے گل ستی گل پیرہنی
عنبر افشانی گیسو سے پری رویاں دیکھ — دل آشفتہ ہوا نافۂ مشکِ ختنی
موٹھ جادو کی لگی مجکوں تغافل سیں ترے — ختم ہے جنبش ابرو میں تری سحر فنی

تاب خورشید قیامت ستی کیا خوف سراج
روز محشر ہے ترے سر پہ رسول مدنی

۱۱

۲۳۵۴

یار بن غیر سیں جو دل لاوے — پھر کر اپنے کیے کوں پچھتاوے
کب تلک ابر آتشین فراق — کینت پہ دل کے آگ برساوے
جو برہ دُکھ سہے وہی بوجھے — دل بے درد درد کیا پاوے

---

[1] ہیرے کی کنی۔ ۱۳۹۱ ا۔ [2] برچھی کی انی۔ ۱۳۹۱ ا۔ [3] میں ہی۔ ۱۳۹۱ ا۔

اوسکو پوچھوں[1] کہ کشف رکھتا ہے　　جو مرے دل کی بات بتلاوے

آج آیا ہے باغ میں لالا[2]　　کیوں نہ مرجھا کے پھول جھڑ جاوے

کیا عجب تجھ نگہ کی گرمی سیں　　آگ پانی ہو گل کی بہہ جاوے

بندۂ بے درم ہوا ہے سراج

یہ گلی چھوڑ کر کہاں جاوے

۱۲

۲۴۶۱ اگر ساقی خمارِ شوق میرے کی خبر پاوے　　شراب اشک وقت جام میں آنکھوں کے بھر لاوے

خدا جانے اٹھے کیا دھوم میخانے میں عالم کے　　اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

چمن میں تجھ بغیر اے گلبدن ہر آہ کا شعلہ　　عجب کیا آتشِ گل تربتِ بلبل میں بھڑکاوے

اگر مستی[3] تجھے درکار ہے کر گریۂ رقت　　شراب اس کے نصیبوں میں ہے جو بارش کو الٹاوے

مرا آنسو اگر دریا کوں پہنچے یاد ظالم میں　　کماں دار فلک قوسِ قزح سیں تیر برساوے

برہ کی آگ میں جلتا ہوں پن امید باقی ہے　　کباب دل مرا شاید نشہ میں یاد فرماوے

سراج اب تماشا شوق کا شعلہ جاں نثاری ہے

پتنگوں کی مراد اوس آگ وو شمع بر آوے

---

[1] پوچھے۔ ک۔ [2] لالہ۔ ک۔ [3] ح ندارد۔

۱۳

۲۴۶۸

ترش روئی کی تم اب لا نہ [illegible] نہیں گی — کوئی دنوں تھی فصل لیموں کی سو شاید ہو گئی

فرشِ چشمِ خوش نگاہاں جس کوں پا انداز ہے — کیوں نہ اس کے پانوں کا رنگِ حنا ہووے سرمئی

گر بیاضِ چشم گریاں میں لکھوں اس لب کے وصف — کیا عجب یہ کاغذِ ابری اگر ہووے پستئی

دیکھ تیری زلف کوں کھاتا ہے سنبل پیچ و تاب — اصل میں بدرگ ہے جس کی قوم ہے کاکارئی

نہیں ہوا اس شمع رو پر ایک قربان اے سراج
ہیں وو حسنِ آتشیں کے ایسے پروانے[1] کئی

۱۴

۲۴۷۳

نہ کہیے زلف کوں تیری اگر سنبل تو کیا کہیے — مگر اس حسن عالم گیر کا بالِ ہما کہیے

کلیدِ آہ سیں صندوقِ دل کا قفل کھلتا ہے — الٰہی[2] کارخانے کا او مشکل کشا کہیے

سبب لیلیٰ کے پایا لیلیٰ اصلی کوں مجنوں نے — رخِ دل دار کوں آئینہ معنی نما کہیے

ترا قد سر سیں لیکر پانوں لگ روحِ مجسم ہے — اگر نور خدا کہیے تو بے جا نہیں بجا کہیے

جہاں وو نور کی تصویر گذرے خوش خرامی سیں — مہ و خورشید کوں آئینہ دارِ نقشِ پا کہیے

۱؎ مردانے۔ ح۔ ۲؎ الٰہی اس۔ ۲۹۱ ا۔

حیاتِ جاوداں سے تجکوں حاصل سکے دیکھیا   تری چاہِ ذقن کوں چشمۂ آبِ بقا کہئے

ہوا ہے جیوں سراج از بس کہ غم کی آگ میں سوزاں

دلِ بے تاب کوں پروانۂ بزمِ فنا کہئے

۱۵

عجب اُس[1] پری رو کی بانکی ادا ہے   کہ جس پر سیں میرا دل و جان فدا ہے

سلامت رہے جانِ عشاق کیونکر   پلک ہے کٹاری نگہ نیمچا ہے

دیا تجکوں شمشاد و خط غلامی   تجھے سرو آزاد کہنا بجا ہے

گلستانِ خوبی میں اے حور پیکر   ترا سرو قد سدرۃ المنتہیٰ ہے

دلآرام[2] سیں ایکدم دور رہناں   ستم ہے الم ہے جفا ہے بلا ہے

صدف میں مری چشم گوہر فشاں کے   ہر ایک قطرۂ[3] آنسو دُرِ بے بہا ہے

پلک بادباں اشک ہے قعرِ دریا   مری چشم[4] کشتی و غم ناخدا ہے

عجب نہیں اگر ہو دل و جاں سیتی قرباں   ترا دیکھنا مجھ کوں عید الضحیٰ ہے

---

[1] ح میں "اس" چھوٹ گیا ہے۔ [2] جدا ایک ساعت صنم سیں سوں۔ ۳۹۱ ا۔ [3] انجو۔ ۳۹۱ ا
[4] چشم کشتی کوں۔ ۳۹۱ ا۔

سراج اب شہادت محبت میں پایا
گلی شوخِ خوں ریز کی کربلا[1] ہے

۱۶

۲۴۸۹

عشق میں اول فنا درکار ہے — دل سیں ترکِ ماسوا درکار ہے
ترکِ مقصد عین مقصد ہے اوسے — جس کوں دل کا مدعا درکار ہے
دل تنگ آیا ہے اب لازم ہے آہ — غنچۂ گل کوں صبا درکار ہے
زخمیٔ غم کیوں نہ کھینچے آہِ درد — حلق بسمل کوں صدا درکار ہے
وصف زلفِ یار کا آساں نہیں — رشتۂ فکرِ رسا درکار ہے
ہے[2] لبِ ساقی میں چشمہ خضر کا — گر تجھے آبِ بقا درکار ہے
رنگ میرا کانِ زر ہے اے صنم — مجھ سیں[3] آلِ گر طلا درکار ہے
گوشۂ ابرو دکھا اے قبلہ رو — مجکوں محرابِ دعا درکار ہے

---

[1] ۳۹۱ ر کے اضافہ شعر: — عطا کر بھکاری کوں ٹک روپ درسن — مرا دل سجن نخچہ گل کا گدا ہے۔ زری خاکِ پا نور دیتی نین کوں۔ وہی خوں میں عشاق کے تو نہیا ہے۔ [2] پیو کے لب میں دیکھ۔ ۳۹۱ ر۔ [3] دیکھ اسکوں ۳۹۱ ر۔

دل[۱] رقیبوں کا جلانے اے سراج
آتشیں رو دلربا درکار ہے[۲]

۱۷

۲۴۹۸

تر ا رخ صبح کوں شمس الضحیٰ ہے　　شبِ تاریک میں بدر الدجیٰ ہے

پلا جا شربتِ[۳] دیدار ظالم　　شہیدِ غم شہیدِ کربلا ہے

مرا دل بحرِ بے پایانِ غم میں　　جہازِ بے خودی کا ناخدا ہے

طریقِ عشق میں مجکوں ہمیشہ　　محبت دوست ہے غم آشنا ہے

قیامت لگ نصیب اسکوں شفا نہیں　　مرا وردِ جگر کیا لا دوا ہے

زباں پر عاشقِ وحدت نوا کی　　بیانِ "لیس فی دارٍ سوا" ہے

خطر اس کوں نہیں ہے راہِ غم میں　　امامِ عشق جس کا پیشوا ہے

مرے غواصِ دل پر یوں ہے معلوم　　کہ دریائے جنوں بے انتہا ہے

۱۔ ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار:۔ جو ذکر ہے تعریف اس کی زلف کی ۔ اس کے تئیں فکر رسا درکار ہے ۔ کاں ہے وہ ہم رنگ میرا آشنا ۔ کاہ اوڑانے کہربا درکار ہے ۔ ۲۔ ہوش کھونے عاشقوں کا اے سراج شاہد گل کوں قبا درکار ہے ۔ ۳۔ تک ۔ ۳۹۱ ا ۔

سراج[1] اس شمع رو کی یاد ہر دم
دل بیمار[2] میرے کا عصا ہے

۱۸

۲۵۰۷

دل[3] یار سیں آشنا ہوا ہے　　بن مجھ ستی بے وفا ہوا ہے
انکھوں کے صدف میں قطرۂ اشک　　کیا گوہر[4] بے بہا ہوا ہے
مصحف[5] میں جبیں کے مد[6] ابرو　　بسم اللہ ابتدا ہوا ہے
آئینۂ دل کہ بے صفا تھا　　تجھ عشق سیں خوش جلا ہوا ہے
معشوق[7] ہے عاشقوں کا عاشق　　ہاتف سیں مجھے ندا ہوا ہے
عاشق ہے وو کوئی کہ دو جہاں سیں　　آزاد ہو بے ریا ہوا ہے
کیا وجہ کہ وو ہلال ابرو　　اس چاند میں کم نما ہوا ہے
ہے پنجۂ عشق بس کہ پر زور　　پیراہن دل قبا ہوا ہے

[1] ۱۳۹ ا کا اضافہ شعر۔ شب ہجراں میں ہر دم نالۂ جاں کاہ۔ دل بیمار میرے کا عصا ہے۔ [2] سراج ازبس ہوا منصور ثانی۔ زباں پر "لیس فی دلقی سوا ہے" ۱۳۹ ا۔ [3] دل پیو ستی۔ ۱۳۹ ا۔ [4] ہر یک دُر ۱۳۹ ا۔ [5] تجھ مکھ کے صفحے پر۔ ۱۳۹ ا۔ [6] مد اوپر۔ ح۔ [7] پیو جیو سوں جدا نہیں ہے یک آں۔ ۱۳۹ ا۔

آسوز دل سراج[1] کوں دیکھ
پروانہ جاں فدا ہوا ہے

۱۹

۲۵۱۶ کیا طرفہ نذر بھیجوں[2] خوش ادا کے واسطے — دل تصدق بلکہ جاں اس دلربا کے واسطے
تاشتابی سیں ہلال ابرو کوں دیکھے اس سبب — چاک دل نے ہات کھولا ہے دعا کے واسطے
کب[3] نظر آویگا یارب وو مرا آرام جاں — دوست بیگانے ہوئے جس آشنا کے واسطے
عشق کی آتش میں سیماب دل بیتاب دیکھ — شعلہ محنت میں مت جل کیمیا کے واسطے
دانہ یاقوت دل میرے کوں رکھ اے کان حسن — تکمہ گر درکار ہے بند قبا کے واسطے
کھول[4] کر آنکھوں کی جھولی شوق دل محتاج ہے — بھیک دے دیدار کی ظالم خدا کے واسطے
ہے اوسے نور بقا صبح ابد لگ جیوں[5] سراج
شمع سا جو کوئی کمر باندھا فنا کے واسطے

---

[1] بندہ ہے سراج یا محمد۔ توں شاہ ترا گدا ہوا ہے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] بھیجاؤں بیا کے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] کاں ہے یارب نہیں نظر آتا ہے وو۔ ۳۹۱ ا۔ [4] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر: تجہ گلی میں آ کدا ہو کر کھڑا ہے منتظر۔ روپیہ درسن دے بھکاری کوں خدا کے واسطے۔ [5] اسے۔ ک۔

۳۰

۲۵۲۳

ہوئے ہیں ہم فدا بادِ صبا کے　　کہ آتی ہے گلی سیں دلرُبا کے

صنم[1] کس بند سیں پہنچوں[2] ہے پاس　　ہزاروں بند ہیں تیری قبا کے

کر اوس سوزن پلک نے دل منے ٹک　　حمایت کے کئے ہیں بند نا کے

ہوئے مست الست اُس دور میں ہم　　لئے ہیں اپنے سر وعدے بلا کے

نہ ہوویں بیگانہ کیوں آشنا سیں　　کہ ہیں ہم آشنا نا آشنا کے

بسایا[3] قول دے ویرانۂ دل　　سبب کیا ہے کہ بھیجا غم کے ڈاکے

سراج اس پنجم دُشتی کوں کیا رام

ہرن عاشق ہوئے اُس کی صدا کے

۳۱

۲۵۳۰

اے زاہد و تمہیں فردوس کی تمنا ہے　　ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے

ہماری شوخی و رندی میں کیا تجھے واعظ　　اس میں بارہ کہ ترا کام زہد و تقوا ہے

---

[1] سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] گن ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] نگر دل کا بسایا قول دے کر ۔ ۳۹۱ ا ۔

[4] کیے نہیں ہیں آہ سوں رام ۔ ۳۹۱ ا ۔

اے بے خبر تو نہیں دل کے راز سیں محرم
ہمارے حال پہ تیرا یہ طعن بے جا ہے

ہمارے مشرب رندی کا سدّ راہ نہ ہو
عبث اے زاہد پرفن یہ شور و غوغا ہے

موافقت کرے کیوں میکشوں ستی زاہد
ادھر شراب ادھر مسجد و مصلّے ہے

صنم کے عارض و قامت کوں دیکھ اے غافل
اگر ہوائے بہشت آرزوئے طوبا ہے

گلہ کسی کا نہ کر اے سراج ہرگز توں
خموش ہو کہ سمجھ یہہ عجب معمّا ہے

۲۳

۲۵۳۷

پیاری بات پیارے کی جو کوئی مجکوں سناتا ہے
جگر سیں تاب دل سیں ہوش تن سیں جی الجھاتا ہے

تمہارا اسم اعظم ورد کرنے اضطراب دل
پلک کے ہات سیں آنسو کی لے سمرن پھراتا ہے

مرے دل پر بھی ہے جب سیں یاد دامن الفت
مثال غنچہ اپنے پیرہن میں نہیں سماتا ہے

لے ابوالکا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ے پیا۔ ۳۹۱ ر۔ ۳ے ملونی۔ ۵۲۲ ا۔ ۴ے بیاکا۔ ۳۹۱ ا۔

مرتی[1] آنکھوں کے دو نو پٹ کھلے تھے انتظاری میں
سو ویسے میں یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ آتا ہے

نہیں ہے مدعا اس شوخ کا عاشق کشی اوپر
شہیدوں کوں دم[2] شمشیر کا پانی پلاتا ہے

مرے پیغام کوں ہرگز نہیں ہے حاجت قاصد
تصدق تجھ پہ ہونے کوں مرا جی آپھے آتا ہے

لگی اس شمع روسیں کیا لگن پروانۂ دل کوں
کہ مانند سراج اس غم میں اپنا جی جلاتا ہے

۲۳

۲۵۴۴

تری تیغ نگہ کا دل نے مونہہ پر وار کھایا ہے — پھر آخر کیوں نہ ہووے راو دیکھو کیا جی جلایا ہے

عبث ہے آشنائی ان[3] فانا آشناؤں کی — اسی احوال پر یہہ شعر ہم کوں یاد آیا ہے

ہمارے دل کی جو کوئی قدر نئیں تو اسکوں دل نہ دیجے — نہ دیجے دل کسی بے درد کوں دل پرایا ہے

کسی استاد تیر انداز نے لئے[4] سینں نگاہوں کی — ہمارے تو وہ دل پر عجب لیسیں[5] چلایا ہے

۱؎ نین کے پٹ کھلے میں انتظاری میں سو سکیے۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ ابس کی تیغ کا۔ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ سیں۔ ۳۹۱ ا۔ ۴؎ لیساں ۳۹۱ ا
۵؎ لاسیں۔ ۲۰۵ ا۔

یکایک کھول کر مٹھی[1] پلک کی موند لیتے ہیں　　مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوئی لعل پایا ہے

وو ظالم کیا قیامت ہے کہ انداز تغافل سیں　　جواب گریۂ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

سراج مجلس بے تابیٔ دل اس کوں کہہ سکیے
کہ جس عاشق نے جیوں پروانہ رمز عشق پایا ہے

۲۴

۲۵۷　اگر مسجد میں اے زاہد وو مست نیم خواب آوے　　ترے ہر دانۂ تسبیح میں بوئے شراب آوے

فجر ہوئی منتظر ہوں قاصد باد صبا کا میں　　کتابت[2] آہ کی بھیجا ہوں اب شاید جواب آوے

غزل خواں گر خوش آوازی سیں آوے مجھ طرف ہوں　　رگ[3] جاں سیں صدائے نغمۂ تار رباب آوے

بجا ہے گر تمہارے نقش پا کی دھول اوڑنے سیں　　ہر ایک ذرہ کا استقبال لینے آفتاب آوے

عجب کیا نعمت دیدار ساقی دیکھ آنسو ہے[4]　　ہمارے دیدۂ نادیدہ کے منہ میں لعاب آوے

گل[5] اپنے رنگ پر مغرور بجا ہے ترے ہوتے　　پسینا لاوے شبنم کا اگر اوس کوں حجاب آوے

سراج اوس قد موزوں کے تصور میں تعجب نہیں
کہ فکر سر سری سیتی ہر ایک فرد انتخاب آوے

---

[1] دونوں پلک کو موند لیتا ہوں۔ ک۔ [2] کتاب آہ۔ ح۔ [3] ہر یک رگ سوں۔ ۱۳۹۱۔ [4] ہیں۔ ک۔ [5] اپس کے رنگ مغرور ہے پیو کے مقابل گل۔ ۱۳۹۱۔

۲۵

ہجر[1] کی آگ میں عذاب نہ دے ۔۔۔ مثلِ سیماب اضطراب نہ دے ۲۵۵۸

صندلی حُسن ہے ترا درکار ۔۔۔ دردِ سر کوں مرے گلاب نہ دے

بس[2] ترا دورِ چشم اے ساقی ۔۔۔ ہوش کھونے مجھے شراب نہ دے

زاہدِ خشک کوں شراب نہ دے ۔۔۔ آگ دے خار و خس کو آب نہ دے

اپنے ماروں[3] کو مت پریشاں کر ۔۔۔ زلفِ مشکیں کوں پیچ و تاب نہ دے

عاشقوں کوں ہے لذتِ دشنام ۔۔۔ ہر کمینے کوں یہہ خطاب نہ دے

کس نے اے بحرِ حُسن تجھ کوں کہا ۔۔۔ کہ کسی تشنہ لب کوں آب نہ دے

کام[4] جاہل کا ہے سخن چینی
اے سراج اس کوں تو جواب نہ دے[5]

۲۶

یار کے گیسو کا پیچ و تاب کھینچا چاہیے ۔۔۔ اس دھوئیں کا ایکدم قلاب کھینچا چاہیے ۲۵۶۶

---

[1] غم کی آتش میں مجھ ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] بس ہے تیری نگاہ اے ساقی ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] مارے ۔ ۳۹۱ و ۔ [4] ہجر کی آگ میں جلا ہے سراج ۔ اسکو ظالم اتنا عذاب دے ۔ ۳۹۱ ۵ ۔ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ اپنی تیغ نگہ سوں سحر سوں ۔ قتل کرنے سیاہ تاب نہ دے ۔

گلبدن شاید کہ ہوئے مہرباں رونے ستی		آبِ گلاب و دیدہ لیے خواب کھینچا چاہیے
آہ کرنا خونِ دل پانی ہوا آنکھوں سیں بہے		کیونکہ بن رسّی کوئے سیں آب کھینچا چاہیے
ہے تپِ دل کی دوا آسان لیکن جب ملے		اسکے لب سیں شربتِ عنّاب کھینچا چاہیے
یار تھا غمخوار تھا درد[1] و بلا میں بار[2] ہا		ہر طرح نازدل لیے تاب کھینچا چاہیے
جس ورق پر ہے مری بے تابیٔ دل کا بیاں		گرد اُس کے جدولِ سیماب کھینچا چاہیے

اے سراج آیا ہے میرا ساقیٔ مجلس فروز
عشرتِ دل کی شرابِ ناب کھینچا چاہیے

۲۷

۲۵۷۳

ہمارا[3] سروقد جادو لقب ہے		کہ جس کوں دیکھ کر قمری[4] عجب ہے
ترے ابرو پہ نقطہ خال کا دیکھ		ہوا معلوم بیتِ منتخب ہے
ترے بن اے گلِ باغِ محبت		شتابی آکہ بلبل جاں بلب ہے
کیا ہے عید کے دن وعدۂ وصل		بتا و عید کا اب چاند کب ہے

[1] پیو کی گلی میں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] یار تھا۔ ۵۰۲ ا۔ [3] عجب وو من ہرن۔ ۳۹۱ ا۔ [4] عالم۔ ۳۹۱ ا۔

گزر کر کوچۂ گل رو میں یک بار اگر فردوس رضواں کی طلب ہے

صنم کی زلف کوں رخسار پر دیکھ چھپا خورشید بوجھا وقت شب ہے

سراج اب مجکوں یوں روشن ہوا ہے
کہ شمع محفل دانش ادب ہے

۲۸

شراب معرفت پی کر جو کوئی مجذوب ہوتا ہے در و دیوار اُس کوں مظہر محبوب ہوتا ہے ۲۵۸۰

مرے سیں ازہ غم کا تحمل ہو نہیں سکتا ہے جدائی میں کیا جو کوئی کہ صبر ایوب ہوتا ہے

مرا دل پیچ و تاب عشق سیں یہاں لگ پریشاں ہے کہ اُسکی[1] زلف کے رشتے میں جا منسوب ہوتا ہے

حجاب عشق کوں نہیں جلوۂ دیدار کی طاقت مرا دل یاد سیں دلدار کی محجوب ہوتا ہے

خط شب رنگ سیں تیرے[2] لب رنگیں کوں قیمت ہے اگرچہ لعل جو مو دار ہے معیوب ہوتا ہے

نہیں ہے تاب مجکوں ہجر کے طومار لکھنے[3] کی مرا دل پیچ کھا سینے میں خود مکتوب ہوتا ہے

---

[1] تمہارے سلسلے میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] دیا ہے زیب تجہ لب کوں خط شب رنگ پر سبزی ۳۹۱ ا ۔ [3] اپس کا درد کا پیغام پیو کے پاس پہنچانے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [4] جیوں ۔ ۵۸۴ ا ۔

سراج ازبس نزاکت ہے ہمارے شعرِ رنگیں میں
جو کوئی[1] نازک طبیعت ہے اوسے مرغوب ہوتا ہے

۲۹

۲۵۸۷ دل مرا ساغرِ[2] شکایت ہے — زہرِ غم[3] بس کہ بے نہایت ہے
دو[4] بھویں مجھ پہ کیوں نہ ظلم کریں — چشم خوں ریز کی حمایت ہے
دیو مجھے لاکھ دام کی جاگیر — زلف کھولو بڑی رعایت ہے
نقد دیدار بوالہوس کوں نہ دیو — اس میں سرکار کی کفایت ہے
بے[5] گناہوں کوں قتل کرنے پہ — مفتیِ ناز کی روایت ہے
ہیکل لختِ دل میں حرفِ وفا — مرشدِ عشق کی عنایت ہے
شمع روشن بیانِ سوزِ سراج
کہ عجب درد کی حکایت ہے

۱ے مثالِ گل ہر ایک طبع کوں ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۲ے آج پر ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۳ے ہجر کا درد ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۴ے ۱۳۹۱ ا کے اضافہ شعر حسبِ ذیل ہیں ۔ اے ستمگر تری جدائی میں ۔ ہر طرف درد کی حکایت ہے ۔ آہ برپا ہے آج تجھ غم میں ۔ عشق کی فوج کا یہ راوت ہے خط نہیں گرد عارض گلرو ۔ مصحف حسن کی یہ آیت ہے ۔ ۵ے قتل کرنے پہ ہم شہیدوں کے ۔ ۱۳۹۱ ا ۔

۳۰

۲۶۰۳

جس کوں دردِ[۱] جگر کی لذّت ہے　　زہر اُس کوں مثالِ امرت ہے

دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں　　نکہتِ گل شہیدِ حیرت ہے

کم نمائی سیں اُس قمر رو کوں　　ماہِ نو کی مثال شہرت ہے

میری آنکھوں میں یار کی تصویر　　عکسِ آئینۂ محبّت ہے

جہاں[۲] میں کیوں نہ آوے دل میرا　　تجھ جُدائی کی مجکوں نوبت ہے

کیا[۳] اچکا ہو ہے زلف میں تیری　　آرسی جس کوں دیکھ حیرت ہے

وصل میں[۴] اضطراب جاتا نہیں　　سوزنِ مجکوں ایک ساعت ہے

مثلِ آئینہ کر مند پوشی　　صافیِ سینہ ترکِ زینت ہے

پھر پتنگوں کا شور اُٹھا ہے سراج

جلوۂ شمع رو قیامت ہے

۱۔ تیری ہرہ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ کھینچ مکھ پر نقاب اے ظالم۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ کی شب میں اے پری پیکر۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴۔ ۳۹۱ ا کے مختلف اشعار۔ گردشِ چشم میں تری اے شوخ۔ دل لبجانے کی کیا عجب گت ہے۔ کام ہوتا ہے تجھ پہ جادو کا۔ کیا بلا تجھ ادا کی حرفت ہے۔ برق نالا کہ تاب بے دم ہو۔ بس کہ تیری نگہ میں شرعت ہے۔ دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں۔ نکہتِ گل شہیدِ حیرت ہے۔ بیچ دینے کوں عاشقوں کے سراج۔ زلف پیو کی بلا ہے آفت ہے۔

۳۱

۲۶۱۰ دل مرا رخصت طلب ہے دام الفت سیں مری[1] — من ہرن تنہا ہد کہ وحشی ہے محبت سیں مری

ہوں گرفتارِ خیالِ غمزۂ آہو نگاہ — دام ہے موج پری تاثیر وحشت سیں مری

انتظارِ چشم ساقی میں گیا ہے جی مرا — دیدہ ہو نرگس اوگے البتہ تربت سیں مری

عکس میرا جلوہ گر ہووے اگر گرداب میں — آب ہوئے آئینہ تصویرِ حیرت سیں مری

تلخیٔ غم پوچھتا ہے شربتِ شیریں جبیش — ہے دہانِ کوہکن پر زہر شربت سیں مری

دشتِ غم میں ہے مجھے خارِ مغیلاں برگِ گل — فرش مخمل دور ہے خواب فراغت سیں مری

شعلہ روشن سوزِ دل سیں بس کہ روتا ہوں سراج[2]
شمع پانی ہو گئی ہے اشک رقت سیں مری

۳۲

۳۶۱۶ اس زلف مشک بو کی خشن میں لپٹ گئی — برجا ہے قدر نافۂ تاتار گھٹ گئی

دیوانہ قید ہوش سیں آزاد ہو گیا — شکر خدا کہ پانوں کی زنجیر کٹ گئی

---

[1] ک میں ردیف "تیری" ہے۔ — [2] گرچہ جان و دل سوں ہوں مشتاق اسکا اے سراج۔
بے خبر ہے یار درد بے نہایت سوں مری۔ ۳۹۱ ا۔

حیراں ہوں اس کی ابروے پرچیں کوں دیکھ کر
تقصیر کچھ نہ تھی کہ یہ سیفی الٹ گئی

ذرنا تھا میں وو کاکل کافر کی پیچ سیں
آخر کوں ہو کہ ہار گلے سیں لپٹ گئی

ہیں بے خبر تھا یو کے تبسم نے کی خبر
بلبل کی نیند خندۂ گل سیں اوچٹ گئی

آنے میں اس کے اشک رواں ہو گئے
اس تند خو کی دھاک سیں فوج ہٹ گئی

اب عرض حال یار سیں لازم ہے اے سراج
تنہا ہے شمع بیٹھ پتنگوں کی چھوٹ گئی

۳۳

جس کوں ملک بے خودی کا راج ہے
بے زمیں تخت اور بگولا تاج ہے

خواب میں وو زلف مشکیں دیکھنا
خو میں میرے لیلۃ المعراج ہے

دیکھ کر لشکر غنیم عشق کا
کشور عقل و خرد تاراج ہے

اے طبیب مہرباں بیمار ہجر
شربت دیدار کا محتاج ہے

یار کی آنکھوں میں ہے جیسی حیا
چشم نرگس میں کہاں یہ لاج ہے

۲۶۲۴

ا۔ بار ہا وو ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ اس کے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ ہٹ ۔ ک ۔ ۴۔ تیری زلف کوں ۔ ۳۹۱ ا ۔

اس کماں ابرو کے تیر ناز کا[1] سینہ چاکوں کا جگر آماج ہے

دل مرا تجھ غم سیں اے جانِ سراج

بیشتر بے تاب کل سیں آج ہے

۳۴

۲۶۳۱

گرچہ خوبی کے چمن میں قد ترا شمشاد ہے قمریوں کے شور سیں لیکن نپٹ آزاد ہے

تجھ برہ کی صوبہ داری کے عمل میں ہر طرف ظلم ہے، افسوس ہے، فریاد ہے، بیداد ہے

لاؤ بالی شوخ کے دل میں نہیں آتا ہے رحم ہوش و صبر عاشق بیدل اگر برباد ہے

ایک گردش میں صنم کی چشم نے کھویا ہے[2] ہوش دل لے جانے کوں یہہ ساحر کیا بلا اوستاد ہے

مسجد وحشت[3] میں پڑھتا ہے تراویح جنوں مصحف حسن پری رخسار جس کوں یاد ہے

کیوں نہ ہووے دل ہمارا ہمسر[4] باغ ارم یاد رخسار پری رویاں سیں خلد آباد ہے

ہات میں شمشیر[5] لے آتا ہے وو جلاد خو عاشقوں کوں عید قرباں کی مبارکباد ہے

کیوں نہ جاری ہوئے ہوئے نیشتر آنکھوں سیں مری[6] نالہ جانکاہ، دل پر تیشۂ فرہاد ہے

---

[1] تجھ نگہ کے سیں کا اسے خوش نہیں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] گر۔ ک۔ [3] مسجد غم میں تراویح جنوں کیوں نا پڑے ۳۹۱ ا۔ [4] مراب۔ ۳۹۱ ا۔ [5] خنجر بہ کف۔ ۳۹۱ ا۔ [6] مجھ آنکھوں سیتی۔ ۳۹۱ ا۔

عاشقوں کے مرغ دل کے صید کرنے کوں سراج
تار زلف و کشش نگاہاں رشتۂ صیاد ہے

۳۵

۲۶۴۰

رنگیں بہار گلشن غم رنگ زرد ہے — موج نسیم باغ جنوں آہ سرد ہے
جز شربت وصال نہیں علاج اوسے — جس کے جگر میں دوری ساقی کا درد ہے
جو عاشقی کے درد میں لبریز ہو ہیں درد — اکسیر ان کے دامن ہمت کی گرد ہے
بازی دیا ہے مجکوں ترے تیر نے ستم — ششدر میں غم کے بند مر دل کی نرد ہے
ہے مطلع قصیدۂ انوار جیوں سراج
دیوان کائنات بیچ جو کوئی کہ فرد ہے

۳۶

۲۶۴۵

بیتاب دل گیا تو اوسے گرد ہو لیئے — عاشق فنا ہوا تو اوسے مرد ہو لیئے
شربت [illegible] — ایسا طبیب کاں ہے جسے درد ہو لیئے
ہے کیا کتاب مطلع انوار رخ ترا — سورج کوں جس کا ایک ورق زرد ہو لیئے

۱- ہو کی جدائی - ۳۶۱ ل - [illegible] ۲- [illegible] ہوگا - ۳۶۱ ل - ۲- کہاں - ک -

جیو بو ہوئے ہیں محو ہر یک رنگ گل میں ہم ‌ ‌ اے بلبلو! صدائے انا الورد بولئے

البتہ ہووے مطلع دیوان آفتاب ‌ ‌ تجھ حسن کی صفت میں اگر فرد بولئے

بازی ہے جان ہجر ہے ہار اور وصال جیت ‌ ‌ غم ہے بساط[1] دل کوں مہرے نرد بولئے

ہے آگ عاشقوں کا دم سرد اے سراج

اور آگ کی لپٹ کوں دم سرد بولئے

٣٧

٢٦٥٢

آتش غم سیں مرے باغ میں گرد و داؤ اٹھے ‌ ‌ برگ گل سیں شرر شعلۂ نمرود اٹھے

کشتۂ خنجر بیداد صنم حشر کے دن ‌ ‌ سرخرو ہو صف عشاق میں خوشنود اٹھے

رقت دل سیں مرے چشمۂ خورشید ستی ‌ ‌ جوش فوارۂ اشک جگر آلود اٹھے

ان غزالوں ستی چھوٹے نہ رہے یہ وحشت ‌ ‌ اپنی وادی سیں اگر ہیکل مردود اٹھے

سرمۂ چشم ہے خاک قدم یار سراج

آرزو ہے کہ غبار رہ مقصود اٹھے

---

[1] ہے جگ میں جیت اسی کی جو کوئی عشق باز ہے ۔ یہ دل نہیں ہے جگ کے جیسے نرد بولئے

ع ٣٩١ ا ۔

۳۸

۲۶۵۷ جو کوئی نقصان میں سرمایۂ بہبود کوں دیکھے ۔ زمیں میں ڈال تخمِ دل، برِ مقصود کوں دیکھے

ملے گلزارِ ابراہیم اس کوں وصل جاناں کا ۔ جو کوئی اول برہ کی آتشِ نمرود کوں دیکھے

کبابِ دل کوں میرے تہمتِ خامی کی لگتی نہیں ۔ جسے باور نہیں تو شعلۂ بے دود کوں دیکھے

خمارِ شوق سیں خمیازہ لے طاقت کھینچے ۔ اگر نرگس تمہاری چشمِ خواب آلود کوں دیکھے

اگر کوئی جلوۂ دیدار پاوے اس پری رو کا ۔ بہ آئینہ میں عکسِ طالعِ مسعود کوں دیکھے

سجا ہے گر کلید وقت کہنے اے سراج اس کوں
جو کوئی بہ یک تجلی[۲] میں ہو الموجود کوں دیکھے

۳۹

۲۶۶۳ دل [illegible] ہوا ہے ۔ ہر داغ او سے[۳] روزنِ اُمید ہوا ہے

روشن ہے سبب عشق کے کیفیتِ عالم ۔ آئینۂ دل ساغرِ جمشید ہوا ہے

۱؎ خشق ۔ [illegible] ۲۹۱ [illegible] ۲۹۱ [illegible] کرے گا بے خودی میں محو زاہد خود نمائی کوں تامل سیں اگر [illegible] دیکھے ۔ ۲؎ کُل [illegible] ۔ ۲۹۱ [illegible] کرتا ہے تیرے مکھ کی تجلی کا تصور

آئینۂ دل ساغرِ [illegible] ۔ ۲۹۱ [illegible]

ازبس[1] کہ مری لیلی خوش قد کا ہے مجنوں　　　گلزار میں ہر سرو بھی بید ہوا ہے

بیٹھا ہے اوسے آب دم خنجر قاتل　　　دھو ہات جو کوئی جان سیں نومید ہوا ہے

نہیں تشنہ لبی اس کوں مثل آب خضر کی
جو عشق ستی زندۂ جاوید ہوا ہے

۴۰

۳۶۶ا

چہرے پہ گلبدن کے عجائب بہار ہے　　　جس کے[2] بغیر بلبل دل بے قرار ہے

یا برگ گل پہ سبزۂ سیراب ہے عیاں　　　یا لعل لب پہ خط زمرد نگار ہے

ازبس کہ شمع رو کی جھلک نہیں ہے تاب　　　فانوس شمع پیرہن زباں کا حصار ہے

تجھ شوق کی[3] گرمی سوں ہوا چاک چاک دل　　　معلوم یوں ہوا کہ بہشتی انار ہے

سیر چمن میں دل نہ کھلے غم کے بند کا　　　گل رو کا دیکھنا اوسے باغ و بہار ہے

دامن ترے کوں ہاتھ لگاؤں تو کیا عجب　　　تجھ پر بھی یہ عیاں کہ مرا خاکسار ہے

تجھ بن ہر ایک چشم ہے نرگس کی چشم اشک بار　　　ولی کے جگر کوں زور فرنگ آبدار ہے

لے تجھ بات ہر یک باغ میں ہے داغ ہر یک برگ۔ ۱۳۹۱ا۔ ۲ے جس دیکھنے کوں۔ ۱۳۹۱ا۔ ۳ے عشق کی۔

مہندی کوں تو نہ باندھ بانہ انگل شتاب ہر ہر قدم پہ خون شہیداں نثار ہے

تیری طرف تیں پیا کوں تیا بول اے سراج

عالم ترے نہال کا امیدوار ہے

۴۱

عجب میں ہوں کہ دل آئینہ وار کس کا ہے کیا ہے آپ سیں بے اختیار کس کا ہے

صنم کی طرز تغافل کوں نئیں کچھ بیاں ہو کہ دل میں آئینہ رو کے غبار کس کا ہے

مرے خیال کے گلشن کوں جن نے سبز کیا نہ جانوں خط زمردنگار کس کا ہے

دوچار آئینہ میں تجھ کوں کچھ سکتا نہیں بغیر اس جہاں میں تجھے اعتبار کس کا ہے

اسی خیال سیں کھلتا نہیں ہم آغوشی کہ آج وو گل بے خار ہار کس کا ہے

وو صبح اوپر اگرچہ رخ چمن کھلیا نہیں تو مہر طشت جواہر نگار کس کا ہے

ہوا ہوں آج نپٹ زخم عشق سیں بے کل کہو کہ خنجر زہر آبدار کس کا ہے

جو کوئی ہے بلبل گلزار شوق وو سے پوچھو کہ وو صنم گل رنگیں بہار کس کا ہے

عجب نہیں ہے جو ہوئے تیرا جیو سیماب رہ کی آگ ہے یہاں اختیار کس کا ہے۔

۲۹۷۷

واقعی کس کا نہیں

۱ے پاک سوں نقل بعد سوں ہے جواب ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ے ک ۔

قبول کر نذرِ عندلیبِ گلشنِ شوق　　کبھی تو کہہ کہ دل چاک ناکس کا ہے

جلا کے خاک کیا پن کبھی بھی یوں نہ کہا
سراج سوختہ دل خاکسار کس کا ہے

۴۲

۲۶۸۸

کیا وار دل کے پار ہیں پیارے کیے پیار　　کاری[1] ہیں زخم خنجرِ زہر آب دار کے

ہوئے کیوں نہ تازہ سبزۂ خطِ باغِ حسن میں　　پایا ہے آب چاہِ زنخداں سیں یار کے

دل کوں تمھاری زلف کی لٹ کا خیال ہے　　ڈالو شکار بند گلے میں شکار کے

دیکھا[2] ہوں جب سیں دانت ترے پان سیں سرخ　　میری نظر میں نقش ہیں دانے انار کے

یک جام آ کہ شربتِ دیدار ٹک پلا　　کئی دل ہوئے شہید ترے انتظار کے

قاتل کی ٹک[3] نگہ غضب آلود دیکھ کر　　جاتے رہے ہیں پانو مرے اختیار کے

خورشید رو بغیر[4] شبِ غم میں ہیں[5] سراج
روشن چراغ[6] اشک رواں کی قطار کے

---

[1] یا زخم ہینگے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] شیریں دہن کے دیکھ دہن رنگ پاں سیں سرخ۔ ۳۹۱ ا۔ [3] یک ک۔ [4] کے باج۔ ۳۹۱ ا۔ [5] اے۔ ک۔ [6] ہوئے چراغ انجھو۔ ۳۹۱ ا۔

۴۳

چشم ساقی کا جو کوئی بیمار ہے　　نرگس گلزار سیں بے زار ہے　　۲۶۸۸

ابروے پر چیں سے کرتا ہے شہید　　کیا بلا شمشیر جوہر دار ہے

بس کہ تجھ قد پر ہوئی ہیں مبتلا　　سرو گلشن قمریوں کوں خار ہے

ہر ادا اس غمزۂ خوں ریز کی　　تن میں میرے تیر ہے تلوار ہے

زخم تیری تیغ کا اے گلبدن　　سینہ چاکوں کے گلے کا ہار ہے

گردش چشم پری رو دیکھ کر　　دل مرا لے جام مے سرشار ہے

تجھ بنا اس لعبت جاں کی طرح
زندگی سیں جی مرا بے زار ہے

۴۴

دل شیفتۂ زلف گرہ وار ہوا ہے　　ہر تار کے سودے میں گرفتار ہوا ہے　　۲۶۹۵

زاہد نے ترے نرگس شنگوں کی نہ بن　　کیفیت مستی سیں خبردار ہوا ہے

۱۔ مجھ بیاکی چشم ۔ ۳۹۱ ل ۔ ۲۔ نظارہ شمشیر ۔ ۳۹۱ ل ۔ ۳۔ نیم بسمل ہو تڑپتا ہے سر آج ۔
کیا بلا دو ابروئے خمدار ہے ۔ ۳۹۱ ل

جب سیں وو سہی قد نے کیا سیر گلستاں
قمری کے گلے طوق جنوں ہار رہوا ہے

بازار جہاں سیر کیا نقد خرد لے
دل جنس محبت کا خریدار رہوا ہے

فوج خرد و ہوش میں ہل چل ہے سبب کیا
شاید کہ علم آہ نمودار ہوا ہے

جو کوئی تری آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہے
نرگس کے تماشے ستی بیزار رہوا ہے

پروانۂ مقصود کوں پایا ہے سراج آج
دل سوختۂ شعلۂ دیدار رہوا ہے

۴۵

۲۷۰۴

اول سیں دل مرا جو گرفتار تھا سو ہے
میرے گلے میں عشق کا زنار تھا سو ہے

اے شاہِ حسن مجکو تمہاری جناب میں
ازبس سیں بندگی کا جو اقرار تھا سو ہے

معلوم یوں ہوا کہ نصیبوں میں نہیں شفا
شمشیرِ غم کا وار جگر پار تھا سو ہے

جیوں غنچہ سیر باغ سیں ہوتا ہوں تنگ دل
تجھ بن مری نگاہ میں گل خار تھا سو ہے

سوزن مثال آنکھ میں کھلتی ہے ہر پلک
تیری برہ کا خار دل آزار تھا سو ہے

اب لگ غمِ فراق جدائی کی رات میں
یار و رفیق و مونس و غمخوار تھا سو ہے

---

۱ شاید کہ علم ۔ ک ۔ ۲ تماشا ۔ ک ۳ ہنے ۔ ۳۹۱ ار ۔ ۴ اب تک ۔ ک ۔

مت پوچھو سوز عشق سیں فارغ سراج کوں
پروانہ وار جان سیں بلہار بیٹھا سو ہے

۴۶

ہر طرف یار کا تماشا ہے — اس کے دیدار کا تماشا ہے
۲۷۰۹
عشق اور عقل میں ہوئی ہے شرط — جیت اور ہار کا تماشا ہے
خلوت انتظار میں اس کی — در و دیوار کا تماشا ہے
سینۂ داغ داغ میں میرے — صحن گلزار کا تماشا ہے

ہے شکار کمند عشق سراج
اس گلے ہار کا تماشا ہے

۴۷

صنم جب چیرہ زنار باندھے — جھلک سیں کوچہ و بازار باندھے
۲۷۱۴
ہزاروں تیغ بند کوں کرے قتل — خم ابرو کی جب تلوار باندھے
جو دیکھے ایک دم زاہد تری زلف — گلے میں زہد کا زنار باندھے

ا۔ کی بجائے ۔ [illegible] ۳۹۱ ۔ [illegible] ۳۹۱ ا۔ ۴۔ زنار ۔ ۵۸۴ ا۔ ۵۔ کے ۔ ۳۹۱ ا۔

طلب کے عقدۂ مشکل کوں کھولے — جو کوشش کی کمر یکبار باندھے

جو کوئی غم کا حصار قلب چاہے — غبار آہ سیں دیوار باندھے

جو دیکھے گل رخوں کوں لاؤبالی — بجا ہے گر لب اظہار باندھے

سراج انکھیں کیا ہے غیر سیں بند
کہ تا دل میں خیال یار باندھے

۴۸

سرو قد آج اگر سیر چمن زار کرے — قمری باغ کی تئیں صورت دیوار کرے

طوطیاں باغ کی ہویں آئینہ رو پر حیراں[1] — جب لب لعل تبسم سیں شکر بار کرے

گلشن عشق کا ہے پھول مرا داغ جگر — ہے بجا گر وو صنم طرۂ دستار کرے

جو ترے رخ پہ خط سبز کوں دیکھے دو بار — سبق شرح گلستاں کوں تکرار کرے

زاہد خشک اگر کفر سیں ہووے آگاہ — رشتۂ زلف نزار رشتۂ زنار کرے

تیشۂ آہ سیں مجھ سینہ خراشی کوں دیکھ[2] — کوہکن لاف محبت ستی انکار کرے

اے سراج اس قد موزوں کے مقابل شمشاد
سرکشی ترک کرے عجز پر اقرار کرے

۲،۲۱

---

[1] اپس لب کوں ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [2] منہ ب رنداں دیکھے ۔ ب ۳۹۱ ا ۔

۴۹

خوب بوجھا ہوں میں اُس یار کوں کوئی کیا جانے[1] — اس طرح کے بتِ عیار کوں کوئی کیا جانے　۲۷۲۸

لے گئیں ہات سیں[2] دل اُس کی تغافل بھری انکھیں — بیمار مردمِ بیمار کوں کوئی کیا جانے

میں نہ بوجھا تھا تری زلف گرہ[3] دار کے پیچ — پیچ کہ[4] کیفیت مکار کوں کوئی کیا جانے

شرح بے تابیِ دل نہیں ہے قلم کی طاقت — تپشِ شوق کے طومار کوں کوئی کیا جانے

شربتِ خونِ جگر کا مزہ عاشق پاوے — لذتِ عشق[5] جگر خوار کوں کوئی کیا جانے

مشربِ عشق میں ہیں شیخ[6] و برہمن یکساں — رشتۂ سبحہ و زنار کوں کوئی کیا جانے

نمک زخم ہوا مرہم جاں بخشی — خلشِ سینۂ افگار کوں کوئی کیا جانے

طوق و زنجیر نہیں جس پہ گئے تم آوے — دامِ الفت کے گرفتار کوں کوئی کیا جانے

جب تلک تلخیِ شور ابِ غم چکھا نئیں — تب تلک لذتِ دیدار کوں کوئی کیا جانے

قدر اوس نافۂ تاتار کی مجھ سیں پوچھو — یار کی زلف کی مہکار کوں کوئی کیا جانے

---

۱ سیں۔ ک۔ ۲ جیوں۔ ک۔ ۳ شکن۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ کے۔ ک۔ ۵ سحر گر۔ ۳۹۱ ا۔ ۶ عاشق خونخوار کا۔ ک۔ ۷ تسبیح۔ ک۔ ۸ صرف۔ ۴۴۵ ر۔

میں کہا زخمیِ غم ہوں تو دیا[1] اُس نے جواب
اے سراج ایسے چھپے وار کوں کوئی کیا جانے

۵۰

۲۷۳۹　ہوا ہوں بس کہ بیمارِ جدائی　　پلک آنکھوں میں ہے خارِ جدائی
یرہ دکھ سنگ ہے شیشہ پہ دل کے　　کسی پر حق[2] نہ دے بارِ جدائی
مسلماں[3] کرو دکھا کر مصحفِ حسن　　گلے ہیکل ہے زنّارِ جدائی
کیا تب قدرِ آزادی کوں معلوم　　ہوا دل جب گرفتارِ جدائی
دلِ بسمل کوں نہیں ہے تاب پرواز　　اوسے حائل ہے دیوارِ جدائی
غزل خواں کیوں نہ ہو مانندِ بلبل　　کیا ہوں سیر گلزارِ جدائی

سراج ایسے مختصر کر قصۂ غم
نہیں انجام طومارِ جدائی

۵۱

۲۷۴۶　جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے　　وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

---

[1] سجن نے بولا۔ ۱۳۹۱ ا۔ [2] خدا اس پر نہ دے۔ ۱۳۹۱ ا۔ [3] دکھا کر مکھ کا مصحف کر مسلماں۔ ۱۳۹۱ ا۔

ہو خجل باغ میں گل آب ہوا ۔۔۔ جب سیں گل رو کا گذر ہوتا ہے

داغ دل کوں ثمر نہیں بہرۂ وصل ۔۔۔ گرچہ ہر گل کوں ثمر ہوتا ہے

گرد غم دلبر خوش چشم بغیر ۔۔۔ سرمۂ چشم جگر ہوتا ہے

دل لیا نرگس ساحر نے تری ۔۔۔ سچ کہ جادو کوں اثر ہوتا ہے

تیغ[1] ابرو سیں تری خوف نہیں ۔۔۔ دل مرا جائے سپر ہوتا ہے

شمع رو کی شب ہجراں میں اللہ آج
آگ[2] غم داغ شرر ہوتا[3] ہے

۵۳

۴۷۶۲

یا الٰہی وو نسیم بر کاں[4] ہے ۔۔۔ شام امید کی سحر کاں ہے

پردۂ دیدہ فرش راہ ہوا ۔۔۔ لیکن اس یار کا گذر کاں ہے

ترک مطلب ہے مطلب[5] مجنوں ۔۔۔ شجر بید کوں ثمر کاں ہے

---

[1] نوک پیکان الم کھانے کوں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] ہر انجھو رشک گہر ہوتا ہے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر:
مہر اس کے سیں یوں ہوا معلوم ۔ آہ عاشق کوں اثر ہوتا ہے ۔ تاکہ لے جاؤ مجھے گل رو پاس ۔ شوق دل بازوئے پر ہوتا ہے ۔
[4] کہاں ۔ ک ۔ [5] عین مطلب جیوں ۔ ۳۹۱ ا ۔

تیشے سیں کوہکن نے دیا جی تو کیا ہوا　　　سختی ہمارے درد کی سن الحذر کہے

اس گلبدن کے ہجر میں غمگین ہو سراج
شاید ترا پیام نسیم سحر کہے

۵۵

۲۶۶۶

قیامت[1] چشم ہیں اس موکمر کے　　　عجب چنچل ہرن پالے ہیں گھر کے

شراب جام غم از بس پیا ہوں　　　کباب اب کیوں نہوویں لخت جگر کے

کئے ہو اہتمام ناز جب سیں　　　ہٹے گل بلکہ کشر سرو سر کے

علاج اس کا نہیں بن مرہم وصل　　　برہ کنتے کے جو کھایا ہے چرکے

ہمارے رنگ کا دیکھیں تماشہ　　　کہو ان کو جو کوئی طالب ہیں زر کے

سنے ہیں جو سخن[2] اس لعل لب سیں　　　کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے

سراج اشعار[3] تیرے کیا بلا ہیں
بھبوکے ہیں مگر سوز جگر کے

---

[1] بلا ہیں دو نین ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] سراج اب شعر تیرا جو سنے ہیں ۔ کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے ۳۹۱

[3] نہیں ہے تشنگی کو ذکر کی اس کوں ۔ سنا جو کوئی چپنا تیرے دہن کے ۔ ۳۹۱ ا ۔

۵۶

جسکی طرف ادا سیں وو ساقی نظر کرے
کونین کے خیال ستی بے خبر کرے ۲۷۸۴

جو تجھ نگہ کے تیر کے آیا ہے سامنے
پرچھا ہے مگر ... کوں سپر کرے

بلبل ترے دہن کی لطافت کوں دیکھکر
صد برگ غنچہ بھر کہ زرگل نذر کرے

مسند پہ عاشقی کی جو ہے بادشاہ وقت
لازم ہے اسکی راہ میں فرش جگر کرے

آسودگی سیں گرد کدورت کی صاف ہوئے
جب دیدہ آب اشک کے دامن کوں تر کرے

دریائے شور میں جو پڑے عکس لعل یار
اپنے اثر سیں زنگ رواں کوں شکر کرے

میں وقت پا کے اس کوں سناؤں نگا یہہ غزل
ورد دل سراج مگر کچھ اثر کرے

۵۷

چشم خوں ریز یار خنجر ہے
موئے مژگاں سیں جس کوں جوہر ہے ۲۷۹۱

تازہ رکھ آب مہربانی سیں
ایک دل سو چمن برابر ہے

تجھ جدائی میں اے قیامت قد
شورش آہ صور محشر ہے

لے شور - ۱۳۹۱ ا -

زخم مجھ پر کرم رقیبوں پر ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے

ہے جدائی کا گنجفہ بے مہر اس سبب دل کی بازی ابتر ہے

نامۂ غم صنم کوں پہنچانے آہ میری پر کبوتر ہے

دل مرا خوں پذیر غم ہے سراج
ہجر کی آگ کا سمندر ہے

۵۸

گردش دیکھے ۲۷۹۸

جب چشم کے ساغر کوں صنم دور کرینگے حال دل عشاق پہ کیا جور کرینگے

اپنے دم شمشیر کے پانی کوں پلا کر شاید کہ شہیدوں کے اوپر غور کرینگے

جا چرخ پہ لے جا جو کرے نامہ تو ابرو کی او سے تیغ سنتی ٹھور کرینگے

آئے ہیں صنم مجھ طرف از بس غضب آلود معلوم نہیں مجھ سنتی کیا طور کرینگے

اے جان سراج آ کہ ہزاروں دل شیدا
تجھ پہ سیتیں فدا جان کوں فی الفور کرینگے

۵۹

۲۸۰۳

شیشۂ دل غم سیں کیا چکنا چور ہے خندہ مِنی گریۂ ناسور ہے

ا۔ پیا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ آیا ہے۔ ک۔ ۳۔ پگ یہ۔ ۳۹۱ ا۔

جس ورق پر وصفِ حسنِ یار ہے — وو ورق نہیں برگِ نخلِ طور ہے

تجھ نگہ سیں رنگِ آتش ہے گداز — آج مجھ خوشۂ انگور ہے

جب سیں دیکھا ہو وو لعلِ شکریں — چشمِ حیراں خانۂ زنبور ہے

جلوۂ قامت دکھا جا ایک دم — سروِ سرکش باغ میں مغرور ہے

عالمِ باطن کا اس کوں سیر نہیں — شیخ و زاہد آنکھ سیں معذور ہے

وصلِ یارِ شمع رو کا اے سراج
گرمیٔ دل کوں مرے کافور ہے

۶۰

جب سیں مری نظر سنی وو حور دور ہے — بزمِ طرب سیں بادۂ انگور دور ہے

روتا ہوں دردِ ہجر سیں از بسکہ زار زار — مردم سیں چشم کی اثرِ نور دور ہے

زاہد رکھا ہے کشتیٔ محراب میں قدم — طوفانِ عشق کا تو ابھی پور دور ہے

اس ماہ رو کا وصل میسر ہے جب سنی — ظلماتِ ہجر کی شبِ دیجور دور ہے

زخمی ہوا ہے بسکہ تری تیغِ عشق کا — زخمِ جگر سیں مرہم کافور دور ہے

۲۸۱۰

۱؎ از بس کہ تجھ نگاہ کے خنجر سیں ہوں شہید ۔ ۳۹۱ ا ۔

صہبا پرستِ عشق کوں عشرت روا نہیں　　مجلس سیں غم کی نغمۂ طنبور دور ہے

نزدیک جیب سیں درد جدائی ہوا سراج

چاروں طرف سیں عیش کوں یاں دور دور ہے

۶۱

جب[1] سیں دامِ زلف عالمگیر ہے　　نقش پا ہر صید کوں زنجیر ہے

زلفِ مشکیں کوں مطول مت کہو　　مصحفِ رخسار کی تفسیر ہے

خوں ہوا رشکِ کفِ پا سیں تر[2]　　خوابِ مخمل کی یہی تعبیر ہے

جب سیں دیکھا وو قدِ شمشاد رشک　　سروِ گلشن قمری تصویر ہے

یاد سیں اس غمزۂ خوں ریز کی　　لختِ دل آماج گاہِ تیر ہے

کھینچ کر تیغِ جفا مت قتل کر　　عاشقِ[2] دل خستہ بے تقصیر ہے

جل[3] گیا آخر دل بے کل سراج

تب تو نھا سیماب اب اکسیر ہے

---

[1] بس کہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] یہ دلِ خوں گشتہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] زلف بیوگی صید دل کوں لے سراج
دام ہے شب حلقۂ زنجیر ہے ۔ ۳۹۱ ا ۔

۶۲

تجھ زلف کی بو مشک معنبر کوں کہاں ہے — تجھ قد کی ادا سرو صنوبر کوں کہاں ہے ۲۸۲۴

خورشید مقابل ترے ذرّے سیں بھی کمتر — تجھ رخ کی تجلّی مہ انور کوں کہاں ہے

مئی نوش محبت نہ کرے منت[1] مینا — تجھ لب کی لطافت لب ساغر کوں کہاں ہے

صیقل سیں ترے عشق کی پایا ہے جلا دل — یہہ آئینہ صاف سکندر کوں کہاں ہے

دیدار کے پیاسے کوں نہیں خواہش فردوس — شیریں مزہ گی چشمۂ کوثر کوں کہاں ہے

لے جاوے مگر دل کی طپش آہ کا مکتوب — یہہ تیز پری بال کبوتر کوں کہاں ہے

جل جل کہ ہوا خاک سراج آتش غم ہیں
یہہ سوختگی بال سمندر کوں کہاں ہے

۶۳

اگر سوز جگر سیں نالہ شبگیر کر سکئے[2] — دل بے رحم[3] میں اس یار کے تاثیر کر سکئے ۲۸۳۱

ورق پر دل کے رنگ آنسو کا لے کر کلک مژگاں سیں — ترے چہرہ کی شاید خواب میں تصویر کر سکئے

ستم کا نیمچا مت کھینچ صید دل پہ اے ظالم — چھری[4] سیں مہربانی کی اگر تکبیر کر سکئے

---

[1] خواہش۔ ۳۹۱ ا۔ [2] سکھئے۔ ک۔ [3] بے درد۔ ۳۹۱ ا۔ [4] چھڑی ۵۸۳ ا۔

ہوا ہے سرو دیوانہ تمہارے[1] قد کے سایہ میں
بجا ہے اسکو موجِ آب سیں زنجیر کر سکئے

مجھے گر لوحِ محفوظ اسکے نقشِ پا سیں ہاتھ آوے
تغیر سر نوشتِ جبہۂ تقدیر کر سکئے

بنایا[2] سامری نے عشق پر نیرنگ کئی مجھ کوں
پری رو کوں فسونِ آہ سیں تسخیر کر سکئے

مری نبضِ جگر کوں دیکھ لقماں نے[3] کہا یوں کر
کہ ایسے درد بے درماں کی کیا تدبیر کر سکئے

کہا ہاتف نے رحمت ہے گنہ گارِ محبت پہ
تو پھر تقصیر کرنے میں عبث تقصیر کر سکئے

اگر عکس اس سہی قد کا نصیب اہلِ حیرت ہوئے
سراج آئینۂ دل گلشنِ کشمیر کر سکئے

۶۴

۲۸۴۰

جیوں کہ خوبوں کوں ناز لازم ہے
عاشقوں کوں نیاز لازم ہے

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش
راہ[4] عشقِ مجاز لازم ہے

کر مصلّے صنم کا نقشِ قدم
صدق دل سیں نماز لازم ہے

دردمندوں کے[5] حق میں اے ظالم
عشوۂ دل نواز لازم ہے

---

[1] صنم کے۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] بنایا سر مری نے عشق پر نیرنگ کے مجھ کوں۔ ب ۳۹۱ ا۔ [3] کر لقماں نے بولا۔ ب ۳۹۱ ا۔ [4] اول۔ ب ۳۹۱ ا۔ [5] اے سجن حق میں دردمندوں کے۔ ب ۳۹۱ ا۔

محفلِ عاشقی میں مثلِ سراج
نالۂ جاں گداز لازم ہے

۶۵

۲۸۴۵
ہمارا جلوہ فرما دل لبھانے ناز کرتا ہے	ادا یا سحر یا جادو ہے یا اعجاز کرتا ہے
کتابت میں مرا دل کیا لکھے احوال حیراں ہوں	نہیں انجام قصہ غم کا جب آغاز کرتا ہے
جگر میں شوق کی آتش کہو کیونکر رکھے پنہاں	یہ آہ شعلہ افشاں پردۂ دل واز کرتا ہے
بتنگ آیا ہے غم سیں وصل کی ہے آرزو اس کوں	قفس سیں مجھ جگر کے داغ دل پرواز کرتا ہے
"آشنائی آشنائی آشنائی آشنائی"	جگر بے تاب ہو ہر دم یہی آواز کرتا ہے
نہیں ہے مجکوں اب تاب جدائی مہربانی کر	مرے پر کیوں ستم اے دلبر طناز کرتا ہے

سراج اس بخت نافرجام کا شکوہ لکھے کب لگ
کہ ہر خار اس چمن میں مجھ سنتی اغماز کرتا ہے

۶۶

۲۸۵۲
پردۂ عشاق سیں ہم راز ہے	آہ کے قانوں سیں جس کوں ساز ہے

۱۔ ہ دل کوں اعجاز ناب ہے نسخۂ ب ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ لکھوں ۔ ک ۔ لکھے کاں لگ ۔ ع ۳۹۱ ا ۔

کاش کہ بر میں نہ ہوتا پیرہن — یہہ گریباں درد کا غماز ہے
دل نسیم عیش سیں کھلتا نہیں — یہہ کلی اس باغ میں ممتاز ہے
ابر میرے اشک کا ہے پردہ در — برق میری آہ کا آواز ہے
شکوۂ طرزِ تغافل خوب نہیں — یہ بھی اس کا فرادا کا ناز ہے
ہیں دلِ خاموش پر زخم ستم — غنچۂ تصویر کوں پرواز ہے

ہجر میں مہتاب روکے اے سراج
اشک گل ریز آہِ آتش باز ہے

۶۷

طریقِ عشق میں وو بوالہوس ہے — جو کوئی ہر قند پر مثل مگس ہے
ہمیشہ درد و غم کے قافلے میں — صدائے آہ آوازِ جرس ہے
جہنم کیوں نہ ہوئے حسرت سیں پانی — ہماری آہ آتش سیں سرس ہے
مجھے ہر دم کٹاری مت بتاؤ — نگہ کی برچھیوں کی ہول بس ہے

۱؎ صرف۔ ۵۸۴ ا۔ ۲؎ نفز ما کام شمشیر و سپر کوں۔ مجھے تیر ادا کا وار بس ہے۔ ۳۹۱ ا۔

شتابی آ اے شوخِ ماہ رخسار — ترے بن ایک ساعت سو برس ہے

مقابل عشق کے ہے عقل یوں کر — کہ جیوں کر آگ کے نزدیک خس ہے

سراج اس خوش دہن بن غنچۂ گل

ہمارے بلبلِ دل کوں قفس ہے

۶۸

قدرت کے باغ[1] میں کا ہی گل جس کوں دیکھئے — چاروں طرف بہار ہے کس کس کوں دیکھئے ۳۸۶۶

کوئی نیم جاں ہے کوئی تڑپتا ہے[2] کوئی شہید — ان بسملوں کی صورتِ مجلس کوں دیکھئے

تھا نقدِ جاں سو[3] دو تو تمھاری نظر کیا — اب کیا ہے حال عاشقِ مفلس کوں دیکھئے

اوس چشمِ نیم خواب کی معلوم ہوگی قدر — گلشن میں جا کے تختۂ نرگس کوں دیکھئے

جاناں برہ کی آگ میں بے تاب ہے سراج

اپنے رفیق و محرم و مونس کوں دیکھئے

۶۹

صد شکر کہ دل شوق میں بے ہوش ہوا ہے — اس شورِ حوادث ستی خاموش ہوا ہے ۲۸۷۱

---

[1] بوستاں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] جیوں پسند ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] وو دل سو ۔ ۳۹۱ ا ۔

افسردہ دلی دور کیا گرمیِ غم نے — اس غم کوں مئی شوق سیتی جوش ہوا ہے

جس عاشقِ رسوا نے کیا ترکِ تمنا — مقصود کے شاہد سیتی ہم آغوش ہوا ہے

جب گھر کوں چلا توسنِ گلگونِ چمن سیں — ہر سرو سہی غاشیہ بردوش ہوا ہے

تجھ زلف کی خوبی جو سنا باغ میں سنبل — کھا پیچ اسی غم سیں سیہ پوش ہوا ہے

گر باد تری نرگسِ مخمور کوں بلبل — لے ساغرِ گل ہات میں مئی نوش ہوا ہے

آتا نہیں احوال سراج اس کوں کبھی یاد
جیانی[1] کے مگر دل سیں فراموش ہوا ہے

۶۵

۲۸۷۸ ضبط میں کیونکر رہے دل عشق کے جوشوں ستی — آگ میں پارا کہیں ٹھہرا ہے سرپوشوں ستی

عاشقِ صادق کوں تیر النقشِ پا ہے تاجِ سر — بوالہوس کوں عار آتی ہے تو پاپوشوں ستی

آرسی میں عکس تیرا مجکوں آتا ہے نظر — صاف رہ اے تیرہ باطن ہم سیہ پوشوں ستی

جب سیں پایا ہوں مزہ میں غم کے میٹھے کیف کا — دل مرا کھٹا ہوا انگور کے خوشوں ستی

عشق کے مستوں کوں آدابِ شریعت ہے منا — دشمنی مت کر ارے نا اہل مے نوشوں ستی

۱؎ پیتم ۔ ۱۳۹۱ ا ۔

تب مجکوں یاد آوے گل رو کی آشنائی	بلبل کوں جب کہ گل سیں شرطِ جماع ہووے
وو لعل لب تمہارا[1] ہے خاتم سلیماں	ہر مور بوالہوس کوں کیونکر سراغ ہووے
روشن دلوں کی صف میں ہووے[2] وو شمع مجلس	جس دل میں عاشقی کا روشن چراغ ہووے
ہشیار[3] مست ہوویں اور مست ہوویں ہشیار	جب دور چشم ساقی دور ایاغ ہووے

شعر سراج ہر یک ہے گلشن معانی
بو اس سخن کی پاوے جو خوش دماغ ہووے

۷۳

عجب تجھ غم کے گوہر کوں شرف ہے	کہ چاک سینۂ عاشق صدف ہے
کہاں ہے[4] طاقت حباب بوالہوس کوں	لب دریا پہ اس مستی سیں کف ہے
نہیں درکار تیغِ کج ادائی	تری سیدھی نگہ تیر ہدف ہے
شہ خوباں شتاب آ فوج عشرت	ترے بن یک قلم سب برطرف ہے

سراج آئینۂ دل کر مصفّا
کہ قلب صاف ما بے کلف ہے

[1] پیا کا ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] پاوے خطاب انور ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] برجا ہے عاشقوں کوں تر آن بیخودی کی ۔
جب تجھ نین کی گردش دور ایاغ ہووے ۳۹۱ ۔ [4] نہیں ۔ ۵۸۴ ا ۔

۷۴

دل کے پرزے ہوئے اب ایک ورق باقی ہے　　سب تو آخر ہوئی کتاب ایک سبق باقی ہے　　۲۹۰۲

فرض ہے مجکوں شب زلف میں مغرب کی نماز　　اس شہابی لب میگوں کی شفق باقی ہے

تجھ کف پا کی خجالت سیں ہر ایک گلشن میں　　پھول پر قطرۂ شبنم سیں عرق باقی ہے

خواب آشفتۂ ہستی کی یہی ہے تعبیر　　غیر فانی ہے اگر جلوۂ حق باقی ہے

جان دیتا ہے ترے ہجر کی سختی سیں سراج
آشنائی سنی اے جان رمق باقی ہے

۷۵

ہر قطرہ اشک[۲] درد کا بحر عمیق ہے　　مردم ہماری[۳] چشم کا اس میں غریق ہے　　۲۹۰۷

تنہا نہیں ہوں دشت محبت میں اے صنم　　غم ساتھ درد قافلہ اور دکھ رفیق ہے

اس لیے کسی کے حال میں غم خوار کوئی نہیں　　لیکن[۵] ہمیشہ درد جدائی شفیق ہے

تسکین[۶] ہے یاد لعل لب یار سیں مجھے　　حق میں ہماری تشنہ لبی کے عقیق ہے

۱۔ بگ کے اس خواب پریشاں۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ مجھ انکھیوں کا ہو دریا۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ یہ میری۔ ۳۹۱ ا۔ ۴۔ گر جہ یا ایسا ہے دوجا تو نہیں ہے غرض۔ ۳۹۱ ا۔ ۵۔ تیرہ پہ ہمیشہ۔ ۳۹۱ ا۔ ۶۔ رکھتا ہوں اپنے پاس محبت کی کیمیا۔ میری نظر میں بھی سنگ لعل بدخشاں ہے۔

ہرگز نہیں زیارتِ کعبہ کا مجکوں شوق — دلدار کی گلی مجھے[1] بیت العتیق ہے

ہر جا ہے لختِ لختِ اگر ہو مرا جگر — ہر ضربِ آہ حق میں مرے منجنیق ہے

اس خوش ذہن کے وصف کوں کر مختصر سراج

تیری غزل کا قافیہ از بس دقیق ہے

۷۶

ہے مجکوں بے قراری[2] جس دن سیں گل بدن کی — جیوں عندلیب ہرگز پروا نہیں چمن کی

بے آب[3] وصل[4] ساقی بجھتی نہیں ہے ہرگز — سینے میں جس کے دوں ہے تجھ[5] ہجر کی اگن کی

کس پاس جا کہوں میں ہمدرد کوئی نہیں ہے — اس واسطے رکھا ہوں من میں بات من کی

طوفانِ غم اوٹھا ہے اے آشنا کرم کر — جی ڈوبتا ہے میرا کشتی دکھا نین کی

مجلس میں شمع رو کی پروانگی ہے مجکوں — میرے نصیب میں ہے کیا شبھ گھڑی لگن کی

تجھ لعلِ دُرفشاں کا ہر ایک سخن ہے موتی — میں جانتا ہوں قیمت اس بے بہا رتن کی

قرباں ہوا ہوں جب سیں جانِ سراج تجھ پر

مثلِ پتنگ مجکوں پروا نہیں کفن کی

۲۹۱۴

---

۱ بھی ــ ح ۔ ۲ انتظاری ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ جل بل ہوا ہوں کا جل جلدی درس دکھا جل و ۔ سینے میں لگی دوں تجھ ہجر کی اگن کی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ وصل آب ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۵ مجھ ۔ ۳۹۱ ا ۔

۷۷

تیری نگہ کی ہول قیامت[1] اچوک ہے ۔۔۔ جس کے ہر ایک زخم سیں دل ٹوک ٹوک ہے ۲۹۲۱

اس کوں چکھا کہ لذت دیدار سیر کر ۔۔۔ نادیدہ دل کوں وصل کی نعمت کی بھوک ہے

اے[2] شوخ رکھ میرے دل بے تاب پر قدم ۔۔۔ تیرے برہ کے درد سیں سینے میں ہوک ہے

جس کی نظر ہے فسق کے اوپر مثال سگ ۔۔۔ وو شیر مرد عشق کے نزدیک خوک ہے

جو جی دیا ہے اپنے بدیع الجمال کوں ۔۔۔ سب عاشقوں کی صف میں وو سیف الملوک ہے

سب سیں جدا ہے عالم دیوانگی کی راہ ۔۔۔ لیکن طریق عارف سالک سلوک ہے

دریائے بے خودی کوں نہیں انتہا سراج

غواص عقل و ہوش کوں وہاں بھول چوک ہے

۷۸

دل[3] زنگ یاد دوست سیں آئینہ رنگ ہے ۔۔۔ نقش خیال حسن پری اس پہ زنگ ہے ۲۹۲۸

دم مارنے کوں عاشق بیدل کے جا نہیں ۔۔۔ صحرا مثال خانۂ آئینہ تنگ ہے

۱؎ سجن کیا ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ میرے جگر میں پائے مبارک کوں رکھ سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ دل بیرنگ کھوئی یاد میں ۔ ۳۹۱ ا ۔

آتی ہے بزمِ عیش[۱] ستی مجکوں بوئے خوں — موجِ شراب جوہرِ تیغِ فرنگ ہے

مینا ہے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات — جیوں دورِ جام دورِ فلک بے درنگ ہے

آرام کیونکہ ہووے شبِ ہجر میں مجھے — ہر آہ و نالہ پہلوئے دل میں خدنگ ہے

جس دن سیں سایہ پرورِ سنگِ فراق ہوں — تب سیں شکستِ شیشۂ ناموس و ننگ ہے

ہر شب[۲] لگن میں شوق کی جلتا ہے جیوں سراج

اس شمع رو کے حسن کا جو کوئی پتنگ ہے

۷۹

۲۹۳۵ دل میں خیالات رنگیں گذرتے ہیں جیوں باس پھولوں کے رنگوں میں رہیے

وحشت کے جنگل میں کب لگ پریشاں غم کے بھاروں کے سنگوں میں رہیے

جو کوئی کہ ہے دشتِ وحشت کا ساکن اوسے ہوش کے شہریوں سیں ہے نفرت

ہے دیوانگی کا نپٹ خوب عالم ہے زنجیر کی جا النگوں میں رہیے

پندارِ ہستی سیں وہمی خیالوں نے کثرت کی تہمت لگائے ہیں ناحق

دراصل میں جوشِ طوفانِ وحدت ہے جیوں موجِ دریا امنگوں میں رہیے

---

۱ عشق ۔ ک ۔ ۲ ہردم ۔ ک ۔

اس سرو قامت کے جوش محبت بیں ازبس کہ آزاد سب سیں ہوا ہوں

مانند قمری بدن کوں لگا را کہہ "یا ہو" کے دم بھر ملنگوں میں رہیے

ناحق اے سراج آہ حسرت کی آتش سیں ہر دم میں بار صبا سبب کیا

یکبار شعلے پہ گرنے کی طرحوں کوں معلوم کرنے پتنگوں میں رہیے۔

٨٠

چہرے پہ دل کے جوش جنوں کا کمال ہے — جس پر سواد داغ محبت کا خال ہے ٢٩٤٠

ہرگز کدورت نہیں ہے یہاں عکس غیر کوں — دل عاشقوں کا آئینہ بے مثال ہے

گل رو کوں دیکھ سر بگریبان ہوئے ہیں — شبنم سیں پھول پر عرق انفعال ہے

کیوں کر ادب سیں یکسر مو کر سکے قصور — سنبل چمن میں زلف تمہاری کا بال ہے

اٹھتا ہے دود آہ جگر سیں مرے سراج

اس شمع رو کی زلف کا جب سیں خیال ہے

٨١

مرے گھر مہر سیں گر وہ مہ ابرو ہلال آوے — رقیب شوخ ظلمت کے ستارے پر زوال آوے ٢٩٤٥

لے ہوئے ہم ۔ ک ۔

صدائے آہ قمری سیں چمن میں راگ ہوتا ہے　　عجب نہیں جو ہر ایک شمشاد کوں قرت سیں حال آوے

اگر مجموعہ گیسوئے مشکیں[1] ہات لگ جاوے　　مرے بخت پریشاں کی پریشانی پہ کال آوے

تماشہ دیکھ عالم کے چمن کا من کی آنکھوں سیں　　کہ تا توحید کے گل سیں تجھے بوئے کمال آوے

سراج ازبس کہ بلبل ہے گلستانِ[2] محبت کا

کہاں سبز چمن کا اس کے خاطر میں خیال آوے

۸۲

تجھ پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے　　کیا صاف گال والے کیا خط و خال والے　　۲۹۵۰

مجھ رنگ زرد اوپر غصے سیں لال مت ہو　　اے سبز شال والے اور درمال والے

تحقیق کی نظر سیں آخر کوں ہم نے دیکھا　　اکثر ہیں مال والے کم ہیں کمال والے

سایہ کوں سرو قد کے ڈھونڈے کہیں نہ پائے　　عالم کے فال والے اور کیا نہال والے

گر حرف میرے غم کا لاوں زباں کے اوپر　　ہو جائیں قال والے یکدم میں حال والے

موزوں نہیں کئے ہیں تجھ قد سا ایک مصرع　　جل گئے خیال والے مر گئے مثال والے

---

[1] اگر وو زلف مشکیں سیں سجن یک شب دکھاوے رخ ۔ ہ ۳۹۱ ا ۔ [2] ترے گلزار سیں لکھ پر ۔ ہ ۳۹۱ ا ۔ اضافہ اشعار ۔ پیا کے دیکھنے خاطر مری آنکھیں بھٹکتی ہیں ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وو فرخندہ فال آوے جدائی کی اندھاری رات یارب مت دکھا کس کوں ۔ نہیں ہے چاند کی حاجت جو وو صاحب جمال آوے ۔

گر شب کوں سیر کرنے نکلے سراج مہ رو
جاہ و جلال والے ہوویں مثال والے

۸۳

۲۹۵۷

جس کوں تجھ قد کی چال یاد آوے — کب چمن کا نہال یاد آوے
جس کا دل شوق سیں ہے مالا مال — کب اوسے گنج و مال یاد آوے
دم بدم صور آہ سیں[1] تجھ کوں — وتکون الجبال یاد آوے
شوخ جادو ادا کی دیکھ جھلک — بے خودی کا خیال یاد آوے
شعر[2] سننے ستی ہلالی کے — یار ابرو ہلال یاد آوے
اس ستم کیش لاو بالی کوں — کب مرے دل کا حال یاد آوے

شمع کوں شعلہ رو کے[3] پاس سراج
عرقِ انفعال یاد آوے

[1] میری۔ ۱۳۹ ا
[2] ماہ نو چاندرات کوں دیکھے۔ ۱۳۹ ا
[3] پیو کے سامنے سیں۔ ۱۳۹ ا۔

۸۴

۲۹۶۴

اگر جوش شراب درد سیں جیوں خم ابل سکئے — گزک کرنے کوں دل کا گوشت قیما کر کچل سکئے

گزر ہیئے جس زمیں پر وہ زمیں گلزار ہو جاوے — جب اپنے دیدۂ بیدار سیں پانی ہو ڈہل سکئے

گرے بے ہوش ہو دیکھے جو کوئی اوس رخ کی صافی کوں — پھسلتے ہیں نگہ کے پانو اب کیونکر سنبھل سکئے

تصور کیجئے گر اوس زری دستار والے کا — عجب کیا آفتاب حشر سیں جیرا بدل سکئے

ستوں ہم کوں کیا غم نے خرابی کی عمارت کا — خلل ہے استقامت میں اگر تنک یہاں سیں ہل سکئے

ہوے ہیں پادشاہ وقت جل کر دھوپ میں غم کی — چنور سورج کے کرنوں کا ہمارے سر پہ جھل سکئے

سراج ان گرمیوں میں گر نہ پہنچے وصل کا پانی
درخت موم کی مانند گل کر پگھل سکئے

۸۵

۲۹۷۱

جب تجھ قدم کی خاک زمیں میں محل کرے — سرمہ کے اعتبار میں شاید خلل کرے

بھنور زابرہ کے داغ کا ہو اس میں جانشیں — جب آب اشک تازہ یہہ دل کا کنول کرے

نقاش عشق یار کی تصویر کھینچئے — شنگرف[1] اشک آنکھ کی سیپی میں حل کرے

---

[1] پلک کے صدف میں اشک کا شنگرف حل کرے۔ ع ۳۹۱ ر۔

دستار زر سجا ہے وو خورشید رو نے آج
شاید کہ آفتاب سیں جیرا بدل کرے

امید وار قتل[1] ہوں ظالم کے ہات سیں
جو نہیں کیا ہے آج تو شاید کہ کل کرے

کیا خوش مزہ لگیں دل بریان کے کباب
تجہ غم کی کیف آ کہ جب اپنا عمل کرے

برجا ہے گر سراج ہلالی ہے وقت کا
جب تجہ بہنوؤں کے وصف میں طرح غزل کرے

۸۶

خنجر عشق کا جو بسمل ہے
تشنۂ آب تیغ قاتل ہے

جو پڑے صاد ار پر ہوا منصور
یہ محبت کی پہلی منزل ہے

منصب عشق میں زر رخ زرد
مجکوں جا کر سیں[2] حاصل ہے

نہیں ہے آئینہ روبرو اس کے
لیلی حسن کا یہ محمل ہے

صاف مشرب ہے سنبتی ہم رنگ
آب ہر رنگ بیچ شامل ہے

ربع مسکون چار عنصر میں
کارفرمائے بے خودی دل ہے[3]

2968

---

[1] ہوں کہ سجن مہر کی نگاہ ۔ ص ۳۹۱ ا ۔

[2] سیں حاصل ہے ۔ ح ۔ [3] ص ۳۹۱ کا اضافہ شعر۔ اس کوں دو جگ میں ہے حیات ابد۔ غم کی شمشیر کا جو گھائل ہے۔

آتش غم میں خاک ہو جاناں
بوالہوس کوں سراج مشکل ہے

۸۷

۳۰۲

کانٹوں میں عبث اینچتے ہو دل کوں ہمارے
مرہم کی لیاقت نہیں بسمل کوں ہمارے

ہر دم دم خنجر پہ سر[1] جاں سیں گذرناں
اول قدم شوق ہے منزل کوں ہمارے

افسوس کہ ظالم نے مجھے یوں بھی نہ پوچھا
کیا درد ہے اس عاشق کامل کوں ہمارے

کرتا ہے دم تیغ تغافل سیں ہمیں قتل
سمجھاؤ خدا واسطے قاتل کوں ہمارے[2]

کیا ہو گا جو کھولو گے گرہ زلف سیں اپنی
آسان کرو عقدۂ مشکل کوں ہمارے

ہے عشق کے آنے کی خبر خرمنِ دل کوں
پیغام لکھا برق نے حاصل کوں ہمارے

ہر مصرع زنجیر جنوں یاد ہے دل کوں
یعنے[3] جگر گوشۂ قاتل کوں ہمارے

کوئی واقفِ احوال غریبوں کا نہیں ہے[4]
پوچھا ہے مگر غم نے نہ دل کوں ہمارے

---

[1] اپس سر سیں ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ [2] ع ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ خوں ریزی عشاق کوں یہ ایک رہا ہے۔ مت ٹوک خدا واسطے قاتل کوں ہمارے ۔ [3] یعنے کہ جگر۔ ع ۳۹۱ ا ۔ [4] کوئی جگت بیں نہیں واقف احوال غریباں ۔ ع ۳۹۱ ا ۔

جلتا ہے سراج[1] آتشِ حسرت میں کی و شمع
روشن نہ کیا ظلمتِ محفل کوں ہمارے

۸۸

۲۹۹۴

کشورِ دل میں آج ہل چل ہے	عشق کی فوج کا عجب دَل ہے
شب ہجر[2] اس میں خواب آتا نہیں	کیا ہوا گرچہ فرش مخمل ہے
بہ جبیں ابرو کی ٹک گرہ کوں کھول	عقدۂ عشق مجکوں لاحل ہے
کیا ہوا گرچہ یار ہے نزدیک	آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے
گرد عارض نہیں ہے یہہ خطِ سبز	صفحۂ حسن کی یہہ جدول ہے
صاف کر دل کوں خاکساری سیں	لازم اس آرسی کوں صیقل ہے

دل ہے بے تاب جیوں سپند سراج[1]
آتشِ غم سیں سینہ منقل ہے

۱۔ جنبیات سراج آتش نیست غم کا اندھارا۔ روشن کرو اس نور سیں محفل کوں ہمارے ۲۔ ۱۳۹۱ ہجرت میں مجکوں خواب نہیں۔
۱۳۹۱ ر ۔ ۳۔ ۱۳۹۱ رکے اضافہ شعر کل کا وعدہ کیا تھا کل نو نے۔ دل ہمرا آج کل سوں بے کل ہے۔ دل ہے بے تاب آج سپند مشعل
آتشِ غم سوں سینہ منقل ہے۔ توں خدا و بدل کوں یک دیکھ جو دو دیکھتا ہے دو سوا احول ہے۔ خار غم دل میں آ سلا ہے سراج۔ جیوں کہ
ہاتھی کے کمل منیں سنکل ہے۔

۸۹

۳۰۰۱ بن تو دل صاف ہوں بن وجہ تغافل کیا ہے — اس قدر معنیٔ روشن کوں تامل کیا ہے

طبع نازک سیں تری خوف ہے مجکوں ورنہ — چاک کرنے کوں گریباں کے تحمل کیا ہے

مجکوں اُس زلف نے سب کھول بتایا عقدے — جب کہا معنیٔ مسطرِ خطِ سنبل کیا ہے

ڈوب اس شرم سیں پانی میں اگر غیرت ہے — یار[1] سیں خندۂ بے شرمی ار گل کیا ہے

ہے کمی وصل میں گر شورش[2] عاشق کوں سراج

فصل گل میں سبب نالۂ بلبل کیا ہے

۹۰

۳۰۰۶ یا الٰہی آج ایسا کر کے وو جانی ملے — تشنہ لب ہوں ہر طرح دیدار کا پانی ملے

جسکی بوئے پیرہن میں روح کی ہے[3] تازگی — چاہ رکھتا ہوں کہ میرا یوسفِ ثانی ملے

مالکِ کانِ محبت کیوں نہ سب مجکوں کہیں — اشکِ خونیں کا اگر یاقوتِ رمّانی ملے

من کا منکا پھیرتا ہوں حاجتِ تسبیح نہیں — کیا کروں گا میں اگر منکا سلیمانی ملے

پادشاہِ ملکِ وحدت سیں یہی ہے التجا — صوبۂ دیوانگی کی مجھ کو دیوانی ملے

---

[1] پیونگے۔ ب۱۳۹۱ ا۔ [2] سوزش۔ ک۔ [3] رُخ کی ہیگی۔ ک۔

سیرِ دل میں غیرِ حیرت اور کچھ تحفہ نہیں
آرسی بازار میں سب جنسِ حیرانی ملے

دور ہو جائے شبِ غفلت کی تاریکی سراج
عشقِ بزم افروز کی گر شمع نورانی ملے

۹۱

۲۰۱۳

لطف تیرا جو عام ہو جاوے
مقصدِ دل تمام ہو جاوے

گر نگہ کارے وو زلف کا مظلوم
صبحِ محشر میں شام ہو جاوے

بزمِ گلشن میں سرخوشی کوں ترے
باس مئے پھول جام ہو جاوے

ٹک نگہ کی اگر بتا وے بول
دلِ بسمل کا کام ہو جاوے

ہے عبث خاتمِ سلیمانی
تنگ جاوے تو نام ہو جاوے

اس الف قد کے بار خجلت سیں
سروِ خم ہو کہ لام ہو جاوے

عزمِ پروانہ یوں ہوا ہے سراج
شمع رو کا غلام ہو جاوے

۱۔ پھر کہ دیکھو سراج کی جانب ۔ بار دیگر غلام ہو جاوے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ کو ۔ ک ۔

۹۲

۳۰۲۰

جب صنم[1] بابل خرام ہوئے — سرو گلزار پائے[2] نام ہوئے

گوشۂ دل کی بس ہمیں جاگیر — سب میں بے باق دام دام ہوئے

لے لئے سب میں خطِ آزادی — ہم تو اب ایک کے غلام ہوئے

نیم بسمل کسی کوں خوف نہ رکھے — شکر للہ کہ ہم تمام ہوئے

کیوں نہ شمشیر کوں عزیز رکھیں — جو خوش ابرو سیں ہم کلام ہوئے

گردش چشم کوں نہ فرما کام — یک تبسم میں قتل عام ہوئے

مت کہو عکس رنگ زرد سراج

آرسی پر طلا کے کام ہوئے

۹۳

۳۰۲۷

جس دن سیں مرے پاس وو گلفام نہیں ہے — گل گشت سیں گلزار کے کچھ کام نہیں ہے

بس ہے مری آہِ سحری نالۂ صبحی — گل[3] رو کوں مرے حاجت پیغام نہیں ہے

عشاق کی مجلس میں کہاں قدر ہے اسکو — جو عشق کے بازار میں بد نام نہیں ہے

---

[1] سجن۔ ۳۹۱ ا۔ [2] پا بنام۔ ک۔ [3] موہن۔ ۳۹۱ ا۔

مدت سیں نزنی لف کے رشتے میں پھسا ہوں　　افسوس یہ غازکوں انجام نہیں ہے

شمشاد قد آتا ہے گلستاں میں آ تو نزی　　اب سرکشی سرو کا ہنگام نہیں ہے

عاشق کوں ترے ہجر میں جلنے کی کہاں تاب　　جیوں آگ میں سیماب کو آرام نہیں ہے

بے تاب ہے آتش میں جدائی کی سراج آج

ہیہات کہ وو یار دل آرام نہیں ہے

۹۴

خوش قد کی ہوتے سرو سہی کم ہوا کرے　　ہووے تو بار نظم سنتی خم ہوا کرے

لازم نہیں ہے شوخ غزالی نگاہ کوں　　اوروں سیں رام ہم سنتی یہ رم ہوا کرے

تیغ نگاہ صنم کی چمکتی ہے جس گھڑی　　شمشیر برق کوں کہو بے دم ہوا کرے

جام مے وصال سیں جمشید وقت ہوں　　یہ آج کا سا دن مجھے جم جم ہوا کرے

دامن تیں اشک چشم مری دیکھ کر کہا　　اس دو ندی کا خوب ہے سنگم ہوا کرے

کب لگ غم فراق میں اے عید عاشقاں　　ہر روز مجھ پہ ماہ محرم ہوا کرے

۳۰۳۴

ا۔ یہ ابتلا سراج اب مجھے یہ ورد ہے مصرع ۔ م ۳۹۱ ا۔ ۲۔ طوبا و سرو قد کے آگے ۔ م ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ جمشید وقت آج ہوں (پی) پیو کے لب کا جام ۔ م ۳۹۱ ا۔ ۴۔ دامن میں محبوبین کے انجھو ۔ م ۳۹۱ ا۔

ٹکڑے جگر کے دیکھ کے بولا طبیب عشق — اس زخم پر وصال کا مرہم ہوا کرے

اے مہر حسن ہم کوں برات وصال دے — کب لگ دلوں کا گنجفہ برہم ہوا کرے

دل ہات لے کہ بعد ترا شوق ہوئے سو کر — اول بنائے عرش معظم ہوا کرے

تقصیر اپنی عرض ستو اس غلام کی — میرا سلام سب میں مقدم ہوا کرے

گل داغ[1] غم کوں دیکھ مرے بزم میں سراج
ہر اشک شمع قطرۂ شبنم ہوا کرے

۹۵

شب فراق میں اس ماہ رو کی ماتم ہے — ہلال عید مثال مہ محرم ہے

مری دو[2] چشم کے آنسو ہیں جمع دامن میں — یہہ ایک گھاٹ پہ[3] دونوں ندی کا سنگم ہے

دہان غنچہ صفت میں ہیں کیا ترے دندان — گل گلاب میں گویا ہجوم شبنم ہے

ہوا ہوں زور کشش ورزش کشاکش غم — قد خمیدہ غم دیدہ مجہ کوں لازم ہے

کیا ہے سینۂ عشاق کی سپر کوں دو نیم — تری نگاہ کی خنجر میں کیا بلا دم ہے

۳۰۴۵

۱۔ گل دیکھ مجہ جگر میں شب ہجر کے سراج۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ دو نین کے انجھو۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ اوپر دو ندی۔ ک و ۳۹۱ ا و ۵۸۴ ا۔

عجب نہیں کہ سلیمان وقت ہوں اپنا　　نگینِ دل پہ ترا نام اسمِ اعظم ہے

اے دل تو چشمۂ کوثر کی آرزو مت کر　　صنم کی چاہ زنخداں میں آبِ زمزم ہے

شکیب و عقل و دل و صبر گرچہ نہیں نزدیک　　یہ رفیق ہے غمِ یار و ہجر ہم دم ہے

سلونے یار کا دیدار راحتِ جاں ہے

نمک سراج مرے زخم دل کوں مرہم ہے

۹۶

اے گل باغ وفا مجھ پاس آناں خوب ہے　　بلبلِ بے تاب کوں چہرا دکھاناں خوب ہے

روز و شب جلتا ہوں ظالم تجھ برہ کی آگ میں　　یہ اگن دل کے تلطف سیں بجھاناں خوب ہے

اے تغافل کوں مرے حق میں روا ہرگز نہ رکھ　　کس نے سکھلایا کہ عاشق کوں جلاناں خوب ہے

ہجر کی شمشیر کا زخمی ہوا ہے جاں بلب　　شربتِ دیدار اب اس کوں پلاناں خوب ہے

گر شہادت آرزو ہے عشق کے میدان میں　　غم کے خنجر سیں گلا اپنا کٹاناں خوب ہے

غیر کوں زنہار اپنے بھید سیں محرم نہ کر　　راز دل جب لگ چھپے اس کوں چھپاناں خوب ہے

۳۰۵۴

---

[۱] پیا کہ مکھ کی ملاحت سیں ہے سراج آرام ۔ نمک نہیں ہے مرے زخم دل کوں مرہم ہے ۔ [۲] ۳۹۱ ا ۔ وہ شوخ کی ۔ [۳] ۳۹۱ ا ۔ مت رکھو سجن ۔ [۴] ۳۹۱ ا ۔ سے کا ۔ ح ۔ [۵] ہے نیم بسمل جاں بلب ۔ [۶] ۳۹۱ ا ۔ کا پانی ۔ ک ۔ [۷] ہرگز اپس کے ۔ [۸] ۳۹۱ ا ۔ جاں ۔ [۹] ۲۹۱ ا ۔ جب لگ ۔ ک ۔

غم نے میرے گوشِ دل میں یوں کہا ہے اے سراج
دوست کوں احوالِ دل اپناں سناناں خوب ہے

۹۷

۳۰۶۱
مجلسِ عشق میں جو مہماں ہے — اس کوں لختِ جگر نمکداں ہے
پیچ و تابِ خیالِ زلفِ صنم — چمنِ دل میں سنبلستاں ہے
داغِ گل، آہ سرو و دل گلشن — لبِ[2] زخمِ جگر خیاباں ہے
ناخنِ پنجۂ فراق ستی — لختِ دل[3] شورشِ گریباں ہے
آتشِ غم لگی ہے گلشن میں — گل ہر یک شاخ پر چراغاں ہے
عکسِ رخسارِ گلعذار کوں دیکھ — دامنِ آرسی گل افشاں ہے
کیوں نہ ہووے ہر اشک دُرِ یتیم — ریزشِ دیدہ ابرِ نیساں ہے

بوجھتا ہے[1] وو قدرِ شعرِ سراج
جو ادا فہم اور سخن داں ہے

۱۔ ہجر کا سبب درد دکھ پیو کوں سنانا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ خاکپا۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ لختِ جگر۔ ۳۹۱ ا۔ ۴۔ بس جلبا ہی سنجہ کوں دیکھ چمن۔ ۵۔ ۳۹۱ کا اضافہ شعر۔ سرو کوں سوزِ غم سوں رام کیا۔ قمری باغ کیا خوش الحان ہے۔

۹۸

۳۰۶۹

عشق کے سردار کوں مردانگی درکار ہے　　سب یگانوں سیں او سے بیگانگی درکار ہے

گرچہ اے زاہد ہوا نا ہے تو خلوت نشیں　　مجلسِ دل میں تجھے پروانگی درکار ہے

شعر حافظ یاد کرتا ہے تری انکھوں کوں دیکھ　　خشک زاہد کوں اگر مستانگی درکار ہے

کیا مزہ ہوگا خدا جانے تری دشنام میں　　تجھ لبِ شیریں کی مجکوں بانگی درکار ہے

زلف کی زنجیر کھولا من ہرن نے اے سراج[1]

مثلِ مجنوں اب تجھے دیوانگی درکار ہے[2]

۹۹

۳۰۷۴

ہے گلی اُس[3] کی بہشت اس کوں چمن کیا کہیے　　نقشِ پا پھول سیں بہتر ہے ثمن کیا کہیے

عرقِ چہرۂ دلدار کے ہر قطرہ کوں　　شرم آتی ہے مجھے دُرِّ عدن کیا کہیے

آکہ عنبر نے دیا خطِ غلامی جس کوں　　ویسے گیسو کوں ترے مشکِ ختن کیا کہیے

بل میں دل چھین لیا آپہہ کوں بیمار دکھا　　اب ترے نرگسِ خونیں کوں سخن[4] کیا کہیے

۱۔ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ فارغ التحصیل اگر فاضل ہوا تو کیا ہوا۔ نکتۂ عرفان کوں یکانگی درکار ہے۔ ۲۔ اب تجھے مجنوں تمن۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ یار کی فردوس۔ ک و ۳۹۵ ا۔ ۴۔ سخن۔ ح۔

دل نے تجھ زلف کے کوچے میں کیا ہے مسکن — پھر کہ اوس پاس عبث نام وطن کیا کہیے

سرخیِ اشک[1] بہ از لعل بدخشانی ہے — چشمِ پرخوں کوں مری کانِ یمن کیا کہیے

مجلسِ یار میں جیوں آئینہ حیراں ہے سراجؔ
لاجوابی کے مکاں بیچ سخن کیا کہیے

۱۰۰

۴۰۸۱ سنو تو خوب ہے ٹک کان دھر میرا سخن پیارے — کہ عاشق پر نہ ہونا اس قدر بھی دل کٹھن پیارے

کدھر ہوئے بے خبر ہو کیا مگر احوال سیں میرے — ادھر دیکھو[2] اے[3] ظالم لاؤ بالی منہرن پیارے

نہ کر آزردہ خاطر بلبلِ بے تاب کوں ہرگز — غنیمت بوجھ دو دن کی بہار اے من ہرن پیارے

پھسا ہے مجھ سری کا صید آکر دام میں تیرے — کیا تو نے مگر کچھ سحر اے جادو نین پیارے

تغافل مت کرو اے نو بہارِ گلشنِ خوبی — تمھارے بن نپٹ بے آب ہے دل کا چمن پیارے

مرے دل کی کلی مرجھا رہی ہے صرصرِ غم سیں — کرو ٹک مسکرا کر بات اے شیریں دہن پیارے

سراجؔ اب شعلۂ الفت میں جیوں پروانہ جلتا ہے
نہ جانوں تجھ سنی اس کوں لگی ہے کیا لگن پیارے

---

۱ لب۔ ک۔ ۲ ایدھر۔ ک۔ ۳ سریجن، من ہرن، موہن سجن۔ ۳۹۱ ا۔

۱۰۱

۳۰۸۸

قبا نے جامۂ دل داد خواہ کس کا ہے　　　شہید زخم فرنگ نگاہ کس کا ہے

یکایک آپ پہ ہیں جامہ ہوئے گل کی مثال[1]　　　نہ جانوں صحن چمن جلوہ گاہ کس کا ہے

صبا گلی میں صنم کی نہ جا خبر نہیں ہے　　　کہ وہاں کا نقش قدم سجدہ گاہ کس کا ہے

نیاز و عجز و ارادت ہے یہ مری تقصیر　　　پہ یہ نگاہ تغافل[2] گناہ کس کا ہے

ہوا ہے طرۂ دستار زیب سرو قداں　　　نہ جانوں برگ سمن فرش راہ کس کا ہے

ترے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط　　　خبر بھی ہے اثر دود آہ کس کا ہے؟

نگاہ ناز ستی ملک دل کیا تسخیر　　　کہو کہ وو شہ جادو سپاہ کس کا ہے

عجب میں ہوں مرے آنسو کی آب[3] پاشی میں　　　نین کا گوشہ محل خواب گاہ کس کا ہے

برہ کی آگ میں ثابت قدم سراج کو دیکھ
سبھی پکار اوٹھے "واہ واہ کس کا ہے"![4]

۱۔ نمن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲۔ پھر ۔ ک ۔ ۳۔ رنگ ۔ ک ۔ ۴۔ ۳۹۱ ب کے اضافہ شعر:۔

اگر نہیں ہوں مخجل اپنی چشم حیراں پر ۔ سرا مجھو عرق عذر خواہ کس کا ہے ۔ مری طرف سیں کہو جا چمن میں قمری کوں
اسیر سرو قیامت پناہ کس کا ہے ۔

۱۰۲

۳۰۹۷

جس[1] چمن میں وو شوخ لالہ ہوئے گل لالہ وہاں کا پالا ہوئے

جب کرے سیر باغ وو ساقی[2] گل گلابی و لالہ پیالہ ہوئے

رن[3] میں تجھ عشق کے رہے قائم جو جوانمرد اور جوالا ہوئے

وار پر وار مت کرا اے ظالم جس کے سینے میں زخم آلا ہوئے

ورد کرتا ہوں سو زباں سیں مدام عمر تیری ہزار سالا ہوئے

غم کوں اس کے عزیز کیوں نہ رکھوں جس نے خون جگر کوں پالا ہوئے

کشش بے خودی جیسے کھینچے سب سیں یکبارگی نرالا ہوئے

ماہ رو جب جھلک دکھاوے سراج
شب تاریک میں اوجالا ہوئے

۱۰۳

۳۱۰۵

یار کا عزم ہے سیر گل لالہ کرنے گل لالہ کا جگر داغ سیں کالا کرنے

---

[1] جب چمن میں وو سرو بالا ہوئے۔ عـ۱۳۹۱۔ [2] مست۔ عـ۱۳۹۱۔ [3] دل میں تجھ عشق کے۔ عـ۱۳۹۱۔

سبزۂ خط نے دیا حُسن کے گلشن کوں بہا ۔۔۔ یا نمودار ہوا چاند کوں ہالا کرنے

دانۂ اشک مرا[1] تار پلک میں موہن[2] ۔۔۔ روز سمرن ہے ترے نام کی مالا کرنے

حاکمِ عشق نے جب عقل کی تقصیر سنی[3] ۔۔۔ ہو غضب حکم دیا دیس نکالا کرنے

منتعد ہوں ترے زلفوں کی سیاہی لیکر ۔۔۔ صفحۂ نامۂ اعمال کوں کالا کرنے

انتظاری میں ترے رات گذر گئی ساری ۔۔۔ صبح ہوئی اب تو نکل جگ کوں اوجالا کرنے

ہے مرے یار کوں درکار رہنے[4] کا ۔۔۔ فکر ہے دل کی حویلی کا قبالا کرنے

یار مہ رو نے دیا جلوۂ دیدار سراج[5]

شب تاریک کوں عاشق کی اجالا کرنے

۱۰۴

بوالہوس کیوں تو راہ بھولا ہے ۔۔۔ عالمِ ظاہری ہیولا ہے

دل کے صحرا میں وحشیٔ[6] غم کوں ۔۔۔ آہ نہیں ہیم کا بگولا ہے

جب سیں دیکھا ہوں گلبدن کا جمال ۔۔۔ میری آنکھوں میں پھول پھولا ہے

۳۱۱۴

---

[1] مرے - ح - [2] پیوبن - ۱۳۹۱ ا - [3] سنا - ۱۳۹۱ ا - [4] کوں - ک - [5] لی ہے امید شفاعت کی ہوا گرچہ سراج ۔ منتعد نامہ اعمال کوں کالا کرنے - ۱۳۹۱ ا - [6] سیر کر آ دیکھ - ۱۳۹۱ ا - [7] کھ - ۱۳۹۱ ا -

جس نے تجھ عشق کی شراب پیا — اُٹھنے ہوش و خرد کوں بھولا ہے

اے سراج[1] آج نالۂ جاں کاہ

دل پہ فرہاد کا بسولا ہے

۱۰۵

۲۱۱۸

اس سبز خط کی یاد اگر دل میں لائیے — لختِ جگر تراش زمرد بنائیے

ہے دل میں یوں کہ یاد میں اس خوش نگاہ کی — ہر نور کے اتفاق سیں جنگل بسائیے

اس سرو قد کے واسطے لازم ہے چاک دل — لائق ہے اس زمیں کوں خیاباں بنائیے

شب خوں کا عزم ہے صفِ عشاق پر اگر — مسی لگا کے پان کے بیڑے چپائیے

ہم رنگ ہے فنا و بقا حسن و عشق کا — جس وقت اوسے لگا لئے مجہ کو چھپائیے

عاشق کوں آہ سرد ہے اور نالۂ بلند — اس زیر و بم سیں نوبت شاہی بجائیے

بوئے نسیم عشق سیں از بس کہ ہے دم — گل کی کلی کی قبر میں جیتے سمائیے

جب حرف تیرے[2] شعلۂ غم کا لکھے سراج

جیوں تار شمع بال قلم کوں جلائیے

۱ے اپنے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ے میرے ۔ ۵۸۴ ا ۔

۱۰۶[1]

۳۱۲۶

یار کی وضع بے حجابی ہے　　شوخ ہے مست ہے شرابی ہے

تجکوں[1] عاشق دورنگ کیوں نہ کہیں　　زلف کالی ہے لب شہابی ہے

خال موزوں صنم کی ابرو پر　　نقطۂ فرد انتخابی ہے

کشورِ دل میں تجھ جدائی سیں　　ظلم ہے شور ہے خرابی ہے

دھوپ میں غم کی ہیں جو سایہ نشیں　　آفتاب ان کوں آفتابی ہے

دل کہ عرشِ خدا ہے اس کوں نہ توڑ　　عاشقوں کا سخن کتابی ہے[2]

ہے[3] خجل بسکہ آتشیں رو سیں
شمع تب سیں سراج آبی ہے[4]

۱۰۷

۳۱۵۵

مجہ کوں ہر آن ترے درد سیں بہبودی ہے　　عشق[5] بازی میں رخِ زرد زرِ سودی ہے

۱ے پیوکوں اپنے۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ے اے سجن یہ۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ے ظلم مت کر سراج پر ظالم۔ یہ ستم اس پہ بے حسابی ہے۔ ۴ے ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ چہرۂ یار پر نقاب زری۔ ماہتابی پہ آفتابی ہے۔

۵ے عشق بازوں کوں۔ ۳۹۱ ا۔

زخم غم بیل ہے اور داغ جفا ٹوٹا ہے
بر میں تجھ دل کے عجب جامۂ محمودی ہے

جلوۂ حسن دکھا کر اوسے گلزار خلیل[1]
سوز بے تابی دل آتش نمرودی ہے

مثل مجنوں ہے اوسے سیر بیاباں جاگیر
منصب عشق سیں عشاق کوں خوشنودی ہے

رام کرتا ہے ہر ایک چشم غزالی کوں سراج[2]
شعر پر سوز مرا نغمۂ داؤدی ہے

۱۰۸

۳۱۴

بن دوست[3] آنسووں کے شراروں کی کیا کمی
جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی

دل کے چمن میں داغ محبت سیں یار کے
یک گل تو کیا ہے بلکہ ہزاروں کی کیا کمی

درکار نہیں ہے دام مرے دل کے صید کوں
اوس من ہرن کے زلف کے تاروں کی کیا کمی

شمشیر غم کے زخم حمائل ہوئے جسے
اس کے گلے میں پھول کے ہاروں کی کیا کمی

اس گلبدن کے عشق میں مانند عندلیب
پہلوئے دل میں آہ کے خاروں کی کیا کمی

داغ جفا ہیں سینۂ سوزاں میں بے شمار
جلنے کھلنے کے بیچ انگاروں کی کیا کمی

---

[1] آشنائی سنی کہ مہر سیں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] بند ہوئے آپ نمن طبع حسودان سراج ۔ ۳۹۱ ا ۔

[3] یوں مجھے انجھو ۔ ۳۹۱ ا ۔

مجھ دودِ آہ میں ہے نہاں فوج غم سراج
جب گرد ہوئے عیاں تو سواروں کی کیا کمی

۱۰۹

نقشِ[1] حیرت ہے خیال امیدواری میں تری — چشمِ[2] دل کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری
بوجھتا ہے بسترِ آرام کوں دامِ بلا — دل کوں ہے آرام شاید بے قراری میں تری
تجھ نگہ کی خوش[3] ادائی نے کیا ہے قتل عام — کیا قیامت آبداری ہے کٹاری میں تری
داغِ غم تیرے[4] تغافل کی نشانی ہے مجھے — جان جانے لگ رہوں گا یادگاری میں تری

اے سراج اب شعر تیرا یار[5] کوں آیا پسند
کیا بلا کچھ سحر ہے معنی نگاری میں تری

۱۱۰

یار تجھ ہجر کا بھاری ہے خدا خیر کرے — رات دن نالہ و زاری ہے خدا خیر کرے

[1] کس سنی امید نہیں۔ ۳۹۱ ا مہرباں ہو کر دکھا یکبار گی اپنی جھلک۔ مجھ نین کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری
عاشق بنتا ہے ہوس کر سر سکی ہود خو ہے۔ بوالہوس ثابت نہیں رہنگی یاری میں تری۔ ۳۹۱ ا۔ [2] عمر گئی ساری ہماری
بیقراری میں تری۔ ۳۹۱ ا [3] شوخ ادائی۔ ۵۸۴ ا۔ [4] گل۔ ک۔ [5] پیو کوں آیا ہے۔ ۳۹۱ ا۔

۳۱۴۵
۳۱۵۰

سینی غم سیں مرے دل کا لہو پانی ہو — چشم گریاں ستی جاری ہے خدا خیر کرے

کب مرے چاند کے آنے سیں اوجالا ہوگا — ہجر کی رات اندھاری ہے خدا خیر کرے

چشم خونریز تری کی ہے عجب تند نگاہ — ہو بہو عین کٹاری ہے خدا خیر کرے

دل پر آہ سیں میرے وو صنم ڈرتا نہیں — کالے ناگوں کی پٹاری ہے خدا خیر کرے

بسمل عشق کوں ہرگز نہیں امید حیات — زخم اس تیغ کا کاری ہے خدا خیر کرے

آشنا شعلۂ دوری سیں ہوا جان سراج
کاہ کوں آگ سیں یاری ہے خدا خیر کرے

۱۱۱

۳۱۵

لالہ اس گل بدن سیں باغی ہے — جب سیں یاغی ہے تب سیں داغی ہے

شمع جلتی ہے بزم میں بے دود — شعلہ رو گرم بے دماغی ہے

باغ الفت کا سیر کیونکہ کروں — قید وحشت سیں کم فراغی ہے

جو ہوا ہے غبار کوچہ آہ — خلوت عشق کا سراغی ہے

داغ دل نے دیا مراد سراج
غم کی درگاہ کا چراغی ہے

۱۱۲

جس کوں تجھ غم سیں دل لگاتی ہے　　مرہم وصل اس کوں شافی ہے

ہوش کھونے کوں مے نہیں درکار　　گردشِ چشمِ مست کافی ہے

بے خطی[1] میں عیاں ہے سبزۂ خط　　تیرے[2] عارض میں لب کہ صافی ہے

بخش میرے گناہ کوں آ مل　　خط نہیں یہ خطِ معافی ہے

گلبدن کوں کہو کہ سیر کوں آ　　آج ہر گل چمن میں لافی ہے

غضبِ یار سیں نہ ہو غمگیں　　جور نہیں مہر کی تلافی ہے

رشتۂ[3] آہِ آتشیں سیں سراج

مجکوں ہر رات شعلہ بافی ہے

۳۱۹۲

۱۱۳

گلستاں میں نہ یہ نرگس نہ سوسن اور چمیلی ہے　　مرے نازک بدن گل رنگ کی ہر ایک سہیلی ہے

عجب عرسِ شہیدِ چشمِ ساقی کے چراغاں میں　　کہ وہاں کا تیل عطرِ نرگس و عطارِ تیلی ہے

۳۱۹۹

---

[1] سبزی خط عیاں ہے اُس لب سیں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] پیو کے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] تار پود فراق سیں سراج جامعہ آہ شعلہ بافی ہے۔ ۳۹۱ ا۔

سنے ہیں بے نوا تیری جدائی کے محرم میں — گلے میں بلبلوں کے موج رنگ گل کی سیلی ہے

طبیعت نے مری سن لال تیرے لب کی دُرریزی — عجب مضموں کے موتی فکر کے دامن میں جھیلی ہے

سہی قد بن ہے دل سینہ میں بند دام تنہائی — قفس میں جس طرح سیں سرو بن قمری اکیلی ہے

خیال نازک موئے کمر سمجھا نہیں جاتا — نہ جانوں چیستاں ہے یا معمّا یا پہیلی ہے

تمہارے پنجۂ نازک سیں ہو ہم دست حیراں ہوں — رگ جاں یا ہے انگلی لخت دل ہے یا ہتیلی ہے

دل حیراں میں میرے رہ کہ خاطر جمع ہو جاؤ — سراپا آرسی سیں ایک پتھّر کی حویلی ہے

نہ خال و خط نہ زلف و چشم و لب دلگیر عاشق ہے — دل مجنوں نگاہ ناز سیں لیلیٰ نے لے لی ہے

شکر لب تلخ مت ہو سرزنش رو ہو کر نہ کر شورش — حلاوت زندگانی کی مرے حق میں کسیلی ہے

اگر وو شمع رو برخشم ہے اپنے پتنگوں پر
سراج ان بے کسوں کے حال کا اللہ بیلی ہے

۱۱۴

۳/۸۰

جو خوش قدوں کی صف میں امامی دیا تجھے — نقش دہن سیں خاتم نامی دیا تجھے

شاید کہ حق کی ذرّہ نوازی پہ تھی نظر — جیوں آفتاب حسن مدامی دیا تجھے

نرگس نے جب سنا کہ سخن آشنا ہے توں — آنکھوں پہ لکھ قصیدہ جامی دیا تجھے

طاقت نہ تھی جو مجکوں جواب سلام کی — لے نقد دل کوں ہات سلامی دیا تجھے

کچھ آج کل سیں بندۂ بے زر نہیں سراج
روز ازل سیں خطِ غلامی دیا تجھے

۱۱۵

جو کوئی شوخ کے پاس آنے نہ پاوے	غم بے قراری سنانے نہ پاوے	۳۱۸۵
ہوا بند جو کوئی کہ زندانِ غم میں	بجز لختِ دل قوت کھانے نہ پاوے	
مرے عشق کا راز پنہاں رہے کیوں	کہ بُو مشک کی کوئی چھپانے نہ پاوے	
نشانی گیا لالہ رو پر سیں میرے	کہ تا داغ دل کا دکھانے نہ پاوے	
ارے دل مرا جان لے کر چلا ہے	خبردار ہو جان جانے نہ پاوے	
تری چشم خونی کوں اے شوخ سکھلا	غریبوں کوں ظالم ستانے نہ پاوے	

سراج آتش ہجر میں ہے خبر لے
کہ یہ آگ اس کوں جلانے نہ پاوے

۱۱۶

فدا کر جان اگر جانی یہی ہے	ارے دل وقت لے جانی یہی ہے	۳۱۹۲
یہی[1] قبر زلیخا سیں ہے آواز	اگر ہے یوسفِ ثانی یہی ہے	

---

[1] زلیخا قبر میں سیں بولتی ہے۔ ۳۹۱ ا۔

نہیں بجھتی ہے پیاس آنسو سیں لیکن[1] — کریں کیا اب تو یہاں پانی ہی ہے

کسی عاشق کے مرنے کا نہیں ترس — مگر یہاں کی مسلمانی ہی ہے

برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت — شتاب آ مشکل آسانی ہی ہے

پرو تار پلک میں دانۂ اشک — کہ تسبیح سلیمانی ہی ہے

مجھے ظالم نے گریاں دیکھ بولا — کہ اس عالم میں طبع فانی ہی ہے

زمیں پر یار کا نقش کف پا — ہمارا خط پیشانی ہی ہے

وو زلف پر شکن لگتی نہیں ہات — مجھے ساری پریشانی ہی ہے

نہ پھر ناں جان دینا اس گلی میں — دل بے جان کی بانی ہی ہے

کیا روشن چراغ دل کوں میرے
سراج اب فضل رحمانی ہی ہے[2]

۱۱۷

۳۲۰۴ — شربت[3] دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے — بے رخ ساقی حیات جاودانی ہیچ ہے

---

[1] انجھو سیں پیاس نہیں بجھتی ہے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ تری زلفاں میں دل لاچار ہے بند فرنگستاں میں ایمانی ہی ہے۔ اگرچہ سب طرف معمور ہے دوست۔ نہیں دستا سو حیرانی ہی ہے۔ پیو بنیاد ل بولنا ہے ۳۹۱ ا
[3] جان جاناں بن۔ ۳۹۱ ا۔

آرسی کوں اس قدر بخشا ہے فیض اس عکس نے — جس مقابل خوبیٔ تصویر مانی ہیچ ہے

بزم عرفاں میں نہیں ہے احتیاج جام مے — مست وحدت کوں شراب ارغوانی ہیچ ہے

خندۂ گل گریۂ ناسور ہے گل رو بغیر — مجلس ماتم میں عیش و شادمانی ہیچ ہے

اس بہار بے بقا میں جز فنا حاصل نہیں — فصل گل میں بلبلوں کی شعر خوانی ہیچ ہے

دوستی و دشمنی کا نہیں ہے ہرگز اعتبار — مہربانی ہیچ ہے نامہربانی ہیچ ہے

اشک[1] بن باطل ہے فرد چہرۂ زرد اے سراج
چشم خونیں بن نہیں تو رنگ زعفرانی ہیچ ہے

۱۱۸

۳۲۱۰

اے شوخ تری شوخ نگاہی نظر آئی — سنتے تھے سبھوں سیں سو گواہی نظر آئی

جاں عشق کا طوفان ہے دیکھا ہوں میں اکثر — وہاں عقل کی کشتی کوں تباہی نظر آئی

ہے نشۂ عشرت کا ترے غم میں تقید — اس شرع کی کیا سخت مناہی نظر آئی

جمشید کوں دیکھا تو ترے در کا گدا تھا — یہ دبدبہ و شوکت شاہی نظر آئی

اے عقل نکل جا کہ دھنواں آہ کا نہیں ہے — یہ عشق کے لشکر کی سیاہی نظر آئی

۱؎ بن انجھو۔ ۳۹۱ ا۔

عشاق کے آنسو کا بیاں مجھ سیں نہ پوچھو حوتِ فلک اس بحر کی ماہی نظر آئی

دیکھا ہے سراج[1] آتش و خاک آب و ہوا کوں

سب میں صفتِ ذاتِ الٰہی نظر آئی

۱۱۹

۳۲۱

عجب وو موکمر خورشید رو ہے نزاکت جس کے قد میں مو بمو ہے

نہیں ہے اوس کوں طوبا کی تمنّا جسے اوس سرو قد کی آرزو ہے

ہوا ہے جس کے دل کا پیرہن چاک خیالِ تارِ زلف اوس کا رفو ہے

نمازی ہے طریقِ عاشقی میں جو کوئی آب نین سے باوضو ہے

اوسے ہے جلوۂ دیدار[2] بیشک جسے آئینۂ دل روبرو ہے

ہوا ہے جو شہیدِ تیغ الفت صفِ عشاق میں وو سرخرو ہے

کیا ہے پردۂ دل جس نے فانوس

سراج اس کوں خیالِ شمع رو[3] ہے

---

۱ سیں - ح - ۲ آرزو - ک - ۳ ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر: محبت کے نگر میں نہیں وسے بار جسے درکار شرم آبرو ہے۔ سراج اس کوں نہیں کوئی سیں کام - جسے درکار شرم آبرو ہے۔

۱۲۰

۳۲۲۴

شوق ہے کہ اپنا جی اس قدم پہ جا دیجے　　نوبت اپنے موسم کی اس گھڑی بجا دیجے

حشر میں اگر پوچھیں ہم سیں طرز مظلومی　　چاک کر گریباں کوں دھوم جا مچا دیجے

جس کا ہاتھ جا پہونچے گلبدن کے دامن تگ　　اس کوں نکہت گل کی گرد میں ملا دیجے

کھینچ تیغ ابرو کوں آوتا ہے وو ظالم　　چاہیے گلا اپنا ان چھری کٹا دیجے

کیوں انکار کر بلبل راز فاش کرتی ہے　　شاخ گل کی سولی پر باغ بیچ چڑھا دیجے

ہائے جی کے سودے میں روز کا ہے ہنگامہ　　چوک سیں عناصر کے یہ دکاں اٹھا دیجے

شعر وصف گلرو کا باغ میں اگر پڑھیے　　بلبلوں کے سینے سیں داغ گل مٹا دیجے

سرو صحن گلشن میں سرکشی سیں[1] پھرتا نہیں　　حرف راست اُس قد کا ایک دم سنا دیجے

اے سراج ہر مصرع درد کا سمندر ہے

چاہیے سخن میرا آگ میں جلا دیجے

۱۲۱

۳۲۲۳

ہے ختم نسخہ پر نازک میانی　　کرتا ہے جس پہ یک مو گرانی

[1] یہ قائم ہے۔ ک و ن ۵۸۴ ا۔

زخم جگر نے کھولا ہے لب کوں | ظالم پلا جا[1] خنجر کا پانی
مثل سکندر حاصل ہے مجھ کوں | ملک جنوں کی صاحب قرانی
تجھ ہجر سیں ہے اے شوخ رعنا | رخ[2] زعفرانی، اشک ارغوانی
گر آرزو ہے سیر چمن کی | آ دیکھ دل کے زخم نہانی
اس سرو قد کے رخ کے مقابل | ہے ہر چمن میں ہر گل خزانی
کرنے کوں قرباں تیرے قدم پر | کرتی ہیں آنکھیں گوہر فشانی
کھویا ہے غم سیں اس سیم تن کے | مجھ رنگ رخ نے سونے کی بانی

اے[3] شمع رو دیکھ سوز سراج آج
اب وقت ہے یہ کر مہربانی

۱۲۲

۳۲۴
تیری آنکھوں میں کیا بلا ئے ہے | ہوش کھونے کوں نشۂ مے ہے
زادِ بن راہ غم کوں طے کرنا | حق میں عاشق کے روزۂ طے ہے

---

[1] ٹک۔ ۳۹۱ ا۔ [2] مکھ۔ ۳۹۱ ا۔ [3] پایا۔ ۳۹۱ ا۔ [4] درد سراج اب گذرا ہے حد سوں۔ ۳۹۱ ا۔

یار[1] سیں کب ہے فرصتِ خلوت   دل مرا ہو رقیب در پے ہے
عشق کا نام گرچہ ہے مشہور   میں تعجب میں ہوں کہ کیا شئے ہے
مجھ[2] کوں ہر رات بزم غم میں سراج
آہ پر سوز نغمۂ نئے ہے

۱۲۳

مسکرا کر عاشقوں پر مہربانی کیجیے   بلبلوں کی پاس خاطر گلفشانی کیجیے
عشق نے از بس دیا ہے زرد رنگی کا رواج   ارغوانی آنسوؤں کوں زعفرانی کیجیے
مے کشِ غم کوں شبِ مہتاب ہے موئے سفید   موسمِ پیری میں سامانِ جوانی کیجیے
ہجر کی راتوں میں لازم ہے بیانِ[3] زلفِ یار   نیند تو جاتی رہی ہے قصہ خوانی کیجیے
یار جانی تو زمانے میں نپٹ کم یاب ہیں   کیجیے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجیے
مت ہوا دل توں سدا بلبل ہزاروں پھول کا   ایک یا قی بوجھیے باقی کوں فانی کیجیے
سب سمندر متفق ہو مجھ کوں کہتے ہیں سراج
شعلہ رو کے وصف میں آتش[4] زبانی کیجیے

۳۲۴۷

[1] جب ہیں جاتا ہوں پیو کے کوچے میں۔ ۱۳۹۱ ا۔ [2] دوست کے باج بزم غم میں سراج۔ ۱۳۹۱ ا۔ [3] تار۔ک۔ [4] بیانی۔ک

مشغل جلوہ معشوق ہے در کار سراج
دل کہاں زلف کی گلیوں میں بھٹکتا ہے جاؤ

۱۲۶

۳۲۶۴ عجب یہ چہرہ دل پر جمال وحشت ہے | کہ جس پہ داغ محبت سیں خال وحشت ہے
ہوا ہوں دشت جنوں میں سوار توسنِ غم | رکاب حلقۂ چشم غزال وحشت ہے
کہاں ہے آج مرا شوخ من ہرن یارب | کہ جس بغیر مرے[1] پر کمال وحشت ہے
ہوا ہے جب سیں مقابل وو چشم خونی کے | جبینِ آئینہ پر رنگ آل وحشت ہے

نہ تاب وصل نہ صبر فراق ہے شب و روز
عیاں سراج کی سورش سیں حال وحشت ہے

۱۲۷

۳۲۶۹ ہر ادا برچھی کی گویا ہول ہے | دل مرا جس ہول کا مقتول ہے
خار ہے اُس کی نظر میں برگ گل | جس کلیجے میں برہ کی سول ہے
جس نے اپنا جی کیا جاناں کوں[2] نذر | وو جناب عشق میں مقبول ہے

---

[1] کے باج۔ ع ۳۹۱ ا۔ [2] کے۔ ک و ۳۹۱ ا۔

ظاہر میں کیا رفیق کہاتے ہیں آپ کوں　　لیکن انوں کے دل میں محبت[2] نہیں رہی

ملتے ہیں راستی سیں جو کوئی کج نظر ملے　　خوبوں میں پاک بازی کی حرمت نہیں رہی

ہر خار بوالہوس کی کئے صحبت اختیار　　تو حسن گلرخوں میں لطافت نہیں رہی

نالایقوں میں عمر کوں کرنا عبث تلف　　ہم صحبتی کی ان میں لیاقت نہیں رہی

بھولے[2] ہیں ہر صنم کے کرشمے پہ ہوش کوں　　ان زاہدوں میں کشف و کرامت نہیں رہی

سفلے ہوئے عزیز عزیز اب ہوئے خراب　　بے جوہروں میں قدر شرافت نہیں رہی

مت ہو بہار گلشن دنیا کا عندلیب　　اس پھول بن میں بوئے رفاقت نہیں رہی

اب[3] ذات حق بغیر نہ رکھ دوستی سراج

عالم میں آشنائی و الفت نہیں رہی

۱۳۰

۳۲۹۰

دو ماہ اگر مہر سیں آوے تو بجا ہے　　بیتاب ہوں دیدار دکھاوے تو بجا ہے

مجھ[4] کوں نظر آتا ہے ہر ایک دم آخر　　کوئی مژدۂ دیدار سناوے تو بجا ہے

١- شفقت۔ ۳۹۱ ا - ۲- کھوتے ہیں۔ ۳۹۱ ا - ۳- حق کے بجز کسی۔ ۳۹۱ ا - ۴- ہم ۔ک۔

تجھ ہجر میں ہے پھول مری آنکھ میں پھولا — گر سیر گلستاں نہ سہاوے تو بجا ہے

ظاہر ہے مرے رنگ سنی شوق کی تصویر — صورت سیں معانی مرے پاوے تو بجا ہے

وو پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے — دل بھول کہ پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

جو حرف محبت کوں کبھی نوک زباں پائے — عالم کے خیالات بھلاوے تو بجا ہے

بھڑکے ہیں مرے دل میں برہ آگ کے شعلے

وو جان سراج آ کہ بجھاوے تو بجا ہے

۱۳۱

لب تشنۂ وصال ہوں کب[1] تاب ہے مجھے — آب حیات چشمۂ بے آب ہے مجھے

راحت ہے مجھ کوں کو دو بیاباں کی سیر میں — ہر برگ سبز بستر سنجاب ہے مجھے

ازبس کہ[2] بے قرار ہے آتش میں عشق کی — لخت جگر نمونۂ سیماب ہے مجھے

اس سبز خط کے[3] غم سیں ہوا ہوں تمام زرد — ہر اشک سرخ دانۂ عناب ہے مجھے

نیلی کی جانماز پر اب فرض ہوئی نماز — ابروئے قبلہ رو خم محراب ہے مجھے

۳۲۹۶

---

[1] کہاں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] ہوں تجھ غم کی آگ میں۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ۳۹۱ میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ بعد کے شعر کا مصرعۂ ثانی ہے اور اس شعر کا دوسرا مصرعہ یہاں ہے۔ [4] ہجر میں ازبس۔ ۳۹۱ ا۔